تحفہ حنفیہ
فضائلِ علم اور علماءِ دین، عقائد امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ، تدوین فقہ حنفیہ
مسئلہ تقلید اور تذکرہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ
تالیف
حضرت مولانا علامہ ابوالبشیر محمد صالح حنفی نقشبندی چشتی قادری رحمۃ اللہ علیہ
اسلامی کتب خانہ
اقبال روڈ ○ سیالکوٹ

سلسلہ فقہ حنفیہ مطابق احادیث نبویہ

تحفہ حنفیہ

جسمیں

فضیلت علم اور علما، عقائد امام اعظم (فقہ اکبر)، تدوین فقہ، مسئلہ تقلید اور
تذکرہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نیز امام صاحب کے شاگردوں کا مختصر ذکر ہے

مصنفہ

جامع شریعت وطریقت حضرت مولانا ابوالبشیر محمد صالح مرحوم
بن مولوی مست علی حنفی نقشبندی چشتی قادری رحمۃ اللہ علیہ
گدی نشین مینزانوالی ضلع سیالکوٹ

ناشر

مکتبہ نعمانیہ، اقبال روڈ، سیالکوٹ

نام کتاب ـــــــــ تحفۂ حنفیہ

مصنّف ـــــــــ مولانا ابوالبشیر محمد صالح مرحوم

ناشر ـــــــــ مکتبہ نعمانیہ اقبال روڈ سیالکوٹ

مطبع ـــــــــ

سن طباعت ـــــــــ شوال ۱۳۹۹ھ ستمبر ۱۹۷۹ء

تعداد ـــــــــ گیارہ سو

قیمت ـــــــــ

ملنے کے پتے

۱۔ مدینہ پبلشنگ کمپنی ایم اے۔ جناح روڈ۔ کراچی

۲۔ مکتبہ نبویہ گنج بخش روڈ۔ لاہور

۳۔ مکتبہ رضوان گنج بخش روڈ۔ لاہور

۴۔ تنویر القرآن اردو بازار۔ لاہور

۵۔ حامد اینڈ کمپنی اردو بازار۔ لاہور

واہ واہ ارمغانِ جمیل !

۱۳۹۹ھ

تحفہ حنفیہ

مصنفہ ابوالبشیر مولانا محمد صالح نوراللہ مرقدہٗ

۱۹۷۹ء

مدحتِ نُعمان بن ثابت ہے تحفہ حنفیہ !
سالِ طبع اس کا "ملفوظِ امامُ المسلمین"
۱۳۹۹ھ

سیرتِ نُعمان بن ثابت ہے تحفہ حنفیہ
عظمتِ نُعمان بن ثابت ہے تحفہ حنفیہ

بروز شنبہ
یکم شوال المکرم ۱۳۹۹ھ
۲۵ راگست ۱۹۷۹ء

خاک پائے علمائے ربانی
قمر یزدانی
پنوانہ ضلع سیالکوٹ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

عرضِ ناشر

مکتبہ نعمانیہ سیالکوٹ یا اسلامی کتب خانہ سیالکوٹ صرف کاروباری ادارے نہیں بلکہ ان کا اصل مقصد اسلامی اور اصلاحی و تعمیری کتابوں کی اشاعت ہے۔ تاکہ مسلمان پستی کی ذلت سے نکل کر ترقی اور کامیابی کی راہ پر گامزن ہو جائیں۔ لیکن اس مقصد کے حصول کے لئے ہم نے چند بنیادی اصول وضع کئے ہیں۔ جو درج ذیل ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان کی پابندی کرنے کی توفیق بخشے۔ ۱۔ اسلامی عقائد و اعمال کی تبلیغ و اشاعت۔ ۲۔ غیر اسلامی رسومات کے خلاف ایسی کتابیں شائع کرنا جن سے اصلاح ہو سکے۔ ۳۔ اسلامی علوم پر لکھی ہوئی علمائے ربانی اور اہل اللہ کی کمیاب و نادر کتابوں یا تراجم کی اشاعت۔ ۴۔ کتابت اور طباعت معیاری۔ ۵۔ عام کاروباری اداروں سے قیمت کم تاکہ اسلامی لٹریچر کے حصول میں مدد ملے۔

چاہیئے تو یہ تھا کہ ہماری حکومت پاکستان ایسے ادارے قائم کرتی یا ایسے اداروں کی معاونت و سرپرستی کرتی لیکن بتیس سال سے زائد عرصہ گذر جانے پر بھی اس طرف صحیح توجہ نہیں دی گئی۔ خدا کرے کہ اس بنیادی اور اہم ضرورت کو محسوس کر کے ہماری اسلامی حکومت اس کمی کی تلافی کرنے کی کما حقہ کوشش کرے۔ آمین۔ حکومت کی طرف سے کچھ سہولت و معاونت سے محرومی کے علاوہ بعض اشاعتی اداروں کی غلط روش صحیح کام کرنے والوں کیلئے بڑی رکاوٹ بنتی ہے۔ کیا اچھے لوگ تھے وُہ جن کی دنیا میں بھی دین تھا اور ان کا ہر کام دین کے تابع تھا۔ اگر ذریعہ معاش اختیار کرتے تو ایسا کہ جس سے ملک و ملت کو فائدہ پہنچے اور جو کام وہ دین کے نام سے کرتے اس میں تو وہ بالکل اپنے ذاتی مفاد کو شامل نہیں ہونے دیتے تھے اس سے ان کی غرض صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی ہوا کرتی تھی۔ لیکن افسوس کہ آج معاملہ اسکے برعکس ہو گیا ہے کہ

ہم اگر کوئی کام ذاتی مفاد کیلئے کرتے ہیں تو اس پر بھی خدمتِ دین یا خدمتِ ملک کا لیبل لگا لیتے ہیں۔ یہ بہت بڑا جرم ہے اپنے ساتھ دھوکہ ہے رب کریم کو دھوکہ دینے کی ناکام کوشش ہے۔ اور اپنے ہموطن اور مسلمان بھائیوں کو دھوکہ دینے والی بات ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ مَنْ غَشَّا فَلَيْسَ مِنَّا (جامع صغیر) جس نے دھوکہ دیا وہ ہم میں سے نہیں ہے

معاشرے کی تمام برائیوں سے بڑھ کر یہ بڑی خرابی ہے۔ کیونکہ یہ کام ان لوگوں کے ہاتھوں ہوتا ہے جو ملک و ملت کے بہی خواہ اور خادم سیاسی لیڈر اور مذہبی راہنما بننے کا دعوای کرتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ایسا کرنا دنیا و آخرت دونوں جہانوں میں مسلمانوں کو رسوا اور ذلیل کرنے کے مترادف ہے۔ اس قسم کی خرابیوں کی اگر تفصیل بیان کی جائے تو اس کے لئے ایک بڑا دفتر درکار ہے۔ اس وقت اتنا وقت ہے اور نہ ان اوراق میں اس کی گنجائش ہے صرف اسلامی کتابوں کے اشاعتی اداروں سے متعلق چند معروضات پیش کرنے کی جسارت کی جا رہی ہے۔ شاید کہ اتر جائے کسی کے دل میں میری یہ بات۔

۱۔ بعض ادارے قرآن پاک یا تفسیرِ قرآن چھاپتے ہیں اور قرآن پاک کی صحت کے سرٹیفکیٹ ساتھ بھی چھاپ دیتے ہیں۔ لیکن اغلاط موجود۔ حیرانی ہے کہ کلام اللہ کے ساتھ دھوکہ بازی سے نہیں رکتے۔ اس قبیح فعل میں وہ ادارے اور مصححین دونوں شامل ہیں۔ اللہ تعالیٰ سچی توبہ کی توفیق عطا فرمائے۔

۲۔ احادیثِ مبارکہ اور دینی کتب میں قرآنی آیات اور احادیث تو ضرور ہوتی ہیں لیکن ان کی صحت کی طرف بالکل توجہ نہیں دی جاتی۔ لفظ کیا فقرات کے فقرات چھوٹ جاتے ہیں اتنا نہیں سوچتے کہ غلط پڑھنے والوں کا گناہ۔ اور غلط مطلب بن جانے کی وجہ سے غلطی اور مغالطے میں ڈالنے کا سبب تو صاحبِ ادارہ ہی ہیں۔ اور پھر وہ تصحیح کنندگان جو تھوڑے سے دنیا کے فائدے کے لئے اپنا کام ذمہ داری سے نہیں کرتے اور ادارہ والے صحیح اجرت نہ دیکر دینی علوم میں خرابی کا موجب بنتے ہیں۔

انہیں کیا خبر کہ عبارات اور الفاظ کی غلطی سے قاری کس کس

تکلیف میں مبتلا ہوتا ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ ایسے لوگوں کو مذہبی کتابیں شائع کرنے کا کوئی حق نہیں کیونکہ ایسی کتب شائع کر کے وہ کوئی تعمیری کام نہیں کر رہے بلکہ تخریب کاری میں مبتلا ہیں۔

۳۔ بہت سے ادارے اس میدان میں صرف روپیہ کمانے کے لئے آئے ہوتے ہیں اسلیئے وہ ایک اور کارستانی کرتے ہیں وہ یہ کہ کتاب کی اصل لاگت سے چار پانچ گنا زیادہ قیمت رکھ دیتے ہیں اور پرچون فروشوں کو منہ مانگی کمیشن دے دیتے ہیں۔ تاکہ ناجائز منافع خوری کے لالچ میں کتب فروش ان کی مطبوعات فروخت کرے اور تاجر و ناشر عوام کی جیبیں صاف کریں۔ حیرانگی ہے کہ دو آدمی اپنے فائدے کے لئے ہزاروں مسلمانوں کا نقصان کرتے ہیں۔ اور دینی کتب خرید کر پڑھنے سے غیر شعوری طور پر مسلمانوں کو روکتے ہیں۔ تعجب ہے کہ یہ سب کچھ کرتے ہیں لیکن مال کی محبت میں اسقدر اندھے ہیں کہ اپنی اس غلط روش کو محسوس نہیں کرتے۔ اقبال مرحوم فرماتے ہیں ؎

وائے ناکامی متاعِ کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا

۴۔ بعض ادارے اس قدر سینہ زوری کرتے ہیں کہ مخلصین علماء ربّانی کی کتب جن پر مصنفین نے کبھی تصنیف و تالیف کے معاوضہ کا تصوّر بھی نہیں کیا۔ ان پر ناجائز طریقوں سے قبضہ جما لیتے ہیں اور کتابوں کی نہ تصحیح کرتے ہیں اور نہ کاغذ گوارا، کتابت اتنی ردی کہ کتاب کا پڑھنا ہی مشکل اور قیمت منہ مانگی یہ لوگ بھی علم اور شائقین علم پر ظلم کرتے ہیں۔ علاوہ ازیں کچھ چور قسم کے ادارے یہ کام بھی کرتے ہیں کہ کسی ادارے کی اچھی کتاب لوگوں میں مقبول دیکھتے ہیں تو اسے بغیر کسی کی اجازت کے چھاپ کر اپنی حرص و طمع کے کنوئیں کو بھرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ حالانکہ پہلا ادارہ کتاب کو متعارف کرانے پر ہزاروں روپے خرچ کر چکا ہوتا ہے۔

اللہ تعالےٰ ہم سب کو اپنی غلطیاں محسوس کر کے ان کی اصلاح کرنے کی توفیق بخشے اور اخلاص عطا فرمائے۔ آمین۔

احقر محمد اشرف عفی عنہ

۹ شوال ۱۳۹۹ھ

فہرست تحفۂ حنفیہ

تیسرا باب

چوتھا باب

پانچواں باب

نماز حنفی مدلل

دیباچہ

حمد باری تعالیٰ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ رَفَعَ اَقْدَارَ الْعُلَمَاءِ بِمِقْدَارِ مَعْرِفَةِ کِتَابِهِ الْمُحْکَمِ ثُمَّ هَدَی الْمُحَدِّثِیْنَ بِمَصَابِیْحِ الْمَصَابِیْحِ مِنْ شُبَهِ الظُّلَمِ وَجَعَلَ عِلْمَ الْکُتُبِ کَالْعِلْمِ لِمَنْ تَقَدَّمَ مِنْ اَصْحَابِ الْاُمَمِ وَاَصْبَغَ عَلَیْهِمْ سَوَابِغَ النِّعَمِ بِعِرْفَانِهٖ بِمَصَابِیْحِ السُّنَّةِ وَالْعِرْفَانِ الْمُقَدَّمِ وَاَعَزَّهُمْ فِی الدَّارَیْنِ وَاَکْرَمَ وَاَحْتَرَمَ عَلَی الْعٰلَمِیْنَ فِی السَّابِقِ الْقِدَمِ بِالْقُرْاٰنِ الْاَحْکَمِ فَقَالَ الَّذِیْنَ یَجْتَنِبُوْنَ کَبَائِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ اِلَّا اللَّمَمَ فَسُبْحَانَ مَنْ یَّعْلَمُ الْحِکَمَ فِیْمَنْ اَخَّرَ وَقَدَّمَ اَحْمَدُهٗ حَمْدَ عَاجِزٍ شُکْرَ مَا اَوْلَاهُ مِنْ عَظِیْمِ النِّعَمِ وَاَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْکَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهُ الْاَکْرَمُ الْمَبْعُوْثُ اِلٰی جَمِیْعِ الْاُمَمِ نَسْأَلُ اللّٰهَ اَنْ نَّخْتِمَ فِیْ کِتَابِ الْعَمَلِ بِهَا اِذْ نَخْتِمُ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلَّمَ الَّذِیْنَ هُمْ اُولُوا الْفَضْلِ وَالْحِکَمِ مَا عَبَدَ اللّٰهَ حَمَدٌ وَاَحْرَمَ جمیع حمد وثناء اُس یکتا وبے ہمتا دلربائے عالم کو

زیبا ہے جو ہر ذرہ میں مہرِ نیم روز کی طرح عیاں ہے مگر کچھ عجب کرشمۂ انداز ہے کہ آج تک ان آنکھوں سے نہاں ہے ؎

آنکھیں تجھ کو ڈھونڈتی ہیں دل ترا گرویدہ ہے	جلوہ تیرا دیدہ ہے صورت تری نادیدہ ہے
بے حجابی یہ کہ ہر ذرہ میں ہے تو آشکار	اور گھونگھٹ یہ کہ صورت آج تک نادیدہ ہے

یا یوں سمجھئے جیسا کہ ایک عاشق صادق نے کہا ہے ؎

اے نیرِ غمت را دلِ عشاق نشانہ	عالم بتو مشغول تو غائب ز زمانہ

انسان ضعیف البنیان کی کیا طاقت ہے کہ اس بحرِ ذخار میں قدم رکھ سکے اور اسکی اوصاف کا ایک شمہ بھی بیان کر سکے۔ یا حیطۂ تحریر میں آ سکے جب کہ مقربانِ بارگاہ عالی مَا عَبَدْنَاكَ حَقَّ عِبَادَتِكَ وَمَا عَرَفْنَاكَ حَقَّ مَعْرِفَتِكَ کے معترف ہیں۔ شیخ فرید الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ نے کیا ہی اچھا فرمایا ہے ؎

حمد بے حد مر خدائے پاک را	آنکہ ایماں داد مشتِ خاک را
آنکہ در آدم دمید او روح را	داد از طوفاں نجات او نوح را
آنکہ فرماں کرد قہرش باد را	تا سزائے کرد قوم عاد را
آنکہ لطفِ خویش را اظہار کرد	با خلیلش نار را گلزار کرد
آں خداوندے کہ ہنگام سحر	کرد قوم لوط را زیر و زبر
سوئے او خصمے کہ تیر انداختہ	پشۂ کارش کفایت ساختہ
آنکہ اعدا را بدریا در کشید	ناقہ را از سنگِ خارا در کشید
چوں عنایت قادرِ قیوم کرد	در کفِ داؤد آہن موم کرد
با سلیماں داد ملک و سروری	شد مطیع خاتمش دیو و پری
از تنِ صابر بکرماں قوت داد	ہم ز یونس لقمہ با حوت داد
آں یکے را ارہ بر سر مے کشد	دیگرے را تاج بر سر مے نہد

اوست سُلطاں ہرچہ خواہد آں کند
عالمے را در دمے ویراں کند

ہست سُلطانی مسلّم مرورا
نیست کس را زہرۂ چون وچرا

آں یکے را گنج ونعمت مے دہد
دیگرے را رنج وزحمت میدہد

آں یکے را زرد وصد ہمیاں دہد
دیگرے در حسرتِ ناں جاں دہد

آں یکے بر تخت با صد عزّ وناز
دیگرے کردہ دہاں از فاقہ باز

آں یکے پوشیدہ سنجاب وسمور
دیگرے خفتہ برہنہ در تنور

آں یکے بر بسترِ کمخاب ونخ
دیگرے بر خاک خواری بستہ یخ

طرفۃ العینے جہاں برہم زند
کس نمے آرد کہ آنجا دم زند

آں کہ با مرغِ ہوا ماہی دہد
بندگاں را دولتِ شاہی دہد

بے پدر فرزند پیدا او کند
طفل را در مہد گویا او کند

مُردۂ صد سالہ را حیّ مے کند
ایں بجز حق دیگرے کَے میکند

صانعے کز طیں سلاطیں میکند
نجم را رجمِ شیاطیں مے کند

از زمینِ خشک رویاند گیاہ
آسماں را بے ستوں دارد نگاہ

ہیچ کس در ملکِ او انباز نے
قول او را لحن نے آواز نے

نعت سیّد المرسلین

درود نامعدود اُس نبی آخر الزمان جمیلِ جہاں پر جس کے آگے حضرت یوسف علیہ السّلام کا حُسن بھی گرو ہے ؎

اکنوں توئی جمیلِ جہاں گرچہ از یں
آوازۂ جمال زکنعاں برآمدہ

لاتعداد ولاتحصی سلام اُس آفتابِ عالمتاب اور اُسکی آل واصحاب پر جس کے چہرۂ انور کی

چمک دمک سے مہتاب بھی سرنگوں ہو جاتا تھا۔ اور جس گلِ رعنا کا نقطہ میں بلکہ مجھ ایسے ہزاروں غزل سرا ہیں ؎

نہ من بر آں گلِ رعنا غزل سرایم و بس　　کہ عندلیب توا ز ہر طرف ہزار آنند

اللہ تعالیٰ کی بے حد رحمت اس رحمۃ للعالمین پر اور اُس کے یار و انصار پر جس کا کاشانہ فیض و رحمت آج تک وا ہے۔ شیخ فرید الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں ؎

بعد ازیں گویم نعتِ مصطفیٰ　　آنکہ عالم یافت از نورش صفا

سید الکونین ختم المرسلیں　　آخر آمد بُود فخر الاولیں

آنکہ آمد نہ فلک معراج او　　انبیاءُ و اولیا محتاجِ او

شد وجودش رحمۃ للعالمیں　　مسجد او شد ہمہ روئے زمیں

صد ہزاراں رحمتِ جاں آفریں　　بر روے و بر آلِ پاکِ طاہریں

آنکہ شد یارش ابوبکرؓ و عمرؓ　　از سر انگشت او شق شد قمر

آں یکے اور ا رفیقِ غار بُود　　واں دگر لشکر کش ابرار بُود

صاحبش بودند عثمانؓ و علیؓ　　بہرِ آں گشتند در عالم ولی

آں یکے کانِ حیاءُ و حلم بُود　　واں دگر بابِ مدینہ علم بُود

آں رسولِ حق کہ خیر الناس بُود　　عمِّ پاکش حمزہؓ و عباسؓ بُود

ہر دم از ما صد درود و صد سلام　　بر رسول و آل و اصحابش تمام

فضیلت آئمہ مجتہدین

ہزاراں ہزار رحمت اُن مجتہدانِ دین پر جنہوں نے دینِ اسلام کی اشاعت میں سعیٔ بلیغ کی اور تمام اہم اور مشکل مسائل کو آسان کر دیا ؎

آں اماما نے کہ کردند اجتہاد
بُوحنیفہؒ بُد امامِ باصفا
باد فضلِ حق قرینِ جانِ او
صاحبش بُو یوسفؒ قاضی شدہ
شافعیؒ ادریسؒ و مالکؒ بازفرؒ
احمدِ حنبلؒ کہ بود او مردِ حق
روحِ شاں در صدرِ جنت شاد باد

رحمتِ حق بر روانِ جملہ باد
آں سراجِ اُمتانِ مصطفےٰ
شاد باد ارواحِ شاگردانِ او
وز محمدؒ ذو المنن راضی شدہ
یافت زیشاں دینِ احمدؐ زیب و فر
در ہمہ چیز از ہمہ بُردہ سبق
قصرِ دین از علمِ شاں آباد باد

حالاتِ مُصنّف

یتیمی کے حالات

فقیر پُرتقصیر بندۂ ناچیز ابو البشیر محمد صالح حنفی نقشبندی مجددی گدی نشین بن منظہرِ الطافِ حقانی مصدرِ معارفِ صمدانی زبدۃ الواصلین عمدۃ الکاملین ماہر علومِ شرعیہ واقفِ فنونِ اصلیہ و فرعیہ عالم عامل واعظ خوش تقریر ناصح سراپا تاثیر حضرت مولانا مولوی مست علی حنفی نقشبندی مجددی قادری چشتی مرحوم مغفور سَقَی اللہُ ثَرَاہُ وَ جَعَلَ الْجَنَّۃَ مَثْوَاہُ ساکن موضع میترانوالی ضلع سیالکوٹ حال وارد لاہور دیندار نیک شعار مسلمان بھائیوں کی خدمتِ بابرکات میں یوں عرض پرداز ہے کہ جب یہ فقیر پُرتقصیر قلیل البضاعت قصیر الاستطاعت ساڑھے تین برس کا تھا تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے میرے سر سے والد ماجد صاحب کا سایہ جو ایک بڑی رحمت اور نعمتِ عظمیٰ ہوتا ہے اُٹھا لیا۔ اور میں کس مپرسی کی حالت میں پڑا رہا اور تمام عیش و آرام جو باپ کی زندگی میں موجود تھے وہ سب کالعدم ہو گئے غرض

اوصاف والد ماجد مولوی مست علی

والد صاحب کے انتقال سے نہ صرف ہمارے خاندان کو ہی صدمہ پہنچا۔ بلکہ تمام حلقۂ مشائخ میں بالخصوص آپ کے خدام اور راسخ الاعتقاد معتقدوں کے گھر بھی ماتم کدہ ہو رہے تھے۔ اور وہ دردِ دل اور آہ و بکا سے یہ مرثیہ پڑھتے تھے ؎

کون عالم میں ایسا عالم ہے　　کس کے ایسے بلند ہیں درجات
کس کے دُنیا میں ہیں فیوض ایسے　　کس کے ایسے ہیں دین میں برکات
کس کا شہرہ ہے شرق سے تا غرب　　کس کی ایسی ہوئی حیات و ممات
جس نے جو پوچھا کہہ دیا فورًا　　کیا ہی حاصل تھے اُن کو معلومات
نظری اُن کو سب بدیہی تھے　　اُن کو معلوم سب تھے مجہولات
تھے وہ حلالِ عقدِ لاینحل　　تھے وہ کشافِ سرِ ایماضات
فن اگر قفل تھا تو وہ مفتاح　　علم اگر سقف تھا تو وہ مرقات
کون ہے ایسی جامعیت کا　　عالم و عامل و کریم الذات
ایسا خوش ہے کہاں فاضل　　کس میں ہیں جمع ایسے نیک صفات
حُسنِ صورت میں احسن النظر　　حُسنِ سیرت میں احسن العادات
کیا لکھیں اُن کے ہم محاسن کو　　کیا کہیں چھوٹا منہ بڑی ہے بات
تھے وہ شیریں کلام و خندہ دہن　　بات تھی اُن کی مثل قند و نبات
ہر کسی سے بخندہ پیشانی　　مُسکرا کر وہ کرتے تھے ہر بات
کاشفِ معنی فروع و اصول　　واقفِ کُلیات و جزئیات
تھے وہ علامۂ جمیع علوم　　تھے وہ فہامۂ جمیع نکات
اوج چرخ معانی و الفاظ　　موج بحرِ لُغات و مصطلحات
نکتہ دانِ ضمائر و اعلام　　رمز فہم معارف و نکرات
صدرِ ایوانِ منصبِ تدریس　　شاہِ ذیشانِ مُلکِ معقولات
بدرِ رخشانِ آسمانِ علوم　　مہرِ تابانِ اوجِ منقولات
عالمِ قدس کے موارد سے　　ہوتے تھے وارد اُن پر الہامات
تھے کمالِ جمال کے مصباح　　تھے جمالِ کمال کے مشکات

مستفیض اُن سے ہوتے تھے ہر روز
طلبا اور مشائخ اور سادات

اُن کے ہر وقت فیض تھے جاری
گرمی ہو خواہ جاڑا یا برسات

کیسا حاصل تھا اُن کو علم سیر
جانتے تھے سبھوں کی کیفیات

تھا خداداد علم و فضل اُن کا
تھے وہ بحر فیوض و انعامات

فقہ تھی اُن کی فقہ مجتہدین
اور حدیث اُن کی تھی حدیث ثقات

اور تفسیر اُن کی تھی تفسیر
تھی قراءت قراءت آیات

تھے وہ نزدیک سب اوامر سے
دور تھے اُن سے جملہ منہیات

حق کی مرضی میں اُن کی مرضی تھی
ہوئی اسمیں ہی آخر اُن کی نجات

بے تعصب تھے اور با انصاف
با متانت تھے اور بے ہفوات

نہ تھی افراط ان میں اور تفریط
بَیّن بَیّن اُن کے تھے سبھی حالات

عمل اُن کا تھا سب شریعت پر
معرفت کے بھی اُن کو تھے جذبات

ظاہر و باطن اُن کا یکساں تھا
جیسے مرأت میں ہوں مرئیات

تھے ولایت کے اُن میں سب احوال
اور کرامت کے انہیں سب تھے صفات[1]

علما کو جو چاہییں باتیں
سب تھے اُن میں فضائل و برکات

ہیں کمالات بیشمار اُن کے
حد سے زائد ہیں اُن کے تعریفات

رَبِّ اَدْخِلْهُ جَنَّةَ الْمَاْوٰی
خَالِدًا فِی الْقُصُوْرِ وَالْغُرُفَاتِ

مَوْتُهٗ كَانَ ثُلْمَةً فِی الدِّیْنِ
اِنَّهٗ قَالَ شَافِعُ الْعُصَاتِ

الغرض جب میں پانچ برس کا ہُوا تو والد ماجد کے بڑے بھائی مولوی امیر علی صاحب لفیض الخفی والجلی مرحوم مغفور سے قرآن مجید پڑھ کر مدرسہ دیہاتی کی پہلی جماعت میں داخل ہُوا جب پانچویں جماعت تک پہنچ گیا تو میرے تایا صاحب موصوف مجھے اور میرے بڑے بھائی مولینا

[1] راقم الحروف کے والد ماجد صاحب کے کرامات اور دیگر حالات علیحدہ اولیاء اللہ کے زمرہ میں شائع کئے جائیں گے۔ (مصنفؔ)

مولوی محمد صادق صاحب مرحوم مغفور کو بمقام جوڑہ ضلع گوجرانوالہ میں ہمراہ لے گئے۔ جہاں حضرت مخدوم عالم و عالمیان مجمع بحرین علم و عرفان محرم اسرار ایزد منان صاحب سجادہ حضرت غوث العالمین وارث الانبیاء والمرسلین جنید زماں و شبلی دوراں مجدد العصر سیدنا و مولٰینا و مرشدنا فقیر محمد المعروف باباجی صاحب لحاظوی مدظلہم العالی و دامت برکاتہم الیٰ یوم النشور حسن اتفاق سے تشریف فرما تھے۔ آپ سے بیعت کی استدعا کی گئی۔ آپ نے نہایت ہی مہربانی اور الطاف کریمانہ سے اس درخواست کو منظور کیا۔ اور تخلیہ میں بٹھا کر بیعت مسنونانہ

بیعت طریقت

سے بہرہ اندوز کیا۔ پھر آپ نے اپنی قدیمی محبت و الفت کے باعث روحانی تعلیم کے حاصل کرنے کیلئے اپنے خلیفہ اکبر اعنی عمدۃ العلماء زبدۃ الفقہاء منبع فضل و احسان مجمع علم و عرفان مظہر اسرار ازلی مہبط انوار لم یزلی حضرت سیدنا و مولٰینا غلام محی الدین صاحب مرحوم و مغفور بن قطب زمان غوث دوران زبدۃ السالکین عمدۃ العالمین حضرت خانعالم المعروف بہ خلیفہ صاحب مرحوم مغفور ساکن بولی شریف ضلع گجرات طیّب اللّٰہ مرقدہما و جعل الجنۃ مقامہما کے سپرد کیا جو اُس وقت حسنِ اتفاق سے موجود تھے۔ آپ وقتاً فوقتاً تشریف لا کر خاکسار کے تاریک و زنگ آلودہ دل کو اپنی باطنی توجہ سے صیقل اور منور کرتے رہے۔ گو اُن دنوں مَیں انگریزی تعلیم کے درپے تھا۔ لیکن انگریزی تعلیم سے میرے خیالات میں کسی طرح کا تغیر و تبدل نہ ہُوا۔ اور نہ میرے پاؤں صراطِ مستقیم سے ڈگمگائے۔ جیسا کہ آج کل عام انگریزی خوانوں کا حال تجربتہً دیکھا جاتا ہے۔ بلکہ میں تو سیدھا سادہ پُرانی وضع قطع کا مسلمان ہوں اور انشاء اللّٰہ تادمِ واپسیں اسی سیدھے راستے پر قائم رہونگا۔ اللّٰہ تعالےٰ تمام مسلمانوں کو بالعموم اور خاکسار کو بالخصوص سلف صالحین کا متبع کرے اور انہیں کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق بخشے آمین ثم آمین ✤

[illegible]

الغرض میرے خیالات میں فلسفہ اور سائنس سے تغیر نہ ہونے کا اصلی سبب محض اللّٰہ تعالیٰ کا فضل اور والد ماجد صاحب مرحوم اور برادرم مولوی محمد صادق صاحب

مرحوم کی باطنی توجہ اور اس سلسلہ پاک کی برکت اور جناب زبدۃ العارفین عمدۃ الواصلین کی روحانی امداد سے ہوا جن کی تعریف میں بے ساختہ یہ اشعار نکل رہے ہیں ؎

سرورِ عالم شہِ دُنیا و دیں — عاشق و معشوقِ ربّ العالمین

ماہیِ دریائے توحیدِ خدا — مَظہرِ حق مَصدرِ سترِ خفا

واقفِ اسرارِ حق دانائے راز — بے نیاز عالم سے حق سے با نیاز

شاہِ دیں سرخیلِ جملہ اولیاء — تاج بخشِ اصفیا و اتقیا

پیشوا و شاہِ شاہانِ جہاں — مقتدائے جانِ جانانِ جہاں

رہنمائے زبدۂ اربابِ علم — رہبرِ ہر قدوۂ اصحابِ علم

حامیِ دینِ متینِ خیر الاُمم — دافعِ بدعات و رکیں کفر و ظلم

اخترِ چرخِ ہُدا ماہِ عطا — بحرِ علم معرفت نجم الہُدا

قبلۂ ارباب و اصحابِ یقیں — کعبۂ عُبّاد و زہّاد و اہلِ دیں

یعنی پیر اور مرشد اور مولا میرے — حضرتِ فقیر محمد نیک پے

حضرتِ فقیر محمد اولیاء — پیر و مرشد ہیں مرے اور رہنما

ہیں وہ بیشک مظہرِ انوارِ حق — سر سے پا تک مَصدرِ انوارِ حق

چاہئے تجھ کو اگر وصلِ خدا — سایۂ فقیر محمد میں تو آ

عکس سے اس نور کے تا اے پسر — سوئے جاناں پر پڑے تیری نظر

الغرض جو راہِ حق مطلوب ہے — جا قدم لے دوڑ میرے پیر کے

گرچہ یہاں سے کر گئے ہیں انتقال — فیضِ باطن ہے ولے اُنکا بحال

بلکہ سو چند اس سے ہے نور و ضیا — کیونکہ پردہ جسم کا بھی اُٹھ گیا

اب تو بیشک وہ سراسر نور ہے — نور ہے سایہ سے بالکل دور ہے

جب کہ ہووے شوقِ دیدارِ خدا — اُن کے مرقد کی کر [illegible]ت وہ جا

مولد و مرقد شریف ان کا پسر ‌‌ خلق میں روشن ہی جیوں شمس و قمر
گر نہ آوے تجھ کو کوری سے نظر ‌‌ پوچھ لے مجھ سے تو اب اے بیخبر
گاؤں چوراہے اک جائے ہدا ‌‌ مسکن و ماوا ہے اس جا آپ کا
مولد پاک آپ کا ہے اور مزار ‌‌ اس جگہ تو جان لے ای ہوشیار
اعتقاد دل سے جو جاوے وہاں ‌‌ اس پہ سب اسرار باطن ہوں عیاں
دیکھتے ہی اس کے مجھ کو ہے یقین ‌‌ اس کو ہو دیدار رب العالمین
کرتے ہی زیارت مزار پاک کی ‌‌ ہوویں ظاہر اس پہ اسرار خفی
کیوں پھرے ہے جا بجا سرمارتا ‌‌ سایۂ فقر محمد میں تو آ
جو نہو قدرت تجھے اس نور تک ‌‌ انکے خلفاء کے تو جا دامن سے لگ
ہیں بہت ان کے خلیفہ اور مرید ‌‌ پا سکے ہے ان کو کب تو اے سعید
ہیں مرید اور طالب ان کے بیشمار ‌‌ جن کی برکت ہے جہاں میں آشکار
لیک ان کا مرتبہ دیکھے ہے وہ ‌‌ چشم بینا دل مصفا جسکے ہو
ان کا رتبہ کب تجھے آوے نظر ‌‌ ہو رہا ہے تو تو بالکل بے بصر
ہے نگہ میں اس قدر ان کی اثر ‌‌ سنگریزے جس سے ہوں رشک قمر
دیکھتے ہی ان کے دم میں ای اخی ‌‌ سو برس کا بت پرست ہوے ولی
اس طرح کے چھوڑ کر مردان مرد ‌‌ چھانتا پھرتا ہے کیوں عالم میں گرد
ان کی برکت سے مجھے بھی اے خدا ‌‌ اپنے کوچہ کا ذرا رستہ بتا

الغرض جب میں نے انگریزی تعلیم چچا صاحب ڈاکٹر صوبیدار فیض احمد خاں آنریری مجسٹریٹ (اللہ تعالیٰ ان کو جمیع حوادث روزگار سے محفوظ و مصون رکھے اور ان کے تازہ پودوں (اولاد) کو سرسبز اور شاداب کرے) کی امداد و استعانت سے ضرورت کے مطابق حاصل کرلی تو پھر میں ۱۸۹۶ء میں لاہور آکر ملازم ہو گیا اور دوران ملازمت

میں میں لاہور کے چیدہ چیدہ علماء و فضلاء سے عربی فارسی کی کتبِ متداولہ پڑھتا رہا گو میں نے کئی دفتروں میں ملازمت کی لیکن اس شغل کو ہاتھ سے جانے نہ دیا۔ الحمدللہ کہ تھوڑے عرصے میں تمام فقہ و احادیث اور تفسیر کی کتابوں کو عبور کر لیا۔ پھر پنجاب و ہندوستان کے نامی گرامی علماء فضلا کی خدمتِ اقدس میں وقتاً فوقتاً جا جا کر علمی و دقیق اور بعید از فہم مسائل کی تحقیق و تدقیق کیا کرتا۔ اللہ تعالےٰ کا ہزار ہزار شکر ہے کہ میرے تمام شبہات اور اعتراضات و اشکال رفع ہو گئے۔ پھر بسا اوقات میرے دل میں یہ خیال موجزن ہوا کرتا تھا کہ تبلیغِ احکام کرنا بھی ضرور چاہئے۔ چونکہ ملازمت کی پابندی سے زبانی وعظ وغیرہ تو ہو نہیں سکتا تھا۔ اس لئے کئی رات دن اسی سوچ بچار میں گذر گئے آخر القائے غیبی سے تصنیف و تالیف کی طرف میلانِ طبع ہوا اور یہ کام بھی نہایت مستحسن تھا۔ چنانچہ بزرگانِ دین رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ جنت اُس شخص کے لئے ہے جو اپنے بعد اپنی قلمیں اور روشنائی چھوڑ جائے یعنی ایسی کتابیں تصنیف و تالیف کر جائے جن کے پڑھنے سے اور لوگوں کو بھی علم کا اشتیاق پیدا ہو اور وہ صراطِ مستقیم پر قائم ہو جائیں ؎

باقیات الصالحات

لکھو اپنے قلم سے کچھ تو ایسی چیز کو لکھو　|　کہ گر دیکھو قیامت میں تو ہو وے خوش تمہارا دل

صحیح حدیث میں مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ آلہ وسلم نے جسکی زبان سے حق بات نکلے اور لوگ اُسپر عمل کریں تو اُس کا ثواب قیامت تک جاری رہے گا۔ پھر قیامت کے دن اللہ تعالےٰ اُس کو پورا پورا ثواب عطا فرمائے گا۔ یہی باقیات الصالحات ہیں جن کی نسبت اللہ تبارک و تعالیٰ سورۂ کہف رکوع ۶ میں ارشاد فرماتا ہے:- اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِیْنَۃُ الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَالْبَاقِیَاتُ الصَّالِحَاتُ خَیْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّخَیْرٌ اَمَلًا ○ یعنی مال اور اولاد دُنیا کی زندگی کی آرائش ہیں۔ اور باقی رہنے والی نیکیاں بہتر ہیں تیرے رب کے نزدیک ثواب میں اور بہتر ہیں توقع کے اعتبار سے ◆

مفسرین نے لکھا ہے کہ باقیات الصالحات سے مراد صدقہ جاریہ ہے کہ جس کا اثر دیر

تک قائم رہے۔ جیسے علم سکھا جانا۔ نیک تربیت کر کے اولاد صالحہ چھوڑ مرنا۔ مسجد۔ سرائے باغ۔ کھیت وغیرہ وقف کر جانا یا کوئی نیک رسم جاری کر جانا۔ وغیرہ وغیرہ۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے:۔ عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سَبْعٌ یَجْرِیْ لِلْعَبْدِ اَجْرُھُنَّ وَھُوَ فِیْ قَبْرِہٖ بَعْدَ مَوْتِہٖ مَنْ عَلَّمَ عِلْمًا اَوْ اَجْرٰی نَھْرًا اَوْ حَفَرَ بِئْرًا اَوْ بَنٰی مَسْجِدًا اَوْ وَرَّثَ مُصْحَفًا اَوْ تَرَکَ وَلَدًا یَسْتَغْفِرُ لَہٗ بَعْدَ مَوْتِہٖ اَوْ غَرَسَ نَخْلًا۔ یعنی انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سات چیزیں ایسی ہیں کہ مرنے کے بعد بھی اُن کا ثواب ملتا رہتا ہے۔ ایک دینی تعلیم۔ دوسرے نہر جاری کرنا۔ تیسرے کنواں کُھدوانا۔ چوتھے مسجد بنانا۔ پانچویں قرآن مجید چھوڑنا۔ چھٹے اولادِ صالحہ چھوڑ جانا کہ اس کے واسطے مغفرت طلب کرے۔ ساتویں درخت وغیرہ لگانا +

اَلحمدُ لِلّٰہ۔ میں نے اس مرحلہ کو بہت جلد طے کر لیا اور مفصلۂ ذیل کتابیں یکے بعد دیگرے چھپ کر شائع ہو گئیں۔ اور علماءُ و فضلاء نے میری تصانیف کو بڑی وقعت کی نگاہ سے دیکھا اور میری حوصلہ افزائی کی۔ بالفعل یہ کتابیں تیار ہو کر چھپ چکی ہیں:۔

(۱) مسائل العیدین۔ جسمیں دونو عیدوں کے تمام جزئی مسئلہ ایک عجیب ترتیب سے جمع کئے گئے ہیں۔ کہ پڑھتے ہوئے دل نہیں اُکتاتا۔ قیمت ۱۲/

(۲) التوحید۔ جسمیں مسئلہ توحید کو حنفی مذہب اور صوفی مشرب کے مطابق بیان کیا گیا ہے اصل میں یہ اسمائے حسنٰی کی تشریح ہے۔ قابلِ دید اور بڑی معرکۃ الآرا کتاب ہے۔ قیمت عہ +

(۳) سوانح عمری رسول مقبول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم حصۂ اول جسمیں نورِ مبارک کا مفصل بیان لکھا گیا ہے۔ فلسفہ اور سائنس سے ہر ایک مسئلہ کو پایۂ ثبوت تک پہنچا دیا ہے۔ حصۂ دوم چھپ رہا ہے جسمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے باقی حالات مفصل اور مُدلّل لکھے گئے ہیں قیمت حصۂ اوّل

(۴) سلسلۂ اسلام جسکے دس حصّے چھپ چکے ہیں چنانچہ پہلے حصّہ میں پانی کے مسائل ہیں۔ دوسرے میں نجاستوں کا بیان ہے۔ تیسرے میں غسل کے مسائل کا ذکر ہے۔ چوتھے میں

احکامِ وضو کی تشریح کی گئی ہے۔ پانچویں میں تیمم کے مسائل قلمبند کئے گئے ہیں۔ چھٹے حصہ میں مسجد کے احکام لکھے گئے ہیں۔ ساتویں میں اذان کے مسائل کا بیان ہے۔ آٹھویں۔ نویں اور دسویں حصہ میں نماز کے احکام مفصل طور پر مرقوم کئے گئے ہیں۔ قیمت فی حصہ ۴؍ +

(۵) نماز مترجم۔ جسمیں علاوہ نماز کے ترجمہ کے بچوں کیواسطے نماز کے ضروری ضروری مسائل بھی لکھ دیئے ہیں تاکہ بچوں کو بآسانی ساتھ ساتھ مسائل بھی یاد ہوتے جائیں قیمت ۲؍

(۶) خطبات الحنفیہ۔ جسمیں سال بھر کے ۵۲ نظم و نثر عربی خطبے مع ۵۲ مواعظ حسنہ مندرج ہیں۔ اس کتاب کے ہوتے کسی اور وعظ کی کتاب کی ضرورت نہیں رہتی نہائت ہی صحیح صحیح وعظ ہیں قیمت عہ ۴؍

(۷) ظہور قیام امام مہدی حصہ دوم۔ جسمیں نزول عیسیٰ علیہ السلام اور مہدی موعود کا مفصل بیان لکھا گیا ہے۔ اور کاذب پنجاب کی قلعی کھولی گئی ہے۔ قیمت ہر دو حصص ۸؍

(۸) جنگِ بلقان کے چشم دید حالات۔ جسمیں جنگ بلقان کے صحیح صحیح واقعات جمع کئے گئے ہیں قیمت ۵؍ + علاوہ ازیں کئی کتابوں کے مضمون تیار ہیں جو انشاء اللہ العزیز یکے بعد دیگرے چھپتے رہیں گے ؎ غرض نقشیست کز ما یاد ماند۔ کہ ہستی را نمے بینم بقائے +

اسلام کی نازک حالت

گل پژمردہ کی مانند جھکائے سر ہوں	شکل نرگس کے میں حیراں اور ششدر ہوں
آشنا کوئی نہ غمخوار ہے اس وقت مرا	کون جز ذات خدا یار ہے اس وقت مرا

مسلمانو۔ یہ دل کو دو ٹکڑے کر دینے والے اشعار جو اس وقت آپکے گوش مبارک سن رہے ہیں۔ کیا آپ کو معلوم ہے کہ کس بیکس اور مظلوم کی زبان سے ادا ہو رہے ہیں۔ آہ۔ یہ ایک ایسے بیکس دور از وطن کی آواز ہے۔ جس کا باپ رحمت ہو کر دنیا میں آیا تھا۔ یہ اس مظلوم یتیم کی آواز ہے جس کے باپ نے کل جہان کی دینی اور دنیاوی ترقی کیلئے ایک ناقابل ترمیم مکمل قانون خود اہل جہان پر پیش کیا تھا جس کو ہم اپنی اصطلاح میں کلام ربانی یا قرآن مجید کہتے ہیں اور جس پر عمل کرنے سے ہمارے اسلاف کو ہر طرح کی عظمت حاصل ہوئی تھی کہ آج صدیاں گذر جانے پر بھی قرطبہ اور گرینڈا کے کھنڈر اُن کی شاہانہ سطوت و شوکت کا زبانِ حال سے پتہ دے رہے ہیں۔

مسلمانو۔ شاید بوجہ غائت بے توجہی کے آپ کا خیال نہ معلوم کر سکے کہ وہ مظلوم یتیم کون ہے۔ لہذا میں آپ کا قیمتی وقت ضائع نہ کرونگا۔ سنئے وہ بیکس دور از وطن بیچارہ اسلام ہے جس کے حقیقی باپ حضور سرور کائنات و مفخر موجودات علیہ التحیات والسلام حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ آج یہ بوجہ ہماری غفلت اور اپنے ضعف اغیار کے سخت ترین حملوں سے ہندوستان کے ہر ایک کونے میں زبانِ حال سے فریاد مچا رہا ہے

کہ للہ میری خبر لیجئے۔ لیکن عدلے برنہ خاست کا مضمون ہے۔ اغیار اس بیچارے پر جان شکن حملے کر رہے ہیں اور اس کے مٹانے کا کوئی پہلو فروگذاشت نہیں کرتے۔ اس کو کمزور اور ناتواں دیکھ کر مقابلہ کو ہندوستان کے مذہبی اکھاڑے میں دو پہلوان اُتر پڑے ہیں۔ ایک عیسائی مذہب اور دوسرے آریہ۔ ان دونوں مذہبوں کا پول اور ان کی بنیاد کا متزلزل ہونا تو ان کی خلافِ فطرت تعلیم ہی سے ظاہر ہے۔ لیکن ان کی ظاہری قوت اور اُنکی ماننے والوں کی جان نثاری نے ان کو یہ رتبہ دے دیا ہے کہ ان کے مذہبی واعظ آج فرانس۔ جرمن چین۔ لنڈن۔ جاپان۔ امریکہ میں اپنی مذہبی (ناقص) تعلیم کا راگ الاپ رہے ہیں۔ ان کو کسی گورنمنٹ سے کسی قسم کی مدد نہیں ملتی۔ بلکہ قوم من حیث القوم اپنا فرض خود ہی ادا کرتی ہے میں آپ سے عیسائی مذہب کے ایک فرقے کی جوانمردی اور یک جہتی کا تذکرہ کرتا ہوں جس کو پروٹسٹنٹ کہتے ہیں۔ اس فرقے کے کل آدمیوں نے خواہ وہ لنڈن کے رہنے والے ہوں۔ یا کسی دوسری ولایت کے باہم یہ اقرار کر لیا ہے کہ ہم صبح کی چاء میں شیرینی نہ ڈالیں گے۔ بلکہ اُس کا بچا ہوا پیسہ قوم کی نذر کرینگے تاکہ ہمارے مذہبی پیشواؤں کو اشاعتِ مذہب میں مالی مشکل کا سامنا نہ ہو۔ اس فرقے کی سالانہ آمدنی تیس کروڑ روپیہ ہے جو اشاعتِ عیسائیت میں صرف ایک فرقے کی جانب سے صرف کی جاتی ہے۔ ایسے ہی نوپیدا شدہ فرقہ آریہ نے بھی ترقی کا کوئی زینہ نہیں چھوڑا۔ بلکہ وہ روز بروز اوپر چڑھنے کی کوشش کر رہا ہے۔ لاہور۔ بنارس ہردوار اور بہت سے مختلف مقامات پر ان کے مذہبی مدارس جاری ہیں۔ جہاں دینی تعلیم کے علاوہ اسلام پر نکتہ چینی کرنے کا سبق بھی پڑھایا جاتا ہے۔ ان سے نکلے ہوئے طلباء گو جدید تعلیم حاصل کرنے کی وجہ سے روشن خیال کہلاتے ہیں۔ لیکن جب وہ اسلام کے مقابلہ میں آتے ہیں یا کسی سماج کی اسٹیج پر رونق افروز ہوتے ہیں اس وقت آپ جو گل افشانی فرمانے ہیں ان کو سن کر ایک پُرجوش مسلمان کا زہرہ آب آب ہو جاتا ہے۔ ان کی ہر وقت یہی کوشش رہتی ہے کہ جا اور بیجا طریقے سے مذہبِ اسلام کو نیچا دکھایا جائے۔ یا کوئی ایسی صورت ہو کہ اُس کا نام صفحہ

ہستی سے حرف غلط کی طرح میٹ دیا جائے ؛

مسلمانو۔جب ایسے نامہذبانہ حملے بیچارے اسلام پر ہوں تو بتلاؤ وہ کیونکر نہ چیخے۔کیونکر نہ چلائے۔مسلمانوں اغیار تمہیں تک اپنی سیف لسان کا وار نہیں کیا کرتے بلکہ اُن کو بوسیدہ اور زمین میں گڑی ہوئی ہڈیوں کو جنہوں نے اُن کو حیوان سے انسان بنایا۔جنہوں نے ان کو تہذیب سکھائی تھی۔جن کی وجہ سے ان جنگلیوں نے اپنی شرمگاہ کو چھپانا سیکھا۔جنہوں نے اپنے زمانۂ حکومت میں وزارت کے نازک عہدہ کو بھی جو پولیٹیکل حیثیت کے اعتبار سے کسی دوسری قوم کو دنیا کبھی بھی قرین مصلحت نہیں ہے انپر بند نہیں کیا۔اُن کو ان احسان ناشناسوں نے ہنچ سب وشتم کا تختۂ مشق بنا رکھا ہے۔چونکہ یہ باغ اسلام کے پُرمنفعت شجر تھے۔جب انپر اسلام ہی کے سامنے آرہ سب وشتم چلایا جائے تو وہ کیونکر صبر کرسکتا ہے۔اس لئے وہ چیختا چلاتا ہے مگر ہائے افسوس وہ ہزار چیخے چلائے۔اس وشت پُرخطر میں اُسکی کون سُنتا ہے۔جہاں ہزاروں درندے اُس کو اور اُس کے حامیوں کو منہ پھیلائے ہوئے کھڑے ہوں ؎

کون سُنتا ہے فغانِ درویش　　　قہر درویش بجانِ درویش

مگر خدا کا ہزار ہزار شکر ہے کہ اس نہائت عظیم تاریکی میں بھی ایک آدھ بار بجلی چمک جاتی ہے اور حقیقی رستہ کا نشان مل جاتا ہے۔سینکڑوں ناکامیاں اُٹھاتے اور صدہا بار ٹھوکریں کھانے پر بحمد اللہ مسلمان بیدار ہوگئے ہیں۔اور اب اُنہوں نے پکا ارادہ کرلیا ہے کہ ان روباہ خصلتوں کی دھمکیوں کا جواب نہائت استقلال کے ساتھ دیا جائے۔اور اسلام کے چہرے پر جو ہماری غفلتوں سے غبار آگیا ہے اُس کو صاف کیا جائے۔خدا مدد کرے راقم الحروف کی جس نے ایسے نازک وقت میں اسلام جیسے قابل رحم یتیم پر ترس کھا کر اسکی حمائت کے لئے کمر چست باندھی ہے۔اور ارادہ کرلیا ہے کہ ایک سلسلہ ایسی کتابوں کا جاری کیا جائے۔جسمیں اسلام کی عقلی اور نقلی خوبیاں اردو زبان میں ظاہر کی جائیں اور اُن مسلمان نوجوانوں کے خیالات کی اصلاح کی جائے اور اُن کے شبہات رفع کئے جائیں جو فلسفۂ جدید کو پڑھ کر

مذہب کو غیر ضروری اور لاشئی محض خیال کرتے ہیں جن سے اغیار کی نامہذبانہ حملوں کی روک تھام ہو چونکہ یہ ایک مہتم بالشان کام ہے اس لئے بغیر کافی سامان کے اس کا چلنا غیر ممکن ہے اگر قوم نے اس طرف کافی توجہ کی تو انشاءاللہ وہ دن کچھ دور نہیں ہے کہ جب ہم آفتاب اسلام کو پھر خط نصف النہار پر یا سمت الراس چمکتا ہوا دیکھیں۔ (دیکھو میری کتاب التوحید اور سوانح عمری رسول مقبول صلے اللہ علیہ آلہ وسلم) +

صاحبو۔ اگر آپ کے خیال میں مہتم بالشان کام کی اعانت کی ضرورت معلوم ہوتی ہو تو اپنی اپنی پاکٹوں یا جیبوں میں ہاتھ ڈالئے اور اس یتیم کی حالت پر رحم فرما کر مالی اعانت فرمائیے۔ تاکہ آپ کو فردائے قیامت میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ آلہ وسلم سے شرمسار ہونا نہ پڑے اور خدا کے حبیبؐ کا قرب نصیب ہو ؎

مومن کچھ ایسا دیا نہ ان کو سمجھ ذرا	یہ وہ ہیں جن کے واسطے حضرتؐ نے ہے کہا
امداد جو کرے گا یتیموں کی بر ملا۔	اُس کا بروز حشر بڑا ہو گا مرتبہ
دو انگلیوں میں دیکھتے ہو جتنا فاصلہ	جنّت میں مجھ میں اُسمیں نہ ہو اتنا فاصلہ

ورنہ یاد رکھو کہ تم دنیا میں صرف چندروز کے لئے بھیجے گئے ہو جو کچھ تم نے مال و متاع حاصل کیا ہے یہ اسی وقت تمہارا ہو سکتا ہے۔ جب تم اُس کو اُس کے مَصرف میں صرف کرو۔ ورنہ زمین جائداد اور تمہاری کل اثاث البیت کا مالک حقیقی تمہارا خالق ہے۔ اُن میں سے تمہاری ایک چیز بھی نہیں۔ اور یہ بھی یاد رکھو کہ موت کا کوئی وقت مقرّر نہیں ہے۔ آناً فاناً زمانہ کا رُخ ادھر سے اُدھر پھر جاتا ہے۔ تمام جائدادیں یہیں چھوٹ جاتے ہیں۔ یوم محشر میں مالکِ کُل کو دمڑی دمڑی اور کوڑی کوڑی کا حساب دینا ہو گا۔ غرض اُس روز تمہارا دامن ہو گا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ آلہ وسلم کا ہاتھ۔ بتلاؤ اُس وقت کیا جواب دو گے لہذا ایسے ضروری اور نہایت ضروری فرض کو ادا کرنے کیلئے تیار ہو جاؤ ؎

مسلمانو مددگاری کرو اسکی دل و جان سے	اگر منظور ہے نزدیک ہونا اپنے یزداں سے

ترو تازہ کرو اپنی زمین اس ابر باراں سے	کہ تا معمور ہووے وہ شگفتہ نونہالاں سے

عُلماء کی منصبی فرائض سے بے توجہی

جو لوگ ہیں نیکیوں میں مشہور بہت	ہوں نیکیوں پر اپنی نہ مغرور بہت
نیکی ہے خود ایک بدی گر نہ ہو خلوص	نیکی سے بدی نہیں ہے کچھ دور بہت

جس طرح کوئی شخص اس بات سے انکار نہیں کرسکتا کہ آفتاب کا نکلنا دن کی دلیل ہے اس طرح کوئی آدمی اس بات سے انکار نہیں کرسکتا کہ ہر زمانہ کی ایک جُداگانہ چال ہے اور ہر زمانہ میں ایک نرالا تغیر پیدا ہوتا ہے۔ انسان ہی کو لیجئے ایک زمانہ وہ تھا کہ اس کو سوائے رونے اور چلّانے یا پیشاب پاخانہ کرنے کے دوسرا کوئی کام ہی نہ تھا۔ لیکن جوں جوں زمانہ اس پر گذرتا گیا اُس کے ضعیف اعضا مضبوط اُس کی عقل و تمیز افزوں اُسکی تہذیب جداگانہ ہوتی گئی اور جب زمانہ نے اس کو اپنے مختلف اوقات کے رنگوں میں خوب رنگ لیا۔ وہ اس کے تقاضے سے ہر کام کرنے لگا۔ زمانہ نے کبھی اس کو جوان بنایا۔ کبھی بوڑھا کردیا اور کبھی اس کو اس قدر کمزور کیا کہ آخر کار وہ ہاتھ پیر توڑ کر بیٹھ گیا۔ اور یہ سب کچھ انسان نے اس وجہ سے بخوشی مان لیا۔ کہ اس کو خوب معلوم تھا کہ میں زمانہ کی مخالفت کرکے کوئی فائدہ نہیں اُٹھا سکتا ...... اور میں اس کا بنایا ہوا قانون نہیں توڑ سکتا۔ وہ جس طرف چلائے چلو۔ اسکی جو کچھ خوشی اور منشا ہو کرو اس میں بہتری اور بہبودی ہے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ جو قوم ترقی کرنا چاہے جو قوم عزت اور آبرو کے ساتھ دُنیا میں رہنا پسند کرے۔ جس قوم کو ذلت اور ندامت سے بچنا منظور ہو وہ ضرور زمانہ کا ساتھ دے۔ اور یہی وہ گُر ہے جس پر عمل کرنے سے ہر زمانہ میں کوئی خاص قوم ممتاز رہی ہے۔ اور یہی وہ گُر ہے کہ آیندہ جو قوم ترقی کرنا چاہے گی۔ اسی پر کاربند ہوگی اور دین و دنیا کے اعلیٰ مدارج طے کرے گی۔ برخلاف اسکے ہمارے علماء جن کے ہاتھوں میں ہماری موت اور زندگی کی باگ ہے اور جن کے ہاتھوں میں ہماری قسمتوں کا فیصلہ ہے۔

اس اصول کے مخالف ہیں +

علماء ہمارے جہاز کے ناخدا ہیں ان کا فرض ہے کہ وہ ہوا کے رُخ کو پہچانیں۔ ہر موج کو غور سے دیکھیں تاکہ ہمارا جہاز طوفان اور بادِ مخالف کے تیز جھوکوں سے محفوظ رہے +

کیا علماء کا یہ فرض نہیں ہے کہ وہ اپنے فائدوں کو چھوڑ کر مخلوقِ خدا کی رہنمائی کریں اور اسے سچا راستہ دکھلاویں۔ کیا اُن کا یہ کام ہے کہ وہ گھروں میں تکیہ لگائے چین سے بیٹھے رہیں اور باہر ہزاروں اور لاکھوں مسلمان یتیم بچے عیسائی اور آریہ لوگوں کے ہاتھوں میں چلے جاویں کیا اُن کا یہ کام نہیں کہ وہ شراب خانوں میں جاکر دیکھیں کہ کتنے مسلمان ہیں جنہوں نے اپنی عمریں ساقی کی بھٹیوں پر گذار دیں۔ کیا اُن کا یہ کام نہ تھا کہ وہ مشٹنڈے اور ہٹے کٹے مسلمان فقیروں سے بھیک جیسا شرمناک پیشہ چھڑاتے اور اُن کو قوتِ بازو سے پیدا کرنیکی ترغیب دلاتے۔ کیا یہ علماء کا کام نہیں تھا کہ وہ ۳۱ لاکھ ہندستانی مسلمان بیوگاں کا نکاح کراتے۔ کیا یہ انکا فرض نہ تھا کہ وہ باہر نکل کر دیکھتے کہ غیر اقوام ان کے برگذیدہ اور مقدس اسلام پر کیسے کیسے بیہودہ اعتراض کرتے ہیں +

صاحبو۔ ان کا کام تھا کہ وہ دنیا کے نئے جزیروں میں جاتے اور وحشی اور غیر مہذب لوگوں کو مہذب بناکر اسلام میں داخل کرتے۔ ان کا کام تھا کہ وہ سب آپس میں شیر و شکر ہوکر رہتے نہ یہ کہ اگر کسی جگہ بدقسمتی سے دو عالم جمع ہیں۔ ان کی ڈیڑھ اینٹ کی مسجدیں جُدا جُدا بنتی ہیں وہ اُس کو بُرا کہتا ہے وہ اس کو گالیاں دیتا ہے۔ غرض اُن کا کام تھا کہ وہ متنزل خیالات کے لوگوں کیساتھ بہت نرمی اور انسانیت سے پیش آتے اور ہر بات کا جواب سنجیدگی سے دیتے[۱]۔ کیا ہی اچھا کسی نے کہا ہے ؎

جو دانایانِ یورپ ہیں وہ اس دیں کے ثناخواں ہیں　سمجھتے ہیں کہ اس میں منفعت اور خیر و برکت ہے
سبق لیتے ہیں اس دین سے وہ اپنی حکمرانی میں　نظامِ سلطنت میں مشورہ کی اُن کو عادت ہے
رفاہِ قوم اور نفعِ رعایا اُن کا ہے مقصد　تن آسانی و خود غرضی سے ان کو سخت نفرت ہے

[۱] راقم الحروف نے اپنی تمام تصنیفات میں اپنے تمام مخالف فرقوں کو بالعموم اور اسلامی فرقوں کو بالخصوص بڑی متانت اور سنجیدگی سے جواب دینے کا التزام رکھا ہے (مصنف)

اسی باعث سے اُن کو کامیابی ہے مقاصد میں ترقی پر بہت مدت سے اُن کا جاہ و دولت ہے
اُٹھائیں نفعِ دیں سے غیر اور دیندار ہوں محروم دریغا اس سے بڑھ کر کیا مصیبت اور شامت ہے
ہمارے پیشوا احمدؐ کی ہے میراث دینِ حق اُسی کی پیروی اُن کی وصیت اور نصیحت ہے
نہیں میراث اُن کی مال و دولت سیم و زر ہرگز کہ یہ فانی ہے اور اسمیں سراسر رنج و زحمت ہے
ہے جس کا نفع دائم وہ فقط دینِ محمدؐ ہے نہیں ہرگز بدلتی اُس کی عزت و عظمت ہے
زمین و آسماں بدلیں نہ بدلے دینِ حق ہرگز کہ یہ نورِ خدائی اور مہرِ چرخِ حکمت ہے
مگر صد حیف چھوڑا اُمتِ احمدؐ نے یہ ترکہ اسی باعث سے اُس کو ضعف اور ادبار و نکبت ہے
طریقہ ہے جو احمدؐ کا سبق اس سے نہیں لیتے مذاق ان کو ہے بدعت کا نہیں سُنت سے رغبت ہے
جو ہووے مال پاس اُنکے تو بیجا صرف کرتے ہیں سمجھتے ہیں کہ اس میں اپنی عزت اور شُہرت ہے
لُٹا کر مال و دولت کو ذلیل و خوار ہوتے ہیں نہیں کرتے ہیں کچھ پروا کہ یہ حق کی ودیعت ہے
خدایا رحم کر اسپر کہ ہے یہ سخت خستہ حال نہیں باقی کچھ اسمیں عافیت اور تاب و طاقت ہے

خزاں آئی ہے کھیتی پر ہوئی ہے فصل سب ابتر
ترا ابرِ کرم برسے تو ہر دم خیر و راحت ہے

لائق علماء کی کمی

آپ نے سندھ و پنجاب کے کئی قومی جلسوں میں دیکھا ہوگا کہ ہمارے واجب الاحترام مولانا اکرام الدین صاحب بخاری اور قاری شاہ سلیمان صاحب اور مولوی عبدالرسول صاحب[1] وغیرہ وغیرہ اہل مجلس کو بے خود کر دیتے۔ اور لوگوں کے دلوں میں گھر کر کے اپنی مقناطیسی طاقت سے کھینچ لیتے ہیں۔ جانتے ہو کہ اس کا باعث کیا ہے۔ اسکا باعث یہ ہے کہ انکو خداداد خصوصیتوں کے ساتھ اس فن کی مناسب تربیت حاصل ہوئی ہے اور اس پر ایک پُرجوش دل جو محبتِ اسلام اور شوقِ محمدی سے سرشار ہے اضافہ ہے۔ مگر آپ نے دیکھا ہوگا کہ ان کو ایک

[1] اور بھی لائق فائق حنفی عالم ہندوستان میں کہیں کہیں پائے جاتے ہیں لیکن بہت کم۔ راقم الحروف نے ان تین شخصوں کو اکثر اسلامی جلسوں میں وعظ کرتے ہوئے دیکھا ہے اسواسطے صرف ان کا نام ہی لکھا ۱۲۔

ہی جلسے میں کتنی دفعہ آپکے روبرو کچھ کہنا پڑا ہے۔یہی ایک بڑا ثبوت اس بات کا ہر کہ ہمارے پاس بہت سے ایسے بزرگ نہیں ہیں۔ورنہ ان کو اتنی مرتبہ تکلیف نہ دینی پڑتی۔آپ ہی غور فرمایئے کہ چار پانچ اچھے واعظوں سے ہندوستان جیسے بڑے ملک میں جسمیں نو کروڑ سے زیادہ مسلمان آباد ہیں۔کیا ہو سکتا ہے +

انگریزی داں مولویوں کی ضرورت

کئی انجمنوں نے مشتہر کیا کہ ہمیں زمانہ کے مذاق کے چند واعظوں کی ضرورت ہے مگر ہندوستان بدیں وسعت مطلوبہ ڈھنگ کے آدمیوں کے مہیا کرنے سے قاصر رہا +

کچھ عرصہ ہوا کہ ٹرانسوال سے ہندوستان کے مسلمانوں کی طرف درخواست آئی کہ چند ایسے اصحاب کا ایک وفد جنوبی افریقہ میں جہاں بہت سے خوشحال مسلمان تاجر ہیں آئے۔جو انگریزی میں مذہب اسلام پر وعظ کر سکتے ہوں۔لیکن اسکا جواب نفی میں دیا گیا +

ایک دفعہ جنوبی امریکہ سے ایک مسلمان سوداگر نے مشتہر کیا تھا کہ ہمیں ایک انگریزی دان عالم درکار ہے۔کیونکہ یہاں مسلمانوں کی بہت سی آبادی ہوگئی ہے جو مختلف ممالک کے رہنے والے ہیں۔اور جن میں مشترک زبان انگریزی ہے۔مگر اس کا جواب بھی نفی دیا گیا۔اسی طرح جاپان میں ایک خاص شوق تلاش مذہب کا موجود ہو گیا ہے اور وہاں کے لوگ آب حیات مذہب حق کی تشنگی میں العطش العطش پکار رہے ہیں۔مگر کوئی ایسا نہیں جو اسلام کے سرچشمہ رحمت سے پیاسے ہونٹوں تک چند قطرۂ آب پہنچاوے +

یہ اور ایسی بہت سی ملکی اور غیر ملکی ضروریات ہیں جو چاہتی ہیں کہ ذی علم اور باا ثر واعظوں کی جماعت بڑہائی جائے جو موجودہ خموشی کے سناٹے کو مبدل بفغان کردے۔اور مذہب حق کا وہ غلغلہ بلند ہو جسکی تاثیر سے پھر ایک دفعہ دُنیا میں اسلام کی کوک بندھ جائے +

غرض علما و فضلا کو فارغ التحصیل ہونے کے بعد انگریزی وغیرہ رائج الوقت زبان کو بھی

ضرور سیکھنا چاہئے کیونکہ یورپ جیسے ملک میں ان کے حصول کے سوا اشاعتِ اسلام نہیں ہو سکتی آخر جب وہ ہماری نہ سمجھیں اور نہ ہم اُن کی سمجھیں تو افادہ اور استفادہ کیسے ہوگا۔

پیشوایانِ دین نے جو اسلامی دُنیا کے باہر اسلام پھیلایا ہے تو کس طرح پھیلایا بعض خواہانِ اسلام نے اسلامی زبان سیکھنے کے بعد داعیانِ اسلام کو لبیک کہکر اسلام قبول کیا۔ بعض داعیانِ اسلام نے ان لوگوں کی زبان حاصل کر کے ان کو اپنے وعظ و نصائح اور تحریر پُر تاثیر سے متاثر فرمایا۔

تاریخ دانوں کو بخوبی معلوم ہے کہ فارسیوں و تُرکیوں اور چینیوں وغیرہ کی زبانیں در اصل اسلامی بولیاں نہیں۔ اور جب سابق طریقے سے ان میں اسلام داخل ہُوا تو پھر انہیں زبانوں میں اسلامی علوم خود انہوں نے اور دوسرے مسلمانوں نے شائع فرمائے۔ دور کیوں جائیں یونانی فلسفے کی نظیر کو ہی مدِنظر رکھیں۔ علمائے اسلام نے جو اس علم کو اپنی زبان میں مدون فرمایا۔ وہ کس طرح فرمایا۔ صورت تو یہ ہے کہ انہوں نے اوّل اس زبان و علم کو حاصل کیا۔ پھر اس کا ترجمہ عربی زبان میں کر دیا۔ نظر بریں حالات علوم انگریزیہ کی تحصیل کو اگر ضروری قرار دیا جائے تو مضائقہ کیا ہے۔

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ علومِ انگریزیہ پڑھنے سے آدمی گمراہ ہو جاتا ہے یہ خیال بالکل غلط ہے۔ ہاں بیدین انگریزی خوانوں کی ہر وقت صحبت سے ضرور گمراہی ہو جاتی ہے۔ ورنہ دیندار وں کی صحبت میں بیٹھکر کوئی زبان سیکھ لی جائے تو کچھ نقصان نہیں ہوتا۔ چنانچہ فلسفہ یونانی میں جس حالت میں عقول اور ہیولیٰ اور طبیعت کو ازلی و ابدی اور افلاک کو ناقابل خرق و التیام قرار دیا گیا ہے جو بالکل خلافِ اسلام ہے۔ جب اس کے پڑھنے سے علمائے اسلام گمراہ نہیں ہوئے بلکہ انہوں نے اُسکی تردید کی اور اُس کے مقابلے پر علم کلام کو کھڑا کر دیا ہے تو مسلمان باوجود اہل ہونے کے دنیوی اور انگریزی علوم کو پڑھ کر کیا اس کے معقولات باطلہ کی تردید نہیں کر سکتے۔ لہٰذا انگریزی علوم کا جو ترقی دُنیا اور اشاعت اسلام کے لئے فی زمانہ سبب بن سکتے

ہیں پڑھنا لازمی ٹھیرا۔ مگر ہاں پہلے دینی تعلیم کافی ہونی چاہئیے۔ پھر انگریزی وغیرہ تعلیم کے حاصل کرنے کا کچھ خطرہ نہیں ہے۔ اگر دین کو بالائے طاق رکھ کر جیسا کہ آج کل عوام الناس کا دستور ہوگیا ہے انگریزی تعلیم کو حاصل کیا جائے تو پھر اس میں کچھ بھی شبہ نہیں ہے کہ ایسے لوگوں کے خیالات حقیقی اسلام سے کوسوں دور بلکہ ان میں دہریت کی بو پائی جاتی ہے +

خلاصہ یہ کہ ہم کو دینی و دنیوی دونو قسم کے علوم میں کمالیت پیدا کرنی چاہئیے کو دونوں میں حقیقی کمال پیدا کرنا دشوار ہے۔ لیکن کم از کم اتنی تو کوشش ہونی چاہئیے کہ علوم اسلامیہ میں مروجہ کمال کے ساتھ علوم انگریزیہ میں بقدر معتد بہ مہارت ہو تا کہ اہل اسلام تجارت و حرفت میں ترقی کریں اور اسلام کی اشاعت کرسکیں۔ مگر کس اسلام کی؟ نہ اُس اسلام کی جو آج کل خود تیار کیا جاتا ہے[1]۔ نہ وہ اسلام جو جبرئیل علیہ السلام کو قوتِ قدسیہ کہتا ہے۔ نہ وہ اسلام جو بہشت کو صرف راحت سے نامزد کرتا ہے۔ اور نعمائے بہشت کو تمسخر میں اُڑاتا ہے[2]۔ نہ وہ اسلام جو معجزات و خوارق صلحا کو قوتِ دماغیہ مقناطیسیہ کا نتیجہ بتاتا ہے نہیں وہ اسلام جو رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانۂ مبارک سے مُسلّم چلا آیا ہے جسے صرف چند اسلامی مدارس[3] نے اس قدیم اسلام کی خدمت کا بیڑا اُٹھایا ہوا ہے۔ اللہ تعالےٰ انہیں تا قیامت صفحۂ ہستی پر قائم رکھے۔ آمین ثم آمین +

اولڈ فیشن اور نیو فیشن سے خطاب

اب میں دونو گروہوں کی طرف الگ الگ خطاب کرتا ہوں۔ قدیم گروہ کا یہ خیال کہ مدارس موجودہ میں علوم قدیمہ کی تعلیم کافی طور سے ہو رہی ہے۔ اس لئے کسی نئے طرح کے مکتب کی کیا ضرورت ہے صحیح نہیں۔ آپ جانتے ہیں کہ اسلام میں جتنے علم پیدا ہوئے۔ سب زمانے کی خاص خاص ضرورتوں سے پیدا ہوئے۔ مثلاً علمِ کلام۔ صرف اس ضرورت سے پیدا ہوا تھا کہ فلسفہ یونان کی تعلیم نے لوگوں کے مذہبی خیالات متزلزل کر دیئے تھے۔ اس بنا پر آج بھی چونکہ فلسفۂ جدید کی تعلیم نے ہزاروں آدمیوں کو مذہب کی طرف سے بے دل

[1] جیسا کہ فرقۂ قادیانی ۱۲ اور فرقۂ چکڑالوی وغیرہ ۔ ۱۲ [2] جیسا کہ فرقۂ نیچری وغیرہ ۔ ۱۲ [3] جیسا کہ لاہور میں انجمن نعمانیہ اور دہلی کراچی بمبئی ...

کر دیا ہے۔ اس لئے ضرور ہے کہ فلسفۂ جدیدہ کے مقابلہ میں ایک نیا علم کلام ایجاد کیا جائے۔ نہ صرف اسی قدر بلکہ اس بات کی بھی ضرورت ہے کہ جس طرح ہمارے قدما نے یونان۔ مصر۔ ایران اور ہندوستان کے علوم و فنون اپنی زبان میں منتقل کئے تھے۔ اسی طرح یورپ میں جو نئے علوم و فنون ایجاد ہوئے ہیں ہماری زبان میں منتقل کئے جائیں[1]۔

انگریزی خوانوں کا جو گروہ ملک میں موجود ہے۔ اس سے ایک ناواقف شخص اُمورکیا قیاس کر سکتا ہے۔ آج ملک میں سینکڑوں بلکہ ہزاروں اعلےٰ درجہ کے انگریزی تعلیم یافتہ ہیں لیکن کیا ان میں ایک بھی فلسفہ دان ہے۔ منطقی ہے۔ اگر نہیں ہے تو ہمارے علماء اور کیا قیاس کر سکتے تھے۔

بہت بڑی چیز جو علم کا معیار ہے۔ وہ علمی ذوق ہے۔ ہمارے علماء علانیہ دیکھ رہے ہیں کہ انگریزی خواں جماعت میں علمی ذوق بالکل مفقود ہے یعنی ایک شخص بھی علم کو علم کی غرض سے نہیں پڑھتا۔ یہانتک کہ اگر گورنمنٹ کی طرف سے نوکریوں کے لئے انگریزی دانی کی قید اُٹھا لیجائے۔ تو اس سرے سے اُس سرے تک تمام اسکول اور کالج دفعتہً خالی ہو جائیں گے۔ پس اس سے ایک ناواقف شخص خواہ مخواہ یہ قیاس کرے گا کہ انگریزی میں دقیق۔ لطیف نازک اور دلچسپ مسائل علمی نہیں ہیں۔ ورنہ یہ کیونکر ممکن تھا کہ ایک مدت تک مشغول رہنے کے بعد ایک شخص کو بھی علمی ذوق نہ پیدا ہوتا۔

اس بنا پر ہمارے علماء کو انگریزی تعلیم کی طرف متوجہ کرنے کا صرف یہ طریقہ ہے کہ یہ ثابت کیا جائے کہ اس زبان میں بھی علوم و فنون لطیفہ موجود ہیں۔ پس جب ہمارے علماء پر یہ بات ثابت ہو جائے گی کہ یورپین زبانوں میں ہر قسم کے علوم و فنون موجود ہیں اور خود ہمارے اسلامی علوم کے متعلق یورپ نے نہائت بیش بہا تحقیقات کی ہیں تو یقیناً ہمارے علماء یورپ کے علوم و فنون کو بھی اسی ذوق اور سرگرمی سے حاصل کرینگے۔ جس طرح انہوں

[1] دیکھو میری کتاب التوحید اور سوانح عمری رسول مقبول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ (مصنف رح)

نے یونانی علوم و فنون کو حاصل کیا تھا۔
جدید گروہ نے یہ خیال کیا ہے کہ یہ لوگ مسلمانوں کو پھر قدیم تعلیم کے گڑھے میں دھکیلنا چاہتا ہے۔ میرا اصلی مقصد یہ ہے کہ مشرقی اور مغربی تعلیم کی دانڈے ملا دیئے جائیں۔ یہ قطعی ہے کہ جدید تعلیم اسلامی علوم اور اسلامی اثر سے بالکل خالی ہے۔ اس لئے اگر محض جدید تعلیم پر قناعت کی جائے تو مسلمانوں میں قومیت اور مذہب کی روح قائم نہیں رہ سکتی۔
نہ صرف اسی قدر بلکہ جدید تعلیم بجائے خود بھی نوکری اور غلامی کے سوا اور کسی کام کی نہیں انگریز حاکموں نے سینکڑوں بار سطے رؤس الاشہاد کہا کہ علم کو علم کے لئے سیکھو۔ لیکن اس ہدائت اور نصیحت کا کیا اثر ہوا۔ کیا ہندوستان میں اس سرے سے اس سرے تک ایک شخص نے بھی علم کو علم کی غرض سے کبھی پڑھا۔ یا اب پڑھ رہا ہے۔ جدید تعلیم کا جو اسلوب ہے وہ ثابت کر رہا ہے کہ یہ حالت ماضی اور حال پر محدود نہیں بلکہ آئندہ بھی اس فرقے سے کبھی یہ امید نہیں کیجا سکتی کہ وہ علم کو علم کی غرض سے پڑھیں گے۔
اے حضرات۔ یہ خدمت اور یہ فرض جس کی ہدائت بڑے بڑے انگریز حکمرانوں نے کی ہے اس کو وہی غریب اور مسکین گروہ ادا کرے گا۔ جس کو آپ پرانی اور دقیانوسی تعلیم والا کہکر یاد کرتے ہیں۔ اسی غریب گروہ نے ہمیشہ علم کو علم کی غرض سے پڑھا ہے۔ اور یہی اب بھی اس خدمت کو انجام دیگا۔ ہر شخص اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہے کہ عربی علوم و فنون آج کل محض بیکار ہیں اور ان سے دنیاوی معاش کی ضرورت میں کچھ مدد نہیں تاہم آج بھی سینکڑوں ہزاروں طلبا انہیں علوم کی تحصیل میں مصروف ہیں۔ کیوں۔ صرف اس لئے کہ وہ علم کو علم کی غرض سے سیکھتے ہیں۔ نہ زر و مال اور جاہ و جلال کے لئے۔
شاید کسی کو خیال ہو کہ یہ مذہبی جوش کا اثر ہے اور صرف مذہبی خیال سے یہ علوم حاصل کئے جاتے ہیں۔ لیکن ان لوگوں کی نسبت کیا کہے گا جو منطق۔ فلسفہ۔ ریاضی اور ادب کی تحصیل میں نہائت سرگرمی سے مشغول ہیں اور جنہوں نے صرف انہیں علوم میں اپنی عمر بلا

صرف کردی ہیں۔ ان علوم میں کونسا علم مذہب سے تعلق رکھتا ہے ⁜

حقیقت یہ ہے کہ جدید تعلیم یافتہ گروہ کوئی علمی گروہ نہیں بلکہ ایک کاروباری گروہ ہے۔ اور اسی وجہ سے وہ علم کو صرف اس غرض سے پڑھتا ہے کہ کاروبار میں کام آئے۔ اسلئے ان کو علم کی تحصیل سے اصل میں کچھ غرض نہیں علمی گروہ وہی غریب علماء ہیں جو فاقے کرکے علوم کی تحصیل کرتے ہیں صرف اس بات کی ضرورت ہے کہ اس فرقے کو علوم جدیدہ کی ضرورت ذہن نشین کرادی جائے تو پھر یہی گروہ ان علوم جدیدہ کو بھی اسی ذوق شوق اور سرگرمی سے سیکھے گا۔ جس طرح وہ آج علوم قدیمہ کو حیرت انگیز کوششوں سے حاصل کررہا ہے ⁜

عام خیال ہے کہ ہمارے علما انگریزی تعلیم تعصّب کی وجہ سے نہ خود حاصل کرتے ہیں۔ نہ دوسروں کو اجازت دیتے ہیں؟ ہاں اس میں کچھ شک نہیں کہ علماء انگریزی تعلیم سے بالکل الگ ہیں لیکن اسکی کیا وجہ ہے۔ کیا عام خیال کے مطابق اس کی وجہ تعصب ہے۔ اگر تعصب ہی ہے تو ہمارے علماء جن علوم و فنون کی تعلیم میں رات دن مشغول ہیں۔ اور جس کو وہ اپنا مایۂ ناز سمجھتے ہیں۔ کیا وہ اسلامی علوم ہیں مثلاً منطق۔ فلسفہ۔ ریاضی۔ ہیئت۔ یہ وہ علوم ہیں جن کے پڑھنے پڑھانے میں ہمارے علماء کی تمام عمر صرف ہوتی ہے۔ اور علماء اُن علوم کو اسی شوق اور محنت اور سرگرمی سے سیکھتے ہیں۔ جس طرح خالص مذہبی علوم۔ مثلاً تفسیر اور فقہ اور حدیث کو۔ پس جب کہ ہمارے علماء نے تمام غیر قوموں کے علوم و فنون کے حاصل کرنے میں اس قدر بے تعصّبی اور فیاض دلی ثابت کی ہے تو کیونکر کہا جاسکتا ہے کہ انگریزی علوم و فنون کے سیکھنے سے اُن کو تعصب نے باز رکھا ہے بلکہ یہ بات ہے کہ ان کو پورے طور پر معلوم نہیں ہے کہ انگریزی میں بھی ایسے ایسے نادر علم موجود ہیں۔ جن کا ترجمہ عربی فارسی میں آج تک نہیں ہوا۔ ہاں جب ان کو کسی انگریزی دان مسلمان سے واسطہ پڑا ہے تو وہ اس کو بیدین دیکھ کر متنفر ہوگئے۔ اور معًا یہ خیال پیدا ہوا کہ انگریزی تعلیم کا ایسا بُرا اثر ہے کہ آدمی بیدین اور گمراہ ہوجاتا ہے۔ حقیقت میں یہ بات نہیں ہے۔ بلکہ جن مسلمانوں نے اپنی مذہبی تعلیم پورے طور پر حاصل کی ہے۔ ان کے خیالات بالکل متزلزل نہیں

ہوئے۔ بلکہ اور بھی مضبوط اور مستحکم ہوگئے۔ ہاں اسلام میں بعض کاذب اور گمراہ فرقے پیدا ہوگئے ہیں۔ جن کو ایسی حالت میں گمراہ کرنے کا موقع مل جاتا ہے۔ اللہ تعالےٰ تمام مسلمانوں کو صراط مستقیم پر قائم رکھے۔ اور ان گمراہ فرقوں سے محفوظ رکھے۔ آمین ثم آمین ؎

ہے دُعا یا رب یہ با عجز انتم
اُمتِ احمدؐ میں ہو میرا شمار
بندگانِ خاص میں کرلے پسند
شرک و بدعت سے خدایا پاک کر
حُب میں محبوب کی اپنی سدا
سُنتِ نبوی پہ یوں محکم چلوں
آبروئے عزت و دُنیا و دیں
کچھ رہے باقی نہ سُنت کے سوا
عشق میں دونوں کے بس میں چور ہوں
یاد میں تیری مرادم ہو ختم

سُنتِ نبوی پہ ہوں ثابت قدم
اور تیرے بندوں میں اے پروردگار
مہربان ہو میں بہت ہوں دردمند
نارِ دوزخ سے مجھے بیباک کر
جامِ دل لبریز کرکے رکھ سدا
جان دوں پر آن ہاتھ نہ دوں
پاسِ ننگ و عارِ خویش و ہمسریں
تو کفایت ہووے اور خیر الورٰیؐ
اس نشہ میں رات دن سرشار ہوں
نزع کے ہٹ جائیں سب دردوالم

حنفی مذہب اور دیگر نو ایجاد مذہب

حضرات۔ آج کل چاروں طرف مذہبی دُنیا میں آگ کے شعلے بھڑک رہے ہیں اور ہر ایک فرقہ خوابِ غفلت سے بیدار اور ہوشیار معلوم ہوتا ہے۔ چنانچہ غیر اقوام کو چھوڑ کر مسلمانوں کے ہی بعض کاذب اور گمراہ فرقوں کی طرف ذرا نظر اٹھا کر دیکھو کہ اُنہوں نے کس طرح دنیا کے اس سرے سے اُس سرے تک دھوم مچا رکھی ہے اور اپنے اوہامِ باطلہ کے اظہار کے کیسے کیسے بہتر ذرائع اور عمدہ وسائل بہم پہنچائے ہوئے ہیں۔ اور کن کن طریقوں سے سادہ لوحوں کو اپنے دامِ تزویر میں پھنسانے کی کوشش کیجا رہی ہے ؂

اگر غور سے دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ مسلمانوں کے جس قدر مختلف فرقے ہندوستان میں پھیلے ہوئے نظر آتے ہیں۔ ان پر ایک وقت ایسا گذر چکا ہے کہ وہ سب کے سب امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے جھنڈے تلے نشو و نما پاتے تھے۔ لیکن اب ہمارے علماء کی بے توجہی اور خود غرضی سے بعض ہوا پرستوں نے اپنی نفسانی خواہشوں اور تر لقموں کیلئے سچے اسلام سے منہ موڑ لیا ہے اور دیدہ و دانستہ اس دھکتی آگ کا ایندھن ہو گئے ہیں جسکی نسبت ارشاد ہوتا ہے وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ ○

حضرات۔ چونکہ آج کل ہر ایک فرقہ اس کوشش میں سرگرداں ہے کہ ہمارا ہی مذہب عالمگیر مذہب ہو۔ یا ہمارے ہی عقیدے کی تمام دنیا ہو جائے۔ اور ہمارے ہی خیالات والے لوگ بکثرت ہو جائیں لیکن ہمارے حنفی بھائی خواب غفلت میں پڑے ہوئے خراٹے لے رہے ہیں انہیں اتنا بھی پتہ نہیں ہے کہ آج کل مذہبی دنیا میں کیا کچھ انقلاب ہو رہا ہے اور ہم کس قدر کمزور ہوتے جاتے ہیں۔ لیکن ہم بالکل خاموش اور سست بیٹھے ہوئے ہیں۔ ہماری اس سستی اور بے توجہی کا یہ نتیجہ پیدا ہو گیا کہ ہم اپنے سچے اسلام یعنی حنفی مذہب سے بالکل بے خبر ہو گئے۔ اور نہایت ہی سخت کمزوریاں ہم میں پیدا ہو گئیں۔ یہانتک کہ دوسروں کو یہ کہنے کا موقع ملا۔ کہ بھائی حنفی تو وہ ہوتے ہیں جو نہ کبھی نماز پڑھیں۔ نہ روزہ رکھیں۔ نہ حج کریں۔ نہ زکوٰۃ دیں۔ بلکہ شرک و بدعات میں مبتلا رہیں۔ علاوہ ازیں پھر یہ کہتے ہیں کہ جیلخانوں میں جاکر دیکھو تو کثرت سے حنفی مسلمان ہی نظر آتے ہیں۔ قمار بازوں میں جاکر دیکھو تو سب میں اول نمبر حنفی مسلمانوں کا ہے چوروں اور بدمعاشوں میں جاکر دیکھو تو ان میں بھی حنفی مسلمانوں کی کثرت ہے۔ رنڈیوں اور رنڈی بازوں کی پڑتال کرو تو ان میں بھی حنفی مسلمانوں کی کثرت ہے۔ ہندؤں کے تہواروں بساکھی۔ ہولی وغیرہ میں جاکر دیکھو تو ان میں بھی حنفی مسلمانوں کی کثرت ہو گی۔ مقدمہ بازوں میں جاکر تفتیش کرو تو ان میں بھی حنفی مسلمانوں کی تعداد زیادہ ہو گی۔ آتشک اور سوزاک کی بیماریوں میں مبتلا دیکھو گے تو ان میں بھی حنفی مسلمان ہی نظر آئیں گے۔ غرضکہ جس قدر مذموم اور قبیح پیشے ہیں

ا۔ کا ترجمہ یہ ہے:۔ ڈر و آگ سے جس کا ایندھن آدمی (کافر) اور پتھر (بت) ہیں تیار ہے کافروں کے لئے ۱۲

و دیگر سب حنفی مسلمانوں نے ہی اختیار کر رکھے ہیں۔ یہ بات کسی قدر بالکل سچ ہے۔ گو جس فرقے کی زیادتی ہو گی۔ وہ ہر ایک نیک و بد میں اوّل نمبر ہوگا۔ لیکن بڑی وجہ یہ ہے کہ ہم نے حنفی علماء و فضلا کی قدر و منزلت کو چھوڑ دیا اور وہ بھی ہماری طرف سے بے پرواہو گئے۔ حتےٰ کہ انہوں نے اپنی اولاد کو بجائے دینی تعلیم کے دنیوی تعلیم دلوا کر اعلےٰ اعلیٰ عہدوں پر ممتاز کرا دیا۔ اگر کچھ عرصہ تک یہی سلسلہ قائم رہا اور قوم کی اسی طرح بے پروائی اور بے اعتنائی رہی تو یاد رکھنا کہ ایک دن ایسا آجائے گا۔ کہ قوم کو ہند میں کوئی حنفی عالم نہیں مل سکیگا۔ گو اب بھی یہانتک نوبت پہنچ گئی ہے کہ سوائے معدودے چند حنفی علماء کے کوئی متبحر اور علامہ عالم فاضل نظر نہیں آتا۔

حضرات۔ دشمن تو اس بات کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں کہ حنفی مذہب کا نام و نشان ہی صفحہ ہستی سے ہٹ جائے۔ لیکن ایک ہم ہیں کہ اتنا بھی نہیں جانتے کہ ہم کس کے پیرو ہیں اور وہ کس پایہ کے بزرگ تھے۔ اور انہوں نے اس دُنیا میں آکر کیا کیا کام کیا۔ ہم نے کیوں امام صاحبؒ کے مذہب کو قبول کیا۔ کیا آج کل کا فلسفہ حنفی مذہب کے مخالف ہے۔ کیا فقہ حنفیہ قرآن و احادیث کے مخالف ہے۔ کیا امام صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے قرآن و حدیث کے برخلاف اپنا اجتہاد کیا تھا۔ کیا امام صاحبؒ قرآن مجید و احادیثِ نبویہ سے ناواقف تھے۔

مسلمانو۔ خوب یاد رکھو کہ امام صاحبؒ تو قرآن مجید اور احادیث نبویہ کے ایسے ماہر اور واقف تھے کہ دیگر مذاہب کے بڑے بڑے متبحر علمائ و فضلا بھی آپکے علم و فضل کے مدّاح ہو گندے ہیں۔ اور آپ کی تعریف میں انہوں نے سینکڑوں کتابیں لکھ ڈالیں۔ جس کا ذکر ہم آگے چل کر بڑی شرح و بسط کے ساتھ کرینگے۔

حضرات۔ جاگئے۔ اور خوابِ غفلت سے بیدار ہو کر اپنی آنے والی نسل کا انسداد کیجئے۔ ورنہ اگر یہی صورت رہی تو یاد رکھنا کہ تمہارا ہم خیال دُنیا میں کوئی نظر نہیں آئے گا۔

جانتے ہو کہ کیوں تمہارے بچے لامذہب اور بیدین ہو رہے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ تمہارے

ہاں کوئی مجلس نہیں ہے کہ جسمیں وہ حنفی مذہب کی ایسی اعلےٰ اور پاک تعلیم حاصل کرسکیں جہاں انہیں زمانہ کی رفتار سے کماحقہٗ واقفیت ہوجائے۔ اور نیز مخالفوں کے اعتراضات کی بوچھاڑ کو روک سکیں۔ اور اپنی سچائی اور صداقت سے مخالفوں کے دہان پر مُہرِ سکوت لگاسکیں ؛

مسلمانو ابھی تک تم میں رمقِ جان باقی ہے۔ اب بھی سب کچھ ہوسکتا ہے۔ اگر تم سنبھل جاؤ۔ جس قدر موجود ہو سب مل کر کوشش کرو۔ انشاءاللہ تعالےٰ تم سب فرقوں پر غالب آجاؤ گے جیساکہ اللہ تبارک وتعالےٰ ارشاد فرماتا ہے وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ؕ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا ؕ غرض اپنے بچوں کو حنفی مذہب کی تعلیم دلواؤ۔ اور ان کے دل میں اسی مذہب حقہ کی خوبی ذہن نشین کرو۔ اور ان کے شکوک واعتراضات کو رفع کرو۔ اپنے میں حنفی علما پیدا کرو۔ جسکی قوم کو بڑی ضرورت ہے۔ میرے خیال میں یہ احتیاج اس طرح رفع ہوسکتی ہے کہ جس طرح دیگر فرقوں نے اپنی اپنی مجالسیں قائم کی ہوئی ہیں۔ تم بھی شہر شہر قصبہ قصبہ اور گاؤں گاؤں حنفی مجالس قائم کرو۔ تاکہ تم بھی اپنے مذہب کی کماحقہٗ اشاعت کرسکو ؎

اے اہلِ دیں اُٹھو اب توسو چکے	عمر گراں بہا کا بہت حصہ کھو چکے
اب کیا رہا ہے جس پہ تغافل یہاں تک	بارِ گناہ سے کاہل وجاہل تو ہو چکے

اب میں ان علماء کی طرف مخاطب ہوتا ہوں جو اپنے آپ کو خواہ مخواہ حیطۂ اسلام میں داخل سمجھتے ہیں حالانکہ ان کو اسلام سے کچھ بھی سروکار نہیں ہے۔ وہ تو ابنِ درہم وابنِ دینار ہیں۔ جہاں سے ان کو روپیہ پیسہ ملے وہی ان کا مذہب وہی انکا طریقہ ہے۔ علاوہ ازیں بعض نے اپنے آپ کو چاردانگ عالم میں تشہیر کرنے کیلئے ایک نیا ڈھنگ نکالا ہوا ہے۔ وہ یہ کہ ایک نیا طریقہ بناکر ایک نئے مذہب کی بنیاد ڈال دیا۔ لہذا وہ علماء جو آئے دن نئے نئے مسائل گھڑ گھڑ اور نئے نئے مذاہب نکالتے رہتے ہیں۔ اور عوام میں ایک قسم کا اضطراب اور بد اعتقادی پھیلاتے رہتے ہیں۔ اُنہیں للّٰہ رحم چاہئے کہ کیا اسلام میں پہلے کچھ کم مذاہب نکلے ہوئے ہیں۔ جو اب اُن کی ضرورت ہے۔ بخدائے لایزال کہ اس تفرقہ نے مسلمانوں کو بڑا ہی سخت ضعف پہنچایا اور

ان کی رہی سہی طاقت کو اس نے پائمال کر دیا ہے

پوچھئے کیا ہو مسلمانوں کا حال منتشر اجزا سب اُن کے ہو گئے

تب ہی تو اللہ تعالیٰ نے سورہ انعام کے آخر میں ارشاد فرمایا:۔ اِنَّ الَّذِیْنَ فَرَّقُوْا دِیْنَهُمْ وَكَانُوْا شِيَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِيْ شَيْءٍ یعنی جن لوگوں نے راہیں نکال لیں اپنے دین میں اور بن گئے کئی فرقے تجھ کو ان سے کچھ کام نہیں۔ کیونکہ وہ لوگ اسلامی طریق سے باہر ہیں تو جس قدر انہوں سے نقصان پہنچا ہے اس قدر غیروں سے نہیں پہنچا ۔

ہر کس از دستِ غیر مے نالید سعدی از دستِ خویشتن فریاد

خدا کیلئے ایسے مہربانوں کو لازم ہے کہ اُمتِ مرحومہ و خیر الامم کے لئے بھیڑیا نہ بنیں۔ بلکہ چرواہا بنیں اور اُن کی نگہبانی کریں ؛

حضرات ہمیں نہایت افسوس اور سخت رنج ہے کہ اسلام کی وہ نورانی شعاعیں جو آفتاب جہانتاب کی طرح ہر ایک قسم کی ظلمتِ کفر و شرک کو دور کرنیکے لئے ہادیٔ کامل اور مرشد کمل (صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم) اُمتِ مرحومہ میں چھوڑ گئے۔ وہ آج گدلا اور ظلمت کدہ ہو رہا ہے وہ لقبِ خیر الامم جو ہمیں اُس مولا کی دربار سے عطا ہوا تھا وہ آج عصیان اور کفران سے مبدل ہوا نظر آتا ہے۔ جس اسلام نے ہمیں وحدت سکھلائی وہی آج تفرقہ کا بانی ہو رہا ہے۔ افسوس ہماری یہ بدبختی اور بدعملی اس مصفا اور روشن چشمے کو کیسا غیر قوموں کے سامنے گدلا اور سیاہ چشمہ پیش کر رہی ہے۔ جب تک بیدین اور گمراہ علما اپنی شرارتوں سے باز نہیں آئیں گے۔ یا اُن علماء کے خیالات فاسدہ کی پورے طور پر بیخکنی اور تردید نہ کیجائے گی۔ ہم اپنی آئندہ نسلوں کے مذہبی خیالات کی حفاظت نہیں کر سکیں گے ؛

کامل مذہب

مسلمانو خوب یاد رکھو کہ دین اسلام بالکل کامل ہو چکا۔ اب اس میں نئی ایجادیں نئے الہام[1]

[1] یعنی وہ الہام جو شریعت کے خلاف اور سلف صالحین کے مخالف ہو وہ دمدمہ شیطانی ہے۔ ایسے ملہموں سے بچنا چاہئے۔ (مصنف رح)

کی کوئی ضرورت نہیں ہے چنانچہ اللہ تعالےٰ ارشاد فرماتا ہے اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا ۚ یعنی آج کے دن میں نے پورا کر دیا ہے دین اور مذہب کو اور تم پر اپنی نعمت کو کامل کر دیا۔ اور اسلام کے مذہب کو تمہارے لئے پسند اور گوارا کر لیا +

پھر ایک اور مقام پر ارشاد ہوتا ہے مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِکُمْ وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ یعنی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم مردوں میں کسی کے باپ نہیں۔ بلکہ وہ اللہ کے رسول اور سب نبیوں کی مُہر ہیں +

بعض قراء نے خَاتَمَ کو خَاتِمَ بکسر تا پڑھا ہے۔ پس اس تقدیر پر یہ معنی ہوئے کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب نبیوں کے پچھلے نبی ہیں کہ آپ کے بعد اور کوئی نبی نہ ہوگا +

پہلی تقدیر پر یہ معنی ہوئے کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سب نبیوں کی مُہر ہیں کہ آپکے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔ اور سلسلۂ نبوت آپ پر ختم ہو چکا جس طرح کسی چیز کا مُنہ بند کر کے اُسپر مُہر لگا دیتے ہیں۔ اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نبوت کے سلسلہ پر مُہر ہیں کہ اب بعد مُہر آپ کے اُس سلسلہ میں کوئی داخل نہ ہوگا +

صحیح بخاری و صحیح مسلم میں مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا خُتِمَ بِیَ الرُّسُلُ یعنی رسالت مجھ پر تمام ہو گئی صحیح ترمذی میں مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ یعنی میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا +

غرض رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں۔ آپکے بعد کوئی اور نبی نہیں آئے گا اسکی وجہ یہ ہے کہ انسان کی ترقی کیواسطے اللہ تعالیٰ کے علم میں ایک حد مقرر تھی۔ جوں جوں وہ حد ترقی کے قریب ہوتی گئی۔ تو شریعت مذہب۔ قانون۔ اخلاق بھی ترقی کرتا گیا۔ یہانتک کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں قانون۔ اخلاق شریعت کامل ہو گئی۔ اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ اب کسی اور نبی کے آنے کی ضرورت باقی نہیں اور اس لئے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم خاتم النبیین[1] ہیں +

[1] مسئلہ ختم نبوت کو بڑی شرح و بسط کے ساتھ سوانح عمری رسول مقبول میں لکھا گیا ہے۔ (مصنف عفی عنہ)

غرض۔ خدا کا دین کامل ہو چکا۔ اُسکی نعمت پوری ہو چکی۔ اب اسمیں ایک ذرا برابر کمی بیشی یا تغیر و تبدل کی گنجائش نہیں۔ ذرا سمجھنے کی بات ہے کہ بادشاہِ وقت کے قوانین میں رعایا کو کیا اختیار ہے کہ وہ ترمیم و تنسیخ کرے۔ اور اگر کوئی ایسا کرے تو یقیناً وہ بادشاہ کے نزدیک ایک بہت بڑے سنگین جرم کا مرتکب اور اعلےٰ درجہ کا سرکش اور باغی سمجھا جائے گا۔ اگر تغیر و تبدل کا اختیار کسی کو ہے تو وہ خود ہی بادشاہ کو ہے۔ جس نے وہ قانون بنایا ہے۔ کسی دوسرے کو اس میں کچھ بھی دخل نہیں۔ اسی طرح قانون الٰہی میں ہم تغیر و تبدل کرنے والے کون۔ اور اسکی ترمیم و تنسیخ کرنے کا ہمیں کیا اختیار ہے؟

خداوند حکیم نے اسلام کو دُنیا کے لئے آخری شریعت قرار دیا ہے اور اسکی پابندی دُنیا کیلئے جب تک کہ دُنیا کی بقا ہے لازم کر دی ہے۔ پھر بھلا ایسی شریعت میں کسی قسم کی فروگذاشت اور کوئی امر قابلِ ترمیم و تنسیخ کیونکر ہو سکتا۔ حاشا ثم حاشا۔ اس امر کو کبھی وہ شخص تسلیم نہیں کر سکتا۔ جو اسلام کو ربانی شریعت اور اس کے احکام کو الٰہی احکام سمجھتا ہے۔ ہاں آج کل کے گمراہ فرقے قرآن مجید کی ترمیم کر کے اپنے دعاوی کو ثابت کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اللہ تعالےٰ اُن گمراہ فرقوں سے مسلمانوں کو محفوظ رکھے ؎

بیدینوں سے تو ہم کو محفوظ رکھیو	ہمیں روزِ محشر کا کھٹکا بڑا ہے
تو اللہ ہے میرا میں بندہ ہوں تیرا	ترے در کا مجھ کو سہارا بڑا ہے

مسلمانو۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس پاک شریعت کی تبلیغ فرمائی اور جس نور کو آپنے ملک عرب میں پھیلایا اور پھر وہ نور مبارک عرب سے نکل کر تمام اقصائے عالم میں پھیلا اور سعادت مند گھروں میں اُسکی روشنی پہنچی۔ وہ پاک شریعت ایک ہی ہے اور اس نورِ مقدس کی روشنی ایک ہی رنگ کی ہے۔ اب جو اسلام میں متعدد فرقے پیدا ہو گئے ہیں اور ہر ایک فرقہ یہی کہتا ہے کہ اسلام کے حقیقی وارث ہم ہی ہیں۔ یہ بات پہلے نہ تھی اور نہ ہی یہ اختلافات تھے نہ ہی یہ فرقہ بندیاں تھیں بلکہ سب کے سب ایک ہی راہ پر تھے اور وہ راہ نہائت صاف اور

سیدھی تھی۔ اور ہر طرح کی آلائش اور مفاد وفاسد سے مُنزّہ اور پاک تھی +

آج کل تو چالاک[۱] لوگوں نے ایجاد مذہب کو روٹی کمانے کا ذریعہ سمجھ رکھا ہے۔ اور محض ترلقموں اور چرب نوالوں کی خاطر آیات اور احادیث کا گلا گھونٹ کر سبز باغ دکھایا جاتا ہے۔ اسی واسطے آئے دن حشرات الارض اور سوسمی بخار کی طرح نئے نئے مذہب ایجاد ہو رہے ہیں عوام الناس کالانعام ان کی چکنی چپڑی باتوں کے پھندے میں پھنس جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو ان عیاروں اور دھوکے بازوں اور منافقوں اور گمراہوں کے دام تزویر سے محفوظ و مصون رکھے۔ آمین ثم آمین ؎

اے بسا ابلیس آدم روئے ہست　　پس بہر دستے نباید داد دست

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی اُمّتِ مرحومہ کو بالکل صاف اور سیدھی راہ پر چھوڑ کر دربارِ عام سے دربارِ خاص میں چلے گئے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین کا زمانہ اسی یکرنگی میں گذر گیا۔ چنانچہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے اپنے آخری حج سے لوٹتے وقت خطبہ میں فرمایا کہ اے لوگو تم ایسے روشن راستے پر چھوڑ دیئے گئے ہو جس کی رات بھی دن ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالےٰ عنہم میں باہم جھگڑے مناقشے اور آخری وقت میں خونریز لڑائیاں بھی ہوئیں۔ مگر مذہبی اختلاف کا نام تک نہ آنے پایا۔ ایک دوسرے کو مومن کامل الایمان جانتے رہے اور سب اسی ایک راستے پر چلتے رہے۔ جس پر اُن کے ہادی برحق رصلے اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے انہیں چھوڑا تھا۔ ہاں ان میں معمولی فروعی اختلاف ضرور تھا جس بنا پر حنفی۔ مالکی۔ حنبلی اور شافعی مذہب کی بنیاد پڑی۔ درحقیقت یہ چاروں فرقے ایک ہی ہیں کیونکہ اصول میں انکا کوئی اختلاف نہیں ہے۔ برعکس اس کے آج کل کے نو ایجاد مذاہب کے اصولوں میں سخت اختلاف ہے جس کے باعث ان کو اہل سُنّت والجماعت کے گروہ سے خارج کیا گیا ہے + خدا کا شکر ہے کہ ہر زمانہ میں ایک بڑی جماعت اسی راہِ راست اور صراطِ مستقیم پر قائم رہی

[۱] چالاک لوگوں کا حال میں نے قیام امام مہدی اور نزول عیسیٰ میں مفصّلاً لکھدیا ہے جسکی قیمت ۸ر ہے۔ قابل دید کتاب ہے۔ مصنف (؟)

جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالےٰ علیہم کے مبارک عہد میں تھی کبھی کسی زمانہ میں اس سوادِ اعظم سے زیادہ کیا معنی اسکی برابری بھی کوئی فرقہ اپنی تعداد کو نہیں کر سکا۔

رہی یہ بات کہ اس قدر مختلف فرقوں میں یہ تو ممکن نہیں ہے کہ اسلام کا حقیقی مصداق سب کو سمجھ لیا جائے۔ پس لامحالہ ان میں سے ایک ہی اپنے دعویٰ میں سچا اور ٹھیک ہوگا۔ لہذا سچے مذہب کی شناخت کا معیار یہ ہے کہ جسکی تصدیق قرآن مجید اور احادیثِ نبویہ اور اجماعِ اُمّت کرے۔ وہ مذہب صحیح اور من جانب اللہ ہے۔ ورنہ وہ خارج از اسلام ہے۔ مولانا روم رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

علم دیں فقہ است و قرآن و حدیث ہر کہ خواند غیر زیں گردد خبیث

یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ قرآن مجید اور احادیث نبویہ اور اجماعِ اُمّت سے اپنی حقیت ثابت کرنے کا حوصلہ صرف اہلِ سُنّت والجماعت کے سوا کسی اَور فرقہ میں نہیں ہے۔ اگر کسی کو اس امر کے یقین کرنے میں تامّل ہو تو وہ اپنے تجربے اور اس کتاب اور میری دیگر تصانیف کے مطالعہ کرنے سے بخوبی معلوم کر لیگا۔ کہ حقیقی اسلام اہلِ سُنّت والجماعت کے ان چار مجتہدانِ دین یعنی امام اعظم رح۔ امام مالک رح۔ امام احمد حنبل رح۔ اور امام شافعی رح کے معمولی فروعی اختلاف میں دائر اور محدود ہے۔ جن میں سے زیادہ محتاط محقق اور مقبول فے الخلائق امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ کا مذہب ہے۔ جن کے اقوال اکثر عقل و نقل اور قرآن مجید اور احادیث صحیحہ کے مطابق ہیں۔ جس کا ثبوت اس کتاب کے مطالعہ سے ناظرین پر منکشف ہو جائے گا۔

راقم الحروف نے محض نیک نیتی اور سچی عقیدت سے حنفی مذہب کے ہر ایک مسئلہ کو احادیث نبویہ سے تطبیق دینے کا بیڑا اُٹھایا ہے۔ انشاء اللہ العزیز جب تک میری قلم میں تاب و طاقت ہے اس خدمت کی بجاآوری میں کوتاہی نہیں کرونگا۔ اگر عمر نے وفا کی تو اس سلسلہ میں سینکڑوں کتابیں تصنیف و تالیف کر دیجائیں گی۔ گو آج کل کے اشتہاری مذہب صداقتِ اسلام بالخصوص حنفی

مذہب کے مٹانے کے درپے ہیں لیکن جس مذہب کا خود ذاتِ باری محافظ و نگہبان ہو اُسکو کون
مردود مٹا سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج تک حنفی المذہب علماء و فضلاء کے مقابلہ میں کوئی بھی مردِ
میدان بن کر نہیں آسکا۔ اگر کہیں مقابلہ ہوا بھی تو فتح و نصرت حنفیوں ہی کو ہوئی ہے۔ کیوں نہ ہو
اللہ تعالےٰ اپنے پاک کلام میں ارشاد فرماتا ہے۔ وَقُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا

ناظرین خود بنفسِ نفیس اس کتاب کی اوراق گردانی سے مذہب حقہ کے دلائل عقلیہ و نقلیہ کو
بنظرِ انصاف دیکھ کر اندازہ لگالیں گے کہ واقعی سب سے زیادہ محتاط اور سچا مذہب یہی حنفی مذہب ہے
کیونکہ امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ نے جس قدر مسائل قرآن و احادیث سے استنباط کئے ہیں وہ عین
ارشادِ رسول ؐ کے مطابق ہیں۔ بالخصوص مسائلِ نماز اور ترکیب نماز میں آپنے اس قدر تحقیق
کرکے دکھلادیا کہ وہ نماز جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ آلہ وسلم نے مرضِ وصال میں پڑھی تھی وہ
بعینہٖ اسی نہج اور طریق پر تھی جسکو آپنے اپنی خداداد لیاقت اور روحانی تصرف اور تابعی ہونے
کی وجہ سے نہایت تحقیق سے چھان بین کرکے چاردانگ عالم میں مشتہر کردیا۔ پھر تو آپکے مذہب
میں عوام کیا خواص جوق در جوق شامل ہونے شروع ہوگئے حتّٰی کہ مشرق سے مغرب تک آپکا مذہب
ایسا مقبولِ عام ہوا کہ کروڑہا لوگ آپکے نام لیوا اور معتقد جابجا پیدا ہوگئے۔ سہ

چمکتا ہے جہان میں آفتاب نورِ حنفی ہر طرف — کہ اسکے دیکھنے سے منکروں کو سخت حیرت ہو
گروہِ دشمناں اسکی چمک سے خیرہ ہوتے ہیں — نہیں شپّر کو سورج کے مقابل تاب و طاقت ہے

اس زمانہ میں بعض لوگوں نے خلاف حق یہ طریقہ اختیار کیا کہ اپنی ہوائے نفس کے موافق
جو حدیثیں دیکھ لیں اُسپر عمل کرنے لگے اور عوام الناس کو جو مقلد مذہب معیّن کے تھے اپنی خواہش
کی طرف بلانے لگے تو رفتہ رفتہ اُن کا ایک فرقہ ہی الگ بن گیا۔ اور جو لوگ مقلّد تھے اُن کو ہر مسئلے
کے متعلق سمجھانے لگے کہ اس مسئلہ میں تمہاری کوئی دلیل نہیں۔ لیکن جسپر ہم عمل کرتے ہیں
اسکے متعلق مشکوٰۃ۔ ترمذی بخاری وغیرہ میں صریح حدیثیں موجود ہیں۔ چونکہ اس وقت کے عوام
علماء کو احادیث حنفیہ سے واقفیت نہ تھی۔ اس واسطے وہ لوگ ان کے پھندوں میں پھنسنے شروع

ہوئے تو بعض اکابر حنفیہ نے اس گروہ کی سرزنش کے لئے توجہ کی۔ چنانچہ جابجا بحث مباحثے ہونے لگے اور یہ لوگ شکست پر شکست کھانے لگے حتیٰ کہ یہ لوگ حنفی علماؤں کے بحث مباحثے سے کوسوں دور بھاگنے لگے۔ اور انشآء اللہ تعالےٰ کبھی بھی حنفیوں کے مقابلہ میں نہیں آسکیں گے +

چونکہ اس وقت تک کوئی ایسی کتاب جامع نہ تیار ہوئی جسمیں اس فرقے کے لئے کافی مصالحہ ہو۔ اس واسطے اس عاجز ہیچمدان نے یہ ارادہ کیا کہ کوئی کتاب اس قسم کی تالیف کرنا لازم ہے جسمیں ہر مسئلے کی دلیل قرآن شریف اور احادیث صحیحہ سے مذکور ہو تاکہ ان حدیثوں کو متقلدین مذہب حنفیہ حفظ کر کے ان لوگوں کو الزام معقول دے سکیں۔ اور ان ہوا پرستوں کے دھوکوں اور وساوس شیطانی سے بچ جائیں۔ اور ان اشعار کے مطابق جیسا کہ میرا عقیدہ ہے اپنا عقیدہ درست کرلیں۔ پھر انشاء اللہ تعالیٰ بلاحساب بہشت میں داخل ہوجائیں گے ؎

بندۂ پروردگارم امت احمد نبیؐ	دوستدار چار یارم تابع اولاد علیؓ
مذہب حنفیہ دارم ملت حضرت خلیلؑ	زیر پائے غوث اعظم خاکپائی ہر ولی

سبب تصنیف و تالیف

غرض اس کتاب کی تالیف سے یہ ہے کہ مخالفین مذہب حنفیہ حضرت سیدنا الفقیہ الامام الاعظم امام الائمہ ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مسائل اور مذہب پر طعن و تشنیع سے باز رہیں۔ اور منہ اٹھا کر ان کو برا بھلا نہ کہیں۔ امام ابوحنیفہ رہ کا فضل وکمال اور ان کا زہد و تقویٰ۔ ان کا علم و اجتہاد دنیائے اسلام پر روز روشن کی طرح واضح ہے ان کو برا کہنے والا درحقیقت اپنی فرومائگی ظاہر کرتا ہے۔ ظاہر ہے کہ آفتاب کو سیاہ کہنے والا سوائے لقب کور چشمی کے اور کیا حاصل کرسکتا ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ محدثین کے شیخ الشیوخ اور استاذ الاساتذہ ہیں ان کو برا کہنے والا اپنے شیوخ اور شیوخ کے شیوخ پر تبرا کرتا ہے اور اس کا جو وبال اسے پہنچے گا اسکی تشریح کی حاجت نہیں ؎

چمکتا ہے جہاں میں آفتاب نور حنفی ہر طرف	کہ اسکے دیکھنے سے منکروں کو سخت حیرت ہے

گروہِ دشمناں اسکی چمک سے خیرہ ہوتے ہیں		نہیں شپّر کو سورج کے مقابل تاب و طاقت ہے

حضرات میں نے اس کتاب کی تصنیف وتالیف کرتے وقت جس قدر تکالیف اور مصائب اُٹھائی ہیں وہ تو اللہ تعالےٰ ہی جانتا ہے۔ لیکن اتنا عرض کر دینا مناسب اور ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اس مضمون پر آج تک جس قدر کتابیں طبع ہو چکی ہیں خواہ وہ عربی زبان میں تھیں یا فارسی یا انگریزی یا اردو میں ان سب کا مطالعہ کیا ہے۔ کتب صحاح کے علاوہ دیگر کتب حدیث۔ قرآن مجید کی اکثر تفاسیر، فقہ اور اصول فقہ کی تمام کتابیں دیکھنے کے علاوہ بڑے بڑے متبحر اور جید حنفی علمائے وفضلا کی قلمی امداد اور استعانت سے "نماز حنفی" کو مُدلّل باحادیث نبویہ اور مکمل بمسائل جزئیہ کیا گیا ہے یعنی نماز حنفی کے ہر ایک فقہی مسئلہ کو احادیث نبویہ سے تطبیق دی گئی ہے اور نماز کے تمام جزئی مسائل کو ایک جا فراہم کیا گیا ہے غرض اسمیں کوئی ایسا چھوٹے سے چھوٹا اور بڑے سے بڑا مسئلہ جو نماز کے متعلق ہو فروگذاشت نہیں کیا گیا۔ گو ممکن ہے کہ بشری تقاضا کی وجہ سے کوئی مسئلہ میری نظر سے رہ گیا ہو اور اُس کو میں نے درج نہ کیا ہو۔ اگر ناظرین بانمکین کوئی ایسا مسئلہ دیکھیں تو خاکسار کو براہِ راست مطلع فرمادیں تاکہ دوسرے ایڈیشن میں اس فروگذاشت کو درست کر دیا جائے۔ اور شکریہ کے ساتھ اُن کا نام نامی بھی حاشیہ میں درج کیا جائے گا۔

غرض حنفیوں کی آسانی اور سہولت کے واسطے نماز حنفی مُدلّل ومکمل کو متعدد حصوں میں شائع کیا جاتا ہے۔ ع گر قبول اُفتد زہے عزو شرف

اس کتاب مکمل یعنی نماز حنفی مُدلّل میں مفصلہ ذیل عنوان ہونگے احکام جمعہ واحتیاط الظہر کی مفصل مُدلّل ومکمل تشریح۔ مسائل الوضو مُدلّل ومکمل۔ مسائل الاذان مُدلّل ومکمل۔ ضرورت نماز مُدلّل ومکمل۔ ترغیب جماعت مُدلّل ومکمل۔ وعید بے نماز ان مُدلّل ومکمل۔ فضائل نماز مُدلّل ومکمل۔ ترکیب نماز حنفی مُدلّل ومکمل۔ فضائل المسجد مُدلّل ومکمل۔ نماز حضوری اور اسرار نماز مُدلّل ومکمل۔ احکام نماز مُدلّل بفلسفہ وسائنس وغیرہ وغیرہ ۔

	غرض نقشے است کز ما یاد ماند	کہ ہستی را نمے بینم بقائے	

التماسِ مُصنّف

اہلِ علم و فہم سے اُمید و توقّع ہے کہ وہ اس کتاب کے الفاظ و عبارت پر خردہ گیری نہیں کرینگے۔ بلکہ اگر اس میں کہیں سہو و غلطی دیکھیں گے تو اسے دامنِ لطف و کرم سے چھپائیں گے کیونکہ سہو و نسیان لازمۂ بشریت ہے ؎

غلامِ ہمّتِ آں ناظرینِ باکرمم　　　　که یک صواب به بینند و صد خطا پوشند

اور مقصود کو پیشِ نظر رکھکر طاعات و معاصی کے ثمرات دنیا اور آخرت کو سمجھینگے اور پچھلے گناہوں سے توبہ کرکے آئندہ کے لئے استقامت علی الطاعات اور اجتناب سیئات کا عزم بالجزم دل میں جمائیں گے۔ اور جو حضرات اس کتاب سے فائدہ اُٹھائیں وہ اس دُور افتادہ کے حق میں سچے دل سے فلاحِ دارَین کے لئے دعائے خیر فرماکر عند اللہ ماجور اور عند الناس مشکور ہوں۔ جو کوئی میرے لئے ایک دفعہ بھی دُعا کرے گا۔ میں بھی اُس کے حق میں غائبانہ دُعائے خیر کرتا رہونگا ؎

بتحقیق من در زمانِ حیات
بدرگاہِ پروردگارِ احد
پئے آنکہ روزے نماید دُعا
بفضلِ خودش جملہ مقصد برآر

دُعا میکنم روز و شب تا وفات
من از غائبِ طاقتِ سعیِ خود
بنجیر نکوئی در احوالِ ما
زکارِ بدش روز و شب دُور دار

سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ۝

خداوندا۔ تُو اپنے کلامِ پاک کی بدولت اور اپنے محبوب سیدنا و شفیعنا و حبیبنا احمد مجتبیٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آل و اصحاب رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اور اپنے ولیوں اور جان نثاروں اور شہیدوں اور علمائے صالحین و متقین کے طفیل اس ناچیز و ناکارہ کی کتاب کو مقبول نفع الخلائق

اطلاع۔ "نمازِ حنفی مُدلّل" غالباً بارہ یا سولہ حصوں میں دو ڈھائی ہزار صفحہ پر ختم ہوگی۔ امید ہے کہ حنفی بھائی مستقل طور پر ان کے باقی حصوں کے لئے درخواستیں بھیجکر خاکسار کی حوصلہ افزائی کرینگے۔ اور انشاء اللہ العزیز مکمل کتاب ایک سال تک شائع ہوجائیگی ۱۲ (مصنف ۱۲) "نمازِ حنفی مدلل" کے باقی حصے اگر کسی صاحب کے پاس ہوں تو اطلاع دیں تاکہ وہ شائع ہوسکیں

فرما جس طرح تو نے میری دیگر تصانیف کو مقبول و پسندیدۂ خواص و عوام کیا۔ اور اپنے فضل و احسان سے اس میں ایسی برکت و اثر عطا فرما کہ جو بندۂ مومن خلوص نیت اور حسن عقیدت کے ساتھ تیری درگاہِ عالی میں رجوع ہو کر اس کتاب سے منتفع اور مستفید ہونا چاہے وہ کامیابی کے ساتھ منزلِ مقصود تک پہنچ جائے۔ اور صراطِ مستقیم پر قائم ہو کر بلا پس و پیش جنت الفردوس میں داخل ہو جائے +

میں اس کتاب کو بالخصوص عزیز از جان محمد بشیر دام سلمہ القدیر کی خاطر اور بالعموم منشی دین محمد تاجر کتب کی درخواست پر تیار کر کے شائع کرتا ہوں۔ اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ اس کے تصنیف و تالیف کرنیوالے اور اس کی تحریک دینے والے اور اس میں مدد دینے والے اور چھپوانے والے اور چھاپنے والے اور صحیح کرنیوالے اور خلوص نیت سے پڑھنے والے اور بیچنے والے اور لکھنے والے کو جمیع حوادث روزگار سے محفوظ و مصون رکھے آمین ثم آمین +

مناجات بدرگاہِ قاضی الحاجات

یا الٰہ العالمین بارِ گناہ آوردہ ام
غیر تو ملجا و ماوا نیستم در دو سرا
دستگیرم نیست دیگر جز تو در دنیا و دیں
گرچہ عصیاں بے عدد اما نظر بر رحمت است
عجز و مسکینی و بے خویشی و دل ریشی ہم
من نہ مے گویم کہ بودم سالہا در راہِ تو
چار چیز آوردہ ام شاہا کہ در گنج تو نیست
چشم رحمت بر کشا موئے سفید من نگر
بر گناہِ من مبیں و بر کریمیت ببیں

بر درت ایں بارِ برگشتہ دوتا آوردہ ام
رحم کن یارا حال تباہ آوردہ ام
با ہزاراں انفعال ایں روسیہ آوردہ ام
آیت لا تقنطوا بر خود گواہ آوردہ ام
ایں ہمہ در دعوئے عشقت گواہ آوردہ ام
نیستم گمراہ کہ اکنوں انکسار آوردہ ام
بیکسی و ناکسی عجز و گناہ آوردہ ام
گرچہ از شرمندگی روئے سیاہ آوردہ ام
زانکہ بہرِ ایں مرض توبہ دوا آوردہ ام

چوں بدرگاہِ تو خود را در پناہ آوردہ ام		توبہ کردم توبہ کردم رحم کن رحمت نما

کتاب ہذا کے پڑھنے کا بہتر طریق

اس کتاب کے پڑھتے وقت اس بات کا ضرور لحاظ رکھیں کہ جس جگہ پر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام مبارک آئے تو آپ پر ضرور بالضرور صلوٰۃ وسلام بھیجیں کیونکہ حدیث صحیح میں وارد ہے کہ جس شخص کے پاس میرا نام ذکر کیا جائے اور وہ شخص مجھ پر درود نہ بھیجے تو وہ بڑا بخیل ہے ٭ درحقیقت یہ بڑے افسوس کی بات ہے کہ جو دنیا میں کسی کا دوست ہوتا ہے اُس کے ذکر کے وقت اسکی مدح وثنا میں مشغول ہوتا ہے لیکن جب محبوبِ خدا شافعِ روز جزا پیغمبر حق محمد مصطفےٰ احمد مجتبیٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسم مبارک سُنا جائے تو پھر لوگ صلوٰۃ وسلام کے ثواب سے محروم رہیں ۔ غرض حضور کے نام پڑھنے یا سُننے کیوقت ضرور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہنا چاہئے ۔ اور صحابہ کے نام کے وقت رضی اللہ تعالےٰ عنہ کہنا چاہئے ۔ اور تابعین اور تبع تابعین کے نام کے وقت رحمۃ اللہ علیہ کہنا چاہئے ٭

اس کتاب کے شروع کرنے سے پہلے مؤدب بیٹھ کر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر تین بار درود بھیجیں پھر تین بار سورہ اخلاص اور ایک بار سورہ فاتحہ پڑھ کر تمام صحابہؓ اور تابعینؒ اور تبع تابعینؒ مجتہدین اور محدثین اور علماؒ وفضلا اور تمام بزرگانِ دین کے ارواح مبارک کو بخشیں پھر اس کتاب کو نیک نیتی سے مطالعہ کریں ۔ جب پڑھنے سے فارغ ہوں تو پھر بھی ایسا ہی کریں ٭

علاوہ ازیں اس بات کو ضرور ملحوظ خاطر رکھیں کہ جس قدر علم حاصل کرتے ہیں یا لوگوں کو سکھلاتے ہیں وہ محض اللہ تعالےٰ کیواسطے اور اُسکی رضا کے لئے اور اپنے عمل کرنے کیواسطے کرتے ہیں تحصیل مال ومتاع اور دنیاوی غرض کے واسطے کبھی بھی علم دین حاصل کرنے کی نیت نہ کریں ٭

جو کوئی مذکورہ بالا ہدایات پر کاربند ہو کر خلوص نیتی سے اس کتاب کو مطالعہ کریگا اللہ تعـ

اُس کے علم میں برکت دیگا اور عمل کی توفیق عطا فرمائے گا۔ اور وہ دن دُگنی رات چوگنی ترقی کرے گا۔ اَللّٰهُمَّ وَفِّقْ لَنَا بِالْخَيْرِ وَاجْعَلْ خَوَاتِمَ اُمُوْرِنَا بِالْخَيْرِ اَللّٰهُمَّ يَسِّرْ عَلَيْنَا مُهِمَّاتِ الْعِلْمِ وَاَعْطِنَا عِلْمًا نَافِعًا وَفَهْمًا كَامِلًا وَقَلْبًا خَاشِعًا وَبَطْنًا مُتَشَبِّعًا وَعُمْرًا مُقَرَّبًا اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَنَا وَلِوَالِدِيْنَا وَلِجَمِيْعِ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ الْاَحْيَاءِ مِنْهُمْ وَالْاَمْوَاتِ اٰمِيْنَ يَا رَبَّ الْعَالَمِيْنَ۝

مُقَدَّمۃُ الکتاب

حمد باری تعالےٰ

الٰہی یہ عالم ہے گلزار تیرا
عجب نقش قدرت نمودار تیرا

جہاں لطفِ گل ہو وہیں خارِ غم ہے
ہے گل خار میں گل میں ہے خار تیرا

عجب رنگ بیرنگ ہر رنگ میں ہے
یہ ہے رنگ صنعت کا اظہار تیرا

خوشی غم میں رکھی ہے اور غم خوشی میں
عجب تیری قدرت عجب کار تیرا

یہ نقشہ دو عالم کا جو جلوہ گر ہے
ہے پردہ میں روشن سب انوار تیرا

یہ کوتاہی اپنی نظر کی ہے یارب
ترے نور کو سمجھیں اغیار تیرا

بہر رنگ ہر شئے میں ہر جا پہ دیکھو
چمکتا ہے جلوہ قمروار تیرا

نہیں وہ جگہ اور نہیں وہ مکاں ہے
کہ جس جا نہیں ذکر و اذکار تیرا

تو ظاہر ہے اور لاکھ پردہ میں ہے تو
تو باطن ہے اور سخت اظہار تیرا

تو اوّل نہیں ابتدا تیرا یارب
تو آخر نہیں انتہا کار تیرا

تو اوّل تو آخر تو ظاہر تو باطن
تو ہی ہے تو ہی یا کہ انکار تیرا

نظر کو اُٹھا کر جدھر دیکھتا ہوں
تجھے دیکھتا ہوں نہ اغیار تیرا

نعت سید المرسلین

زباں سے نعت لکھنی میں جو نام مصطفےٰ نکلے
صریر کلک سے صلِ علےٰ صلِ علےٰ نکلے

تڑپ کر اے دلِ بیتاب تو آگاہ کر دینا
ادھر سے جب مدینہ جانے والا قافلہ نکلے

وہی ہے اہل دل اور ہے وہی اللہ کا بندہ
کہ جس کے ہر نفس میں یا محمد کی صدا نکلے

ہوئی کافور عالم سے اسی دم کفر کی ظلمت
حجابِ نور سے جس دم رسولِ دوسرا نکلے

یہ حسرت ہے کہ میں جی بھر کے دیکھوں جلوۂ احمد
الٰہی وہ بھی دن ہوگا جو دل کا حوصلہ نکلے

مرے اشعار میں ہو صاحبِ معراج کی مدحت
فرشتوں کی زباں سے کیوں نہ ہر دم مرحبا نکلے

ہمیں دُنیا سے کیا مطلب عدم کے رہنے والے ہیں
ادھر بھی ہم تلاشِ جلوۂ احمد میں آ نکلے

کروں اُسکے قدم کی خاک کو کُحل البصر اپنا
کوئی زائر مدینے کا جو اس جانب کو آ نکلے

مجھے وہ عشق دے یارب کہ مرنے پر قیامت تک
لحد سے یا محمد یا محمد کی صدا نکلے۔

بعد حمد وصلوٰۃ کے بندۂ ناچیز ابو البشیر محمد صالح حنفی نقشبندی مجددی چشتی قادری گدی نشین دیندار تقویٰ شعار مسلمانوں کی خدمت اقدس میں یوں رقمطراز ہے کہ "نماز حنفی مُدلّل" چونکہ ایک بڑے وسیع پیمانہ پر لکھی گئی ہے اور اسمیں کئی ایک اشارات وکنایات آئیں گے کہ جس کا سمجھنا عوام الناس کو نہایت مشکل اور دشوار ہوگا۔ اس واسطے اصل مضمون شروع کرنے سے پیشتر اُن امور کا بیان کرنا نہایت لازمی اور ضروری ہے کہ جس کے بغیر اس کتاب کا مضمون سمجھ میں نہیں آسکتا۔ حقیقت میں یہ مقدمۃ الکتاب نماز حنفی کی کُنجی ہے کہ جس کے بغیر مسائل فقہیہ کی عقدہ کُشائی نہیں ہو سکتی۔ لہٰذا ناظرین کو مناسب ہے کہ وہ مقدمۃ الکتاب کو بڑے غور وخوض سے مطالعہ کریں تاکہ ان کو "نماز حنفی مُدلّل" کے مسائل کے سمجھنے میں کسی طرح کی دِقت اور تکلیف نہ ہو کیونکہ مقدمۃ الکتاب ہی تمام کتاب کا لُب لباب ہوتا ہے۔ اور کتاب کا دارومدار بھی اسی پر ہوتا ہے۔ یہ مقدمۃ الکتاب پانچ بابوں پر منقسم ہے۔ پہلے باب میں علم کا بیان ہے۔ دوسرے

میں علم عقائد کا ذکر ہے۔ تیسرے میں تدوین فقہ کا حال ہے۔ چوتھے میں تقلید کا بیان ہے پانچویں میں امام اعظم رحمۃ اللہ اور ان کے شاگردوں کا مختصر ذکر لکھا گیا ہے۔ ع

بر رسولاں بلاغ باشد و بس

پہلا باب

علم کا بیان

علم ایک ایسی نعمت غیر مترقبہ ہے کہ جس کے بغیر انسان کسی کام کا نہیں ہے۔ یہ ایک ایسی نعمت عظمیٰ ہے کہ جس کے بغیر انسان ترقی کے زینہ پر چڑھ نہیں سکتا۔ یہ ایک ایسی برکت ہے کہ جسکے بغیر انسان اپنے خالق و مالک کو پہچان نہیں سکتا۔ ع کہ بے علم نتواں خدارا شناخت۔ یہ ایک ایسا نورانی آفتاب ہے کہ جس گھر میں اسکی نورانی شعاعیں نہیں پڑتیں وہ گھر تاریک اور ظلمت کدہ ہے۔ یہ ایک ایسا زیور ہے کہ جس کے بغیر انسان کسی علمی مجلس میں بات کرنے کے قابل نہیں ہوتا۔ یہ ایک ایسا ہنر ہے کہ جس نے اسمیں کمال حاصل کیا وہ کبھی بھی تکلیف نہیں اُٹھاتا۔ یہ ایک ایسا زبردست اوزار ہے کہ جس نے اس کو مضبوطی سے پکڑ لیا۔ اس کے مقابلہ میں کوئی نہیں آسکتا۔ آج جو قوم معراجِ ترقی پر ہے وہ اسی کی بدولت ہے۔ تمام انبیاء کو شرف و بزرگی اسی علم کے باعث ہے۔ حقیقت میں اللہ تعالیٰ نے ان کو علم کی اشاعت کے لئے مبعوث کیا تھا۔

دیکھئے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے حبیب پاک خیر خواہ اُمت ہادیٔ صراطِ مستقیم۔ قاسم نار و نعیم شفیع المذنبین۔ خاتم النبیین۔ احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رفعت مرتبت اور علم و فضل کے کمال کا یوں اظہار فرماتا ہے۔ هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَیُزَكِّیْهِمْ وَیُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ

(پ ۲۸ سورۃ جمعہ)

قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ۝ (سورہ جمعہ) یعنی اے میرے پیدا کئے ہوئے بندو۔ جانو اور آگاہ ہو کہ ہم نے تم پر کتنا بڑا بھاری احسان کیا۔ کیسا فضل و انعام کیا کہ تمہارے قلوب کی اصلاح تمہاری خرابیوں کے ازالہ کے واسطے اپنے محبوب خاص پیارے رسول مکرم کو اپنا خاص نائب بنا کر تمہارے پاس بھیج دیا۔ یہ ہمارا ہی کام تھا کہ ہم نے اپنے محبوب خاص اور مخصوص بارگاہ عالم وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایسی اَن پڑھ قوم میں مبعوث فرمایا۔ جو راہ راست کو چھوڑے ہوئے۔ صراط مستقیم سے بھٹکے ہوئے پیچ در پیچ گھاٹیوں میں سر ٹکراتے تھے۔ اس ہمارے تعلیم یافتہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جن کو کبھی کسی کے سامنے کتاب رکھنے اور سبق پڑھنے کی نوبت نہ آئی۔ علی الاعلان رموز معرفت و اسرار حکمت الٰہیہ کی تعلیم کو نہایت تعجیل کے ساتھ مشہور و شائع کر دیا ۔

یتیمے کہ ناکردہ قرآں درست　　کتب خانۂ چند ملت بشست

اسی ہمارے محبوب خاص کا کام ہے کہ ہمارے بندوں کو ہماری آیتیں سُناتا ہے ان کے تاریک قلوب میں ایمان کی پُرفیض اور چمکدار روشنی اسی کی قوت عملیہ کا اثر ہے۔ ہماری مقدس کتاب کی تعلیمات و ہدایات کا قوم کو سبق دیتا ہے۔ غرض ان کے دلوں کو کفر و شرک و غیرہ باتوں سے پاک کرتا ہے۔ اور ان کو اخلاق و آداب کی باتیں سکھلاتا ہے اور وہ بیشک اس سے پہلے کھلی گمراہی میں پڑے ہوئے تھے۔

غور کرنے کا مقام ہے کہ اس آیت کریمہ سے علم دین کی کس قدر عظمت اور فضیلت ثابت ہوتی ہے۔ اور اہل اسلام بخوبی سمجھ سکتے ہیں کہ اس سے بڑھ کر علم کی فضیلت اور اہل علم کی عزت و مرتبت اور کیا ہو سکتی ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ اپنی اور اپنے حبیب اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یوں صفت و ثنا کرے کہ ہماری وہ ذات پاک ہے کہ ہم نے ایسے عالم علوم ربانیہ کو مبعوث کیا۔ اور ہمارے محبوب کی وہ شان رفیع ہے کہ ہمارے بندوں کو ان علوم کا سبق دیتا ہے۔

اَللّٰهُ اَكْبَرُ (م)

غرض علم آپ کے پیدا کرنیوالے پاک پروردگار کا پسندیدہ خاص ہے۔ اور آپ کے نبی برحق و شفیع مطلق محمد عربی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خاص ترکہ ہے۔ جو آپ کے بعد آپ کے جانشینوں کو ملتا رہا۔ اور تاقیامت ملتا رہے گا۔

گذرتا نہیں اُس پہ رنج و ملال
جو ہو صاحب علم و فضل و کمال

رسائی تیری ہو اگر علم تک
زمین پر کرے بیٹھ سیر فلک

بڑھا اپنا رُتبہ بہ علم و ادب
کہ ہو نیک دُنیا میں تیرا سبب

رہو علم کے واسطے جانفشاں
کہ ہو جسم میں خلق کے مثل جاں

ہیں سب متفق اس پہ اہل دلیل
کہ ہے مرد بے علم خوار و ذلیل

جو ہے دولت بے بہا علم ہے
جسے کہتے ہیں کیمیا علم ہے

ترا نام مشہور علامہ ہو
تیرے جسم پر فخر کا جامہ ہو

جدھر جائے تو آئیں لینے کو لوگ
ہوں سب مستعد جان دینے کو لوگ

فضائل علم

علم کی فضیلت میں قرآن مجید کی بیشمار آیات پائی جاتی ہیں چنانچہ منجملہ ان کے چند ایک کا ذکر کیا جاتا ہے:۔

(۱) اللہ تعالےٰ سورہ مجادلہ رکوع ۲ پارہ ۲۸ میں ارشاد فرماتا ہے:۔ یَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَالَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ۔ یعنی اللہ تعالےٰ اُن کے درجے بلند کر دے گا جو تم میں ایمان لائے اور جن کو علم عطا کیا گیا۔ اور اللہ ان اعمال سے جو تم کر رہے ہو باخبر ہے۔

ان درجات کی نسبت حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں کہ علماء کے درجات ایمانداروں پر سات سو درجے ہونگے کہ دو دو درجوں کا فاصلہ پانسو برس کی راہ ہوگی۔ (احیاء العلوم)

(۲) اللہ تعالیٰ سورۂ بقر رکوع ۲ پارہ ۳ میں ارشاد فرماتا ہے:۔ وَمَنْ یُّؤْتَ الْحِکْمَۃَ فَقَدْ اُوْتِیَ خَیْرًا کَثِیْرًا ط یعنی وہی سمجھ دیتا ہے جس کو سمجھ مل گئی تو بیشک اس کو بڑی خوبی مل گئی +

(۳) اللہ تعالیٰ سورہ زمر رکوع ۱ پارہ ۲۳ میں ارشاد فرماتا ہے:۔ قُلْ ھَلْ یَسْتَوِی الَّذِیْنَ یَعْلَمُوْنَ وَالَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ ہ یعنی کہدے (یا محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم) لوگوں کو کہیں برابر ہوتے ہیں جاننے والے اور نہ جاننے والے (یعنی جو لوگ اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات اور اس کے احکام سے واقف ہیں۔ اور وہ جو ان باتوں سے بیخبر ہیں۔ کیا اُن کا درجہ ان کے درجے کے برابر ہے۔ ہرگز نہیں +

(۴) سورہ رعد۔ ع ۶ میں ارشاد ہوتا ہے:۔ قُلْ کَفٰی بِاللّٰہِ شَھِیْدًا بَیْنِیْ وَبَیْنَکُمْ وَمَنْ عِنْدَہٗ عِلْمُ الْکِتٰبِ ہ یعنی کہدے کافی ہے اللہ گواہ میرے اور تمہارے درمیان اور وہ لوگ کہ جن کو کتاب کا علم ہے +

(۵) سورہ نمل۔ ع ۳ میں ارشاد ہوتا ہے:۔ قَالَ الَّذِیْ عِنْدَہٗ عِلْمٌ مِّنَ الْکِتٰبِ اَنَا اٰتِیْکَ بِہٖ قَبْلَ اَنْ یَّرْتَدَّ اِلَیْکَ طَرْفُکَ ط بولا ایک شخص جس کے پاس کتاب کا علم تھا کہ میں اس کو حضور میں لائے دیتا ہوں اس سے پہلے کہ لوٹے آپ کی طرف آپ کی آنکھ۔ اس میں اس بات کی تنبیہ ہے کہ وہ تخت کے لانے پر بزور علم قادر ہوا +

(۶) سورہ قصص۔ ع ۸ میں ارشاد ہوتا ہے:۔ وَقَالَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَیْلَکُمْ ثَوَابُ اللّٰہِ خَیْرٌ لِّمَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ج یعنی اور بولے وہ لوگ جن کو علم ملا تھا کہ تم پر افسوس۔ اللہ کا ثواب بہتر ہے اُس کے لئے جو ایمان لایا اور نیک عمل کئے۔ اس میں بیان فرمایا کہ قدر لحرمت کی بزرگی علم سے معلوم ہوتی ہے +

(۷) اللہ تعالیٰ سورہ مومن میں فرماتا ہے:۔ وَمَا یَسْتَوِی الْاَعْمٰی وَالْبَصِیْرُ ۵ یعنی اندھا اور آنکھ والا برابر نہیں یعنی جس کو علم اور سوجھ ہے وہ اللہ کے تمام احکام پر چلتا اور اُسکی رضامندی ہمیشہ ڈھونڈتا ہے۔ اور جو علم اور سوجھ نہیں رکھتا وہ دین کی باتوں سے اندھا ہے۔ ہاں دُنیا

کے کاموں میں خوب چوکس ہوتا ہے ؎

گر زندگی ابد ہے تجھ کو منظور	کر سعی تو علم دین میں حتی المقدور
احمد کو اسی سے قاب قوسین ملا	موسیٰ پہ ہوا تھا اس سے ہی جلوۂ طور

(۸) سورہ عنکبوت۔ ع ۴ پارہ ۲۰ میں ارشاد ہوتا ہے:۔ وَتِلْكَ الْأَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ وَمَا يَعْقِلُهَا إِلَّا الْعَالِمُونَ ۝ یعنی اور یہ مثالیں ہم بیان فرماتے ہیں لوگوں کے لئے اور اُن کو وہی سمجھتے ہیں جن کو علم ہے *

(۹) سورہ طٰہٰ۔ ع ۶ پارہ ۱۶ میں ارشاد ہوتا ہے:۔ وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِي عِلْمًا ۝ یعنی اور کہہ۔ (یا محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم) اے میرے پروردگار مجھے اور زیادہ علم دے *

(۱۰) سورہ عمران۔ ع ۲ پارہ ۳ میں ارشاد ہوتا ہے:۔ شَهِدَ اللَّهُ أَنَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ وَالْمَلَائِكَةُ وَأُولُو الْعِلْمِ قَائِمًا بِالْقِسْطِ ۚ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝ یعنی اللہ گواہ ہے کہ کوئی عبادت کے قابل نہیں اس کے سوا۔ اور فرشتے اور علم والے (گواہ ہیں) کہ وہ عالم کو سنبھالے ہوئے ہے انصاف سے۔ کوئی معبود نہیں سوائے اُس کے۔ زبردست ہے حکمت والا *

دیکھئے اس آیت میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے پہلے اپنی ذات پاک سے شروع فرمایا پھر دوسرے مرتبہ میں فرشتوں کو ذکر فرمایا۔ تیسرے میں علم والوں کو۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ احیاء العلوم میں فرماتے ہیں۔ کہ علم کی فضیلت و بزرگی کے واسطے یہی آیت کافی ہے *

(۱۱) سورہ آل عمران۔ ع ۱ میں ارشاد ہوتا ہے:۔ وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيلَهُ إِلَّا اللَّهُ ۗ وَالرَّاسِخُونَ فِي الْعِلْمِ يَقُولُونَ آمَنَّا بِهِ كُلٌّ مِّنْ عِندِ رَبِّنَا ۗ وَمَا يَذَّكَّرُ إِلَّا أُولُو الْأَلْبَابِ ۝ یعنی اور نہیں جانتا ان کا اصل مطلب اللہ کے سوا کوئی۔ اور جو لوگ ثابت قدم ہیں علم میں وہ کہہ دیتے ہیں کہ ہم اس پر ایمان لائے سب کچھ ہمارے پروردگار کی طرف سے ہے۔ اور سمجھائے نہیں سمجھتے مگر عقلمند لوگ *

(۱۲) سورہ الرحمٰن۔ ع ۱ میں ارشاد ہوتا ہے:۔ خَلَقَ الْإِنسَانَ ۝ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ ۝ یعنی اس نے پیدا کیا انسان کو پھر اُس کو بولنا سکھلایا *

(۱۳) سورہ فاطر ع ۴ میں ارشاد ہوتا ہے:۔ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجْنَا بِهٖ ثَمَرٰتٍ مُّخْتَلِفًا اَلْوَانُهَا وَمِنَ الْجِبَالِ جُدَدٌ بِيْضٌ وَّحُمْرٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهَا وَغَرَابِيْبُ سُوْدٌ ۝ وَمِنَ النَّاسِ وَالدَّوَآبِّ وَالْاَنْعَامِ مُخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ كَذٰلِكَ ؕ اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ غَفُوْرٌ ۝ اللہ تعالےٰ کی دونو صفتیں کامل ہیں خطاؤں کا بخشنے والا بھی ہے۔ اور اگر مواخذہ کر بیٹھے تو کوئی اس سے زیادہ زبردست نہیں جو اس کو بچالے۔ لیکن ان صفات کا سمجھنا اور پھر اس سے ڈرنا علم اور سمجھ والوں ہی کا کام ہے کہ عالم میں اس کی عجیب قدرتوں کے نمونے دیکھ کر اسکی عظمت کا خیال ذہن نشین کریں۔ اس نے رنگ برنگ کے میوے نکالے۔ طرح طرح کی رنگتوں کے پہاڑ بنائے۔ سنگِ مرمر سفید۔ سنگ سُرخ سرخ اور سنگِ موسیٰ سیاہ پیدا کیا۔ طرح طرح کی رنگتوں والے آدمی اور جانور پیدا فرمائے۔ جس طرح انسانوں کی رنگتیں اور صورتیں جدا جدا ہیں۔ اسی طرح طبیعتیں اور سیرتیں بھی الگ الگ ہیں۔ کوئی کافر کوئی مسلمان۔ اور کوئی سخی اور کوئی بخیل وغیرہ وغیرہ ۔

غرض آیت اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا میں مفعول کی تقدیم سے اختصاص وحصر فاعلیت کا افادہ ہوتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے علماء ہی ڈرتے ہیں۔ پس معلوم ہؤا کہ خشیت کا مدار علم ہے۔ انسان کو جس قدر معرفت زیادہ ہو گی۔ اتنا ہی وہ اللہ تعالےٰ سے زیادہ ڈرے گا۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے آقائے نامدار محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ آلہ وسلم نے فرمایا۔ اَنَا اَخْشٰكُمْ لِلّٰهِ وَاَنَا اَتْقٰكُمْ لَهٗ یعنی میں تمہاری نسبت اللہ تعالیٰ سے زیادہ ڈرنیوالا اور زیادہ پرہیزگار ہوں ۔

(۱۴) علم ہی سے اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو فرشتوں پر ترجیح دی۔ اور خلعت خلافت سے مشرف فرمایا۔ چنانچہ سورہ بقر ع ۴ میں ارشاد ہوتا ہے:۔ وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلٰٓئِكَةِ فَقَالَ اَنْۢبِـُٔوْنِيْ بِاَسْمَآءِ هٰٓؤُلَآءِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ قَالُوْا سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ۝ قَالَ يٰٓاٰدَمُ اَنْۢبِئْهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ فَلَمَّا

اَنْبَاَھُمْ بِاَسْمَآئِھِمْ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّکُمْ اِنِّیْٓ اَعْلَمُ غَیْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا کُنْتُمْ تَکْتُمُوْنَ یعنی اور اللہ تعالیٰ نے بتلادیئے آدم علیہ السلام کو چیزوں کے نام سارے۔ پھر سامنے کیا اُن چیزوں کو فرشتوں کے۔ پھر فرمایا کہ بتلاؤ مجھ کو ان چیزوں کے نام۔ اگر تم سچے ہو۔ وہ بولے کہ تو پاک ذات ہے ہم کو کچھ معلوم نہیں۔ مگر جتنا تو نے سکھلایا بیشک تو ہی اصل دانا حکمت والا ہے۔ فرمایا کہ اے آدم علیہ السلام تو بتلادے ان کو ان چیزوں کے نام۔ پس جب ان کو بتلادیئے آدم علیہ السلام نے ان چیزوں کے نام۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ کیوں میں نے تم سے نہ کہا تھا۔ کہ میں جانتا ہوں چھپی چیزیں آسمانوں کی اور زمین کی۔ اور مجھ کو معلوم ہے جو تم ظاہر کرتے اور جو کچھ چھپاتے ہو۔

غرض آیات مذکورہ بالا سے صاف طور پر ثابت ہوگیا کہ علم اور صاحب علم کی بزرگی اور عظمت تمام چیزوں سے بڑھ کر ہے۔ اسی واسطے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی اسکی عظمت اور خوبی کے ظاہر کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ کیا ہی اچھا شیخ صاحب رحمۃ اللہ فرماتے ہیں ؎

بنی آدم از علم یابد کمال	نہ از حشمت وجاہ ومال ومنال
چو شمع از پئے علم باید گداخت	کہ بے علم نتواں خدا را شناخت
خردمند باشد طلبگارِ علم	کہ گرم است پیوستہ بازارِ علم
کسے را کہ شد در ازل بختیار	طلب کردنِ علم کرد اختیار
طلب کردنِ علم شد بر تو فرض	دگر واجب است از پئے قطع ارض
برو دامنِ علم گیر استوار	کہ علمت رساند بدار القرار
میاموز جز علم گر عاقلی	کہ بے علم بودن بود غافلی
ترا علم در دین ودنیا تمام	کہ کارِ تو از علم گیرد نظام

علم کی فضیلت میں بیشمار احادیث آئی ہیں۔ چنانچہ منجملہ ان کے چند ایک کا ذکر کیا جاتا ہے۔

(۱) عَنْ مُعَاوِيَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ مَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْرًا يُّفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ وَاِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ وَاللّٰهُ يُعْطِيْ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) صحیح بخاری وصحیح مسلم میں معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جسکی نسبت خدا بھلائی کا ارادہ کرتا ہے تو اُس کو دین میں فقیہہ یعنی سمجھ دار بناتا ہے۔ اور میں بیشک تقسیم کنندہ علم وفقہ ہوں اور اللہ تعالےٰ دیتا ہے +

(۲) عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اَفْضَلُ الْعِبَادَةِ الْفِقْهُ وَاَفْضَلُ الدِّيْنِ الْوَرَعُ یعنی ابن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہما سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے۔ سب سے بہتر عبادت فقہ ہے اور سب سے بہتر دین پرہیزگاری ہے +

(۳) حدیث شریف میں مروی ہے کہ ایک روز رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے صحابہ کرام رضی اللہ تعالےٰ عنہم نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کونسا عمل بہتر اور افضل ہے۔ فرمایا علم۔ دوسری بار پھر عرض کیا۔ فرمایا علم تب صحابہؓ نے عرض کیا کہ کونسا علم۔ آپؐ نے فرمایا۔ اِنَّ قَلِيْلَ الْعَمَلِ مَعَ الْعِلْمِ كَثِيْرٌ وَكَثِيْرُ الْعِلْمِ مَعَ الْجَهْلِ قَلِيْلٌ یعنی علم کے ساتھ تھوڑا عمل بہت ہے۔ اور بہت عمل جہل کے ساتھ تھوڑا ہے۔ معلوم ہوا کہ کوئی بزرگی اور مرتبہ علم کے بغیر حاصل نہیں ہوتا ہے +

(۴) حدیث شریف میں مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ اَلْعِلْمُ ثَمَرَةُ الْاِيْمَانِ وَمِصْبَاحُ الْاِسْلَامِ۔ یعنی علم ایمان کا پھل ہے اور اسلام کی روشنائی ہے۔ یعنی جس شخص کو علم سے بہرہ نہیں اُسے لذتِ ایمانی حاصل نہیں +

(۵) دیکھئے مومن علم کی ترغیب نہیں کرتا مگر چھ خصلتوں کے سبب۔ (۱) اللہ تعالےٰ نے ادائے فرائض کا حکم کیا۔ اور مجھ کو ادائے فرائض کی

طاقت نہیں مگر علم کے ساتھ۔ (۲) اللہ تعالیٰ نے معاصی سے منع کیا اور مجھ کو معاصی سے طاقتِ اجتناب نہیں مگر علم کے ساتھ۔ (۳) اللہ تعالیٰ نے نعمتوں پر شکر کو واجب کیا اور مجھ کو اس پر قدرت نہیں مگر علم کے ساتھ۔ (۴) اللہ تعالیٰ نے خلق کے ساتھ انصاف کرنے کا حکم کیا۔ اور مجھ کو انصاف کی قدرت نہیں ہے مگر علم کے ساتھ۔ (۵) اللہ تعالیٰ نے بلاؤں پر صبر کا حکم کیا۔ اور مجھ کو قدرت نہیں مگر علم کے ساتھ۔ (۶) اللہ تعالیٰ نے شیطان سے عداوت کا حکم کیا۔ اور مجھ کو قدرت نہیں ہے مگر علم کے ساتھ۔

علم اور مال کی فضیلت میں

صحیح روائت میں آیا ہے کہ علم اور مال کی فضیلت میں اہل شام اور بصرہ کے درمیان جھگڑا ہو پڑا۔ کیونکہ اہل شام کہتے تھے کہ مال علم سے بہتر اور افضل ہے۔ لیکن اہل بصرہ کہتے تھے کہ علم کا مرتبہ بہت بڑا ہے۔ اور مال کی کچھ حقیقت نہیں ہے۔ نوبت بانیجا رسید کہ دونوں فریق آپس میں جھگڑتے ہوئے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت مبارک میں فیصلہ کے لئے حاضر ہوئے اور عرض کی کہ یا امیر المومنینؓ اس مسئلہ کا فیصلہ کیجئے۔ آپ نے فرمایا کہ اے اہل شام علم مال کی نسبت آٹھ درجہ بڑھ کر ہے:۔

(۱) علم پیغمبروں کی میراث ہے اور مال کسریٰ۔ قیصر۔ فرعون اور قارون وغیرہ کی میراث ہے۔ (۲) علم درس وتدریس اور وعظ گوئی سے زیادہ ہوتا ہے۔ لیکن مال خرچ کرنے سے کم ہو جاتا ہے۔ (۳) علم اپنے صاحب کو نگاہ رکھتا ہے۔ لیکن مال کی حفاظت ونگہبانی خود صاحب مال کو کرنی پڑتی ہے۔ (۴) جب صاحبِ علم مر جاتا ہے تو علم اُس سے جدا نہیں ہوتا۔ اور مال مرنے کے بعد صاحبِ مال سے الگ ہو جاتا ہے۔ اور اُس کو اس کے وارث لے لیتے ہیں۔ (۵) کُل نوعِ بشر کے چار گروہ ہیں۔ (۱) علماء۔ (۲) اُمراء۔ (۳) اغنیاء۔ (۴) فقراء۔ پس یہ آخری تینوں گروہ تحقیق مسائل کے لئے علماء کے محتاج ہیں۔ لیکن دیندار علماء کو ان کی کچھ حاجت نہیں پڑتی۔ (۶) اللہ تعالیٰ علم نہیں دیتا مگر اپنے خاص بندوں کو۔ اور مال دیتا ہے کافروں اور مومنوں کو نیکی اور بدی کے ساتھ۔ (۷) علم اپنے صاحب کو پلصراط سے برقِ درخشاں کی طرح پار اتاریگا

اور مال اپنے صاحب کو اسراف اور زکوٰۃ کے نہ دینے کے باعث دوزخ میں لے جائیگا۔(۸) کسی شخص نے تحصیل علم کے باعث خدائی کا دعوےٰ نہیں کیا۔ مگر فرعون۔ شداد۔ نمرود وغیرہ نے مالدار ہونے کے باعث خدائی کا دعویٰ کیا اور مردود ہوئے ○

بشنو از من گر تو ہستی باخبر	علم مثل جوہر است اے بابصر
پیش جاہ انبیائے باہنر	ہست فاضلتر زمال وملک علم

علم عمل سے افضل ہے

علم عمل سے پانچ وجوہات کے باعث افضل ہے۔ (۱) علم بغیر عمل کے حاصل ہوتا ہے۔ مگر عمل بغیر علم کے حاصل نہیں ہوتا۔ (۲) علم بغیر عمل کے نفع دیتا ہے۔ مگر عمل بغیر علم کے نفع نہیں دیتا۔ (۳) علم چراغ کی مانند ایک نور ہے مگر عمل علم سے روشن ہوتا ہے (۴) علم انبیاء علیہم السلام کا مقام ہے جیسا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ آلہ وسلم نے فرمایا کہ میری اُمت کے علماء بنی اسرائیل کے انبیاء کی طرح ہیں مگر عمل کو یہ رتبہ حاصل نہیں ہے۔ (۵) علم خدا کی صفت ہے۔ مگر عمل بندوں کی صفت ہے۔ اور اللہ کی صفت بندوں کی صفت سے ہزارہا درجہ بڑھ کر ہے ○

علم کے حروف کی تشریح

علم کے تین حرف ہیں۔ (۱) عین۔ (۲) لام۔ (۳) میم۔ پس عین کا اشتقاق علیین سے ہے۔ لام کا لطف سے۔ اور میم کا ملک سے۔ اور عین لے جاتا ہے عالم کو علیین میں لام اس کو لطیف کر دیتا ہے۔ اور میم اس کو خلق پر مالک کرتا ہے۔ دیکھئے اللہ تبارک وتعالےٰ رسول اللہ صلے اللہ علیہ آلہ وسلم کو ارشاد فرماتا ہے۔ وَقُل رَّبِّ زِدْنِي عِلْمًا ط یعنی اور تم کہو (یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ آلہ وسلم) کہ اے میرے رب مجھ کو علم زیادہ دے۔ گو اللہ تعالیٰ نے آپ کو تمام کمالات عنائت فرمائے تھے۔ مگر آپ کو سوائے علم کے اور کسی چیز کے زیادہ خواہش کرنے کا حکم نہیں کیا ○

حصول علم کی تاکید

حصولِ علم کے لئے احادیث میں بڑی تاکید آئی ہے۔ چنانچہ صحیح حدیث میں مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ آلہ وسلم نے فرمایا۔ اُطْلُبُوا الْعِلْمَ فَاِنَّ الطَّالِبِیْنَ لِلدُّنْیَا

کثیرًا یعنی تم علم کو طلب کرو اور عقل کو ڈھونڈو کیونکہ دُنیا کے ڈھونڈنے والے بکثرت ہیں۔ چنانچہ موسیٰ علیہ السلام کے حال میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کی طرف خطاب کیا کہ اے موسیٰ نعلین اور عصا لوہے کا لے کر علم اور دانش کو طلب کر۔ یہانتک کہ نعلین پھٹ جائیں اور عصا ٹوٹ جائے۔ اس واسطے کہ عمل بغیر علم کے غبار کی مانند یعنی ذلیل و خوار ہے۔

حدیث صحیح میں ہے کہ علم عمل کی دلیل ہے۔ اور جو چیز بغیر دلیل اور حجت کے ہو وہ بیشک گمراہی میں ہے۔ آج کل عوام الناس دینی علم سے بالکل بے خبر اور جاہل ہو رہے ہیں حالانکہ لطف زندگی اور دل کی روشنی علم سے ہے۔ چنانچہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا ہے اَلْعِلْمُ صَیْقَلُ الْقَلْبِ یعنی علم دل کا صیقل یعنی جلا دینے والا ہے ایک روایت میں اس طرح آیا ہے۔ اَلْقَلْبُ مَیِّتٌ وَحَیٰوتُہٗ بِالْعِلْمِ وَالْعِلْمُ مَیِّتٌ وَحَیٰوتُہٗ بِالطَّلَبِ یعنی دل مُردہ ہے اور اُسکی زندگی علم سے حاصل ہوتی ہے اور علم بھی مُردہ ہے اور اُسکی زندگی طلب کرنے سے حاصل ہوتی ہے۔

دلِ جاہلاں را تو مُردہ شناس	نباشد دلِ جاہلاں حق شناس
دلت را بعلم و ادب زندہ کُن	وگرنہ تو باشی خبر نا شناس

علم کو شرف اس لئے ہے کہ علم تقویٰ حاصل کرنے کا وسیلہ ہے۔ تقویٰ لغت میں وقاہ وقایۃ سے ماخوذ ہے۔ اسکی اصل وقیا ہے۔ واؤ تا سے بدل دی گئی جیسا کہ تکلان وتجاہ سے۔ اور یا ر واؤ سے بدل گئی۔ جیسا کہ تقویٰ میں۔ وقایۃ کے معنی فرط الصیانۃ کے ہیں۔ یہ دو مفعولوں کی طرف متعدی ہوتا ہے۔ جیسا کہ اس آئت سے ظاہر ہے فَوَقٰہُ اللّٰہُ سَیِّئٰاتِ مَامَکَرُوْا (سورہ مؤمن۔ ع ۵) "یعنی اللہ تعالےٰ نے اُس کو اُن بُرائیوں سے بچا لیا جو وہ اُس کے بارے میں سوچتے تھے"۔ پس تقویٰ کے لغوی معنی اپنے نفس کو کسی شئے سے بہت بچانا ہے۔ لیکن شریعت میں اس سے مراد اپنے نفس کو

ایسے فعل یا ترک فعل سے بہت بچاتا ہے جس کے سبب سے وہ مستحق عذاب اُخروی بن جائے۔ لہٰذا تقویٰ منکرات ومنہیات شرعیہ سے بچنے اور معروفات واوامر کے بجالانے سے حاصل ہوتا ہے۔ پس تقویٰ کے لئے منکرات ومعروفات کا علم ضروری ہے۔ یا یوں کہئے کہ علم تقویٰ کا ذریعہ ہے۔ چنانچہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد محمد بن الحسن بن عبداللہ سے یوں خطاب کیا گیا ؎

تَعَلَّمْ فَاِنَّ الْعِلْمَ زَيْنٌ لِاَهْلِهٖ	وَفَضْلٌ وَعُنْوَانٌ لِكُلِّ الْمَحَامِدِ
علم حاصل کر کیونکہ علم اہل علم کے لئے زینت	اور فضیلت ہے اور تمام خوبیوں کا عنوان ہے
وَكُنْ مُسْتَفِيْدًا كُلَّ يَوْمٍ زِيَادَةً	مِنَ الْعِلْمِ وَاسْبَحْ فِيْ بُحُوْرِ الْفَوَائِدِ
اور ہر روز علم سے زیادہ فائدہ کا طالب ہو یا	اور فائدوں کے سمندروں میں تیر
تَفَقَّهْ فَاِنَّ الْفِقْهَ اَفْضَلُ قَائِدٍ	اِلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَاَعْدَلُ قَاصِدٍ
علم فقہ کی تحصیل میں کوشش کر کیونکہ فقہ	نیکی اور تقویٰ کی طرف افضل رہبر ہے اور زیادہ عدل والا عادل ہے
هُوَ الْعِلْمُ الْهَادِيْ اِلٰى سُنَنِ الْهُدٰى	هُوَ الْحِصْنُ يُنْجِيْ مِنْ جَمِيْعِ الشَّدَائِدِ
فقہ وہ علم ہے جو ہدایت کے طریقے کی طرف رہبر ہے	وہی جائے پناہ ہے جو تمام شدتوں سے نجات دیتا ہے
فَاِنَّ فَقِيْهًا وَاحِدًا مُتَوَرِّعًا	اَشَدُّ عَلَى الشَّيْطَانِ مِنْ اَلْفِ عَابِدٍ
کیونکہ ایک پرہیزگار فقیہ	شیطان پر ہزار عابد سے بھاری ہے

تقوٰے کی خوبیونکا بیان

تقوے کی خوبیاں تو بیشمار ہیں۔ لیکن ان میں سے چند ایک کا ذکر کیا جاتا ہے:۔

(۱) عبادت کی غایت تقویٰ ہے:۔ چنانچہ سورہ بقرع ۳ میں ارشاد ہوتا ہے:۔ یٰاَیُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝ یعنی اے لوگو عبادت کرو اپنے رب کی جس نے پیدا کیا تم کو اور اُن کو جو تم سے پہلے ہو گذرے تاکہ تم

پرہیزگار بن جاؤ +

(۲) روزے کی غائت تقویٰ ہے: چنانچہ سورہ بقر ع ۲۳ میں ارشاد ہوتا ہے: يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ یعنی اے ایمان والو۔ فرض کر دیئے گئے تم پر روزے جس طرح فرض تھے ان لوگوں پر جو تم سے پہلے تھے۔ تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤ +

(۳) اتباع راہ خدا کی وصیت کی غائت تقویٰ ہے۔ چنانچہ سورہ انعام ع ۱۹ میں ارشاد ہوتا ہے:۔ وَأَنَّ هَٰذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيمًا فَاتَّبِعُوهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيلِهِ ذَٰلِكُمْ وَصَّاكُمْ بِهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ٥ یعنی اور یہی میری راہ سیدھی ہے تو اس پر چلو۔ اور نہ چلو دوسرے رستوں پر کہ یہ تم کو تتر بتر کر دیں گے اس کی راہ سے۔ اس کا تم کو حکم دیا ہے تاکہ تم بچتے رہو +

(۴) عدل کی غائت تقویٰ ہے۔ چنانچہ سورہ مائدہ ع ۲ میں ارشاد ہوتا ہے:۔ اِعْدِلُوا هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ ٥ یعنی ضرور انصاف کرو۔ انصاف ہی پرہیزگاری کے قریب ہے۔ اور اللہ سے ڈرتے رہو۔ بیشک جو کچھ تم کر رہے ہو اللہ باخبر ہے +

(۵) عفو کی غائت تقویٰ ہے۔ چنانچہ سورہ بقر ع ۳۱ میں ارشاد ہوتا ہے:۔ وَأَنْ تَعْفُوا أَقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰ یعنی اور یہ بات کہ تم چھوڑ دو زیادہ قریب ہے پرہیزگاری کے +

(۶) تقویٰ اچھا لباس ہے: چنانچہ سورہ اعراف ع ۲ میں ارشاد ہوتا ہے:۔ وَلِبَاسُ التَّقْوَىٰ ذَٰلِكَ خَيْرٌ یعنی اور پرہیزگاری کا لباس یہ سب سے بہتر ہے +

(۷) تقویٰ زاد آخرت ہے: چنانچہ سورہ بقر ع ۲۵ میں ارشاد ہوتا ہے:۔ وَتَزَوَّدُوا فَإِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوَىٰ وَاتَّقُونِ يَا أُولِي الْأَلْبَابِ ٥ یعنی اور زاد راہ لیا کرو۔ بیشک زاد راہ پرہیزگاری ہے۔ اور مجھ سے ڈرتے رہو اے عقلمندو +

(۸) تقویٰ مغفرت و رحمت کا باعث ہے۔ چنانچہ سورہ نساء ع ۱۹ میں ارشاد ہوتا ہے:۔

وَاِنْ تُصْلِحُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝ یعنی اور اگر اصلاح کرتے رہو اور پرہیزگار ہو تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے +

(۹) تقویٰ کفارہ گناہاں اور دخول جنت کا باعث ہے: چنانچہ سورہ انفال ع ۴ میں ارشاد ہوتا ہے:۔ يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا وَّيُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۝ یعنی اے ایمان والو۔ اگر ڈرتے رہو گے اللہ تعالےٰ سے تو کردے گا تمہارے لئے ایک امتیاز۔ اور تم سے دور کردے گا تمہارے گناہ اور تم کو بخش دیگا اور اللہ کا فضل بڑا ہے +

(۱۰) تقویٰ فتح و برکات کا سبب ہے: چنانچہ سورہ اعراف ع ۱۲ میں ارشاد ہوتا ہے:۔ وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰٓى اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَاۗءِ وَالْاَرْضِ وَلٰكِنْ كَذَّبُوْا فَاَخَذْنٰهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝ یعنی اور اگر بستیوں والے ایمان لے آتے اور پرہیزگار بنتے تو ہم ان پر ضرور کھول دیتے برکتیں آسمان اور زمین سے لیکن وہ جھٹلانے لگے تو ہم نے ان کو دھر پکڑا ان کرتوتوں کے وبال میں جو وہ کرتے تھے +

(۱۱) تقویٰ کامیابی کا باعث ہے: چنانچہ سورہ نور ع ۷ میں ارشاد ہوتا ہے:۔ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَخْشَ اللّٰهَ وَيَتَّقْهِ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْفَاۗىِٕزُوْنَ ۝ یعنی اور جو حکم مانے اللہ تعالےٰ کا اور اُس کے رسول کا۔ اور ڈرتا ہے اللہ سے اور بچکر چلے اُس کی ناراضامندی سے تو وہی لوگ مراد پانیوالے ہیں +

(۱۲) تقویٰ تکالیف سے نجات پانے اور بے سبب روزی پہنچنے کا سبب ہے: چنانچہ سورہ طلاق ع ۱ میں ارشاد ہوتا ہے: وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ۝ وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ۭ یعنی اور جو شخص ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ سے۔ اللہ پیدا کردیگا اس کے لئے نجات کی سبیل۔ اور اس کو وہاں سے رزق پہنچائیگا جہاں سے اُس کو گمان بھی نہو ۝

	تا خدا روزی رساند بے سبب		از سبب ہا بگذر و تقویٰ طلب

	کہ نباشد در گمان و در خیال	حق ز جائے بخشدت روزی حلال	

(۱۳) تقویٰ مخالفین کے مکر سے امن کا باعث ہو۔ چنانچہ سورہ آل عمران ع ۱۲ میں ارشاد ہوتا ہے:۔ وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا لَا یَضُرُّکُمْ کَیْدُھُمْ شَیْئًا ط اِنَّ اللّٰہَ بِمَا یَعْمَلُوْنَ مُحِیْطٌ ہ یعنی اور اگر تم صبر کرو اور پرہیزگاری کرو تو تم کو کچھ بھی نقصان نہ پہنچا سکے گا ان کا فریب بیشک جو کچھ یہ کر رہے ہیں سب اللہ کے بس میں ہے ٭

(۱۴) تقویٰ امداد الٰہی کا سبب ہے۔ چنانچہ سورہ آل عمران ع ۱۳ میں ارشاد ہوتا ہے:۔ بَلٰٓی اِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا وَیَاْتُوْکُمْ مِّنْ فَوْرِھِمْ ھٰذَا یُمْدِدْکُمْ رَبُّکُمْ بِخَمْسَۃِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِکَۃِ مُسَوِّمِیْنَ ہ یعنی بلکہ اگر تم صبر کرو اور پرہیزگاری کرتے رہو۔ اور وہ تم پر آپڑیں اسی دم تو تمہاری مدد کرے گا تمہارا پروردگار پانچ ہزار فرشتوں نشان والوں سے ٭

(۱۵) ہر ایک کو بقدر طاقت تقویٰ اور اسکا کمال حاصل کرنے کا حکم ہے۔ چنانچہ سورہ تغابن ع ۲ میں ارشاد ہوتا ہے:۔ فَاتَّقُوا اللّٰہَ مَا اسْتَطَعْتُمْ وَاسْمَعُوْا وَاَطِیْعُوْا وَاَنْفِقُوْا خَیْرًا لِّاَنْفُسِکُمْ ط وَمَنْ یُّوْقَ شُحَّ نَفْسِہٖ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ہ یعنی تو ڈرو اللہ تعالیٰ سے جہاں تک تم سے ہو سکے اور سنو اور مانو اور خرچ کرو بہتر ہوگا تمہارے ہی لئے اور جو شخص محفوظ رکھا جائے اپنے نفس کے بخل سے تو وہی لوگ فلاح پانیوالے ہیں ٭

(۱۶) عاقبت و آخرت اور جنت پرہیزگاروں کے لئے ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:۔ وَالْعَاقِبَۃُ لِلتَّقْوٰی (سورہ طٰہٰ رکوع ۸) یعنی اور انجام بخیر پرہیزگاری کا ہے۔ وَالْعَاقِبَۃُ لِلْمُتَّقِیْنَ (سورہ اعراف ع ۱۵) یعنی اور انجام بخیر پرہیزگاروں کا ہے۔ وَاِنَّ لِلْمُتَّقِیْنَ لَحُسْنَ مَاٰبٍ ہ جَنّٰتِ عَدْنٍ مُّفَتَّحَۃً لَّھُمُ الْاَبْوَابُ ہ (سورہ ص ع ۴) یعنی اور بیشک پرہیزگاروں کے لئے اچھا ٹھکانا ہے ہمیشگی کے باغ کہ کھلے ہوئے ہونگے ان کے لئے دروازے ٭

(۱۷) پرہیزگار جنت کے وارث ہیں:۔ چنانچہ سورہ مریم ع ۴ میں ارشاد ہوتا ہے:۔ تِلْکَ الْجَنَّۃُ الَّتِیْ نُوْرِثُ مِنْ عِبَادِنَا مَنْ کَانَ تَقِیًّا ہ یعنی یہ وہ جنت ہے جس کا ہم اپنے بندوں میں

سے اس شخص کو وارث بنائیں گے جو پرہیزگار ہوگا +

(۱۸) پرہیزگار اللہ کے نزدیک بزرگ ہے: چنانچہ سورہ حجرات ع ۲ میں ارشاد ہوتا ہے:۔ اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ ۰ یعنی تم میں زیادہ باعزت اللہ کے نزدیک پرہیزگار ہے +

(۱۹) اللہ تعالیٰ پرہیزگاروں کا دوست ومحب ہے: چنانچہ سورہ جاثیہ میں ارشاد ہوتا ہے:۔ وَاللّٰہُ وَلِیُّ الْمُتَّقِیْنَ ۰ یعنی اور اللہ تعالیٰ پرہیزگاروں کا دوست (کارساز) ہے +

(۲۰) اور سورہ آل عمران میں ارشاد ہوتا ہے:۔ بَلٰی مَنْ اَوْفٰی بِعَھْدِہٖ وَاتَّقٰی فَاِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُتَّقِیْنَ ۰ یعنی مواخذہ کیوں نہ ہو۔ جو کوئی پورا کرے اپنا قرار اور پرہیزگار ہو تو بیشک اللہ تعالیٰ پرہیزگاروں کو دوست رکھتا ہے +

(۲۱) اللہ تعالیٰ پرہیزگاروں کا مددگار ہے۔ چنانچہ سورہ بقر ع ۲۴ میں ارشاد ہوتا ہے:۔ وَاتَّقُوا اللّٰہَ وَاعْلَمُوْآ اَنَّ اللّٰہَ مَعَ الْمُتَّقِیْنَ ۰ یعنی اور ڈرو اللہ تعالیٰ سے اور جانے رہو کہ اللہ ڈرنیوالوں ہی کے ساتھ ہے +

(۲۲) اللہ تعالیٰ پرہیزگاروں کے کام آسان کر دیتا ہے۔ چنانچہ سورہ طلاق ع ۱ میں ارشاد ہوتا ہے:۔ وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰہَ یَجْعَلْ لَّہٗ مِنْ اَمْرِہٖ یُسْرًا ۰ یعنی اور جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اللہ اُس کے لئے پیدا کر دے گا اس کے کام میں آسانی +

علمائے فضلا کی بزرگی وعظمت

علمائے فضلا کی بزرگی وعظمت میں بیشمار حدیثیں پائی جاتی ہیں۔ چنانچہ منجملہ ان کے چند ایک کا ذکر کیا جاتا ہے:۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمْ فَقِیْہٌ وَّاحِدٌ اَشَدُّ عَلَی الشَّیْطَانِ مِنْ اَلْفِ عَابِدٍ (رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَابْنُ مَاجَۃ) یعنی ترمذی اور ابن ماجہ میں ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ایک فقیہ شیطان پر ہزار عابد سے باعتبار غلبہ کے زیادہ بھاری بوجھل ہے *

عالم بعابد میں فرق

جو شخص بغیر علم کے عبادت اور زہد و ریاضت کرے۔ اور جو شخص علم حاصل کر کے عبادت کرے۔ ان دونوں کی عبادتوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں مروی ہے :۔ عَنْ كَثِيْرِ بْنِ قَيْسٍ قَالَ كُنْتُ جَالِسًا اَبِي الدَّرْدَاءِ فِيْ مَسْجِدِ دِمَشْقَ فَجَاءَهُ رَجُلٌ فَقَالَ يَا اَبَا الدَّرْدَاءِ اِنِّيْ جِئْتُكَ مِنْ مَدِيْنَةِ الرَّسُوْلِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ لِحَدِيْثٍ بَلَغَنِيْ اَنَّكَ تُحَدِّثُهُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ مَا جِئْتُ لِحَاجَةٍ قَالَ فَاِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ سَلَكَ طَرِيْقًا يَطْلُبُ فِيْهِ عِلْمًا سَلَكَ اللّٰهُ لَهٗ طَرِيْقًا مِنْ طُرُقِ الْجَنَّةِ وَاِنَّ الْمَلٰٓئِكَةَ لَتَضَعُ اَجْنِحَتَهَا رِضًا لِطَالِبِ الْعِلْمِ وَاِنَّ الْعَالِمَ يَسْتَغْفِرُ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ وَالْحِيْتَانُ فِيْ جَوْفِ الْمَاءِ وَاِنَّ فَضْلَ الْعَالِمِ عَلَى الْعَابِدِ كَفَضْلِ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ عَلٰى سَائِرِ الْكَوَاكِبِ وَاِنَّ الْعُلَمَاءَ وَرَثَةُ الْاَنْبِيَاءِ وَاِنَّ الْاَنْبِيَاءَ لَمْ يُوَرِّثُوْا دِيْنَارًا وَّلَا دِرْهَمًا وَاِنَّمَا وَرَّثُوا الْعِلْمَ فَمَنْ اَخَذَهٗ اَخَذَ بِحَظٍّ وَافِرٍ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَ التِّرْمِذِيُّ یعنی صحیح ترمذی میں کثیر بن قیس رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے منقول ہے کہ میں مسجد دمشق میں حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ ایک شخص اُن کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ اے ابوالدرداء رضی اللہ تعالےٰ عنہ میں تمہاری خدمت میں مدینہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے صرف ایک حدیث کے لئے آیا ہوں مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم وہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہو۔ مجھے اور کوئی مطلب آنے سے نہیں ہے۔ ابوالدرداء رضی اللہ تعالےٰ عنہ اُنکی اس شوق طلب کی فضیلت کے لئے فرمایا کہ بیشک میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سُنا تھا۔ آپ فرماتے تھے کہ جو شخص ایسے راہ چلے جسمیں علم کی طلب کرتا ہو تو اللہ تعالےٰ اُس کو جنت کی راہ پر چلاتا ہے اور بیشک فرشتے اپنے پروں کو طالب علم کی رضا کے لئے بچھا دیتے ہیں۔ اور پانی میں مچھلیاں استغفار کرتی ہیں۔ اور بیشک عالم کی بزرگی عابد پر ایسی ہے جیسے بدر کی فضیلت تمام ستاروں پر۔ اور بے شک علماء انبیاء علیہم

السلام کے وارث ہیں اور بیشک انبیاء علیہم السلام دینار و درہم کے مورث نہیں ہوئے۔ وہ تو علم ہی کے مورث ہوئے ہیں پھر جس نے اس کو حاصل کیا تو پورا حصہ دین کا حاصل کیا ✦

طبرانی نے اوسط میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ اُن کا گذر ایک دن بازار میں ہوا۔ کھڑے ہوکر بازار والوں سے کہنے لگے کہ تم لوگ بڑے ہی ناتوان ہو۔ وہ بولے۔ اے ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کیا بات ہے۔ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی میراث بٹ رہی ہے اور تم یہاں بیٹھے ہوئے ہو۔ جاکر اپنا حصہ کیوں نہیں لیتے۔ وہ سب کے سب کہنے لگے کہ کہاں بٹ رہی ہے۔ فرمایا مسجد میں۔ پھر وہ سب کے سب لپکے اور ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ اُن کے آنے تک وہیں ٹھہرے رہے۔ جب وہ آئے تو پوچھا۔ کہنے لگے اے ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ ہم تو مسجد میں گئے مگر وہاں کوئی چیز بٹتی ہوئی نہ دیکھی۔ ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے کہا۔ کیا تم نے کسی کو مسجد میں نہیں دیکھا۔ کہا کیوں نہیں۔ کچھ لوگ تو نماز میں مشغول ہیں۔ کچھ قرآن مجید کی تلاوت میں۔ اور کچھ لوگ باہم حلال وحرام کا تذکرہ کر رہے ہیں۔ ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے کہا کہ افسوس۔ یہی تو محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی میراث ہے ✦

خزانۃ الروایت میں ہے:۔ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سَاعَۃٌ مِّنْ عَالِمٍ یَّتَّکِیُ عَلٰی فِرَاشِہٖ یَنْظُرُ فِیْ عِلْمِہٖ خَیْرٌ مِّنْ عِبَادَۃِ الْعَابِدِ سَبْعِیْنَ عَامًا یعنی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ اگر عالم ایک ساعت اپنے بستر پر تکیہ لگاکر کتاب کو دیکھے تو وہ اُس کا دیکھنا عابد کی ستر برس کی عبادت سے بہتر ہے ✦

اربعین میں ابن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے:۔ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اِذَا اجْتَمَعَ الْعَالِمُ وَالْعَابِدُ عَلَی الصِّرَاطِ قِیْلَ لِلْعَابِدِ اُدْخُلِ الْجَنَّۃَ بِعِبَادَتِکَ وَقِیْلَ لِلْعَالِمِ قِفْ مَا شَفَعْ لِمَنْ شِئْتَ فَاِنَّکَ لَا تَشْفَعُ لِاَحَدٍ اِلَّا اُشَفِّعْتَ مَقَامَ الْاَنْبِیَاءِ یعنی فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ جب عالم اور

عابد بلپصراط پر جمع ہونگے تو عابد کو حکم کیا جائے گا کہ اپنی عبادت کے سبب جنّت میں داخل ہو اور عالم کو کہا جائے گا کہ ٹھیر۔ تو شفاعت کر لوگوں کی جس کسی کی تو چاہے ہے۔ کیونکہ تجھے حصّہ دیا جائیگا مقام انبیاء علیہم السلام سے ✽

عالم عابد سے ہزار درجہ افضل ہے

دارمی نے حضرت حسن رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مرسلاً روائت کیا۔ قَالَ سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ عَنْ رَجُلَیْنِ کَانَا فِیْ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ اَحَدُھُمَا کَانَ عَالِمًا یُصَلِّی الْمَکْتُوْبَۃَ ثُمَّ یَجْلِسُ فَیُعَلِّمُ النَّاسَ الْخَیْرَ وَالْاٰخَرُ یَصُوْمُ النَّھَارَ وَیَقُوْمُ اللَّیْلَ اَیُّھُمَا اَفْضَلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ فَضْلُ ھٰذَا الْعَالِمِ الَّذِیْ یُصَلِّی الْمَکْتُوْبَۃَ ثُمَّ یَجْلِسُ فَیُعَلِّمُ النَّاسَ الْخَیْرَ عَلَی الْعَابِدِ الَّذِیْ یَصُوْمُ النَّھَارَ وَیَقُوْمُ اللَّیْلَ کَفَضْلِیْ عَلٰی اَدْنَاکُمْ یعنی پوچھے گئے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم دو شخصوں سے کہ تھے بنی اسرائیل میں۔ ایک ان میں سے عالم تھا جو نماز فرض پڑھ کر بیٹھتا تھا اور لوگوں کو علم سکھلاتا تھا۔ اور دوسرا شخص دن کو روزہ رکھتا اور تمام رات عبادت کرتا۔ اُن دونوں میں سے کون افضل ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ اس عالم کی بزرگی کہ جو نماز مفروضہ پڑھتا ہے۔ پھر بیٹھتا ہے اور لوگوں کو سکھلاتا ہے اُس عابد پر جو دن کو روزہ رکھتا ہے اور رات کو قیام کرتا ہے جیسی میری بزرگی تمہارے ادنیٰ پر ہے ✽

حکایت عالم و عابد و شیطان

نقل آئی اک مجھے اس جا پہ یاد
یہ بیان کرتے تھے میرے اوستاد

ایک دن کوئی ولی مرد خدا
شب کو وہ کرنے وضو دریا گیا

دیکھا دریا پر ہجوم جنیاں
تخت پر ابلیس بیٹھا ہے وہاں

گرد اس کے اسکی ہی اولاد سب
اس ولی کو دیکھ کر آیا عجب

پھر یہ دل میں اس ولی نے یوں کہا
ہے یہ جلسہ بالیقیں ابلیس کا

یعنی یہ شیطان ہوا ہے دل نہ ڈر
جس کے حق میں کہتے ہیں خیر البشر

تخت اک تحقیق ہے ابلیس کا
بیگماں پانی کے اوپر ہے بچھا

کرتا تھا اولاد اپنی سے سوال
ان سے پوچھے تھا بنی آدم کا حال

سچ بتاؤ کیا کیا انسان سے
کس کو برگشتہ کیا ایمان سے

ہیں یہ سب دشمن ہمارے آدمی
دشمنوں سے تم بھی مت کیجو کمی

یعنی دشمن ہیں ہماری جان کے
تم ہو دشمن ان کے سب ایمان کے

تھا فرشتوں سے مرا عالی مقام
ان کے باعث سے ہوا شیطان نام

اور تھا اک تخت میرا عرش پر
وہ سبب اُن کے سے اُلٹا سربسر

اور کیا ہے بند ہم پر آسمان
چڑھ نہیں سکتے ہیں ان پر نگہاں

ہے نگہباں ان پہ اک تارا اگر
دے جلا تم سے کوئی جائے اگر

سُن کلام عطارؒ کا اے باخرد
نجم را رجم شیاطیں مے کند

ایک شیطان نے یہ دی اس کو خبر
آج میں نے قتل کروایا بشر

دوسرا وہ اس طرح سے برملا
پیشِ ابلیسِ لعیں کہنے لگا

جاتا تھا انسان اک بہرِ نماز
میں نے لا رکھا اسے مسجد سے باز

اور سمجھائی اس کو ایسی ایک بات
جسکے باعث چھوڑ دی اُس نے صلوٰۃ

ایک نے آکر کے دی اس کو خبر
حج سے روکا آج میں نے اک بشر

ایک نے آکر کہا اے پیشوا
منع اُس کو روزہ رکھنے سے کیا

ایک نے آکر کہا سُن میری بات
باز رکھا میں نے دینے سے زکوٰۃ

ایک شیطان سب کے پیچھے تھا کھڑا
بڑھ کے یوں ابلیس سے کہنے لگا

جاتا تھا اک طفل پڑھنے کو قرآن
باز رکھا اُس کو پڑھنے سے وہاں

جاتا تھا اک طفل پڑھنے علم دین
باز رکھا اُس کو پڑھنے سے وہیں

اور لگایا اس کو ایسی کھیل پر
تا نہ ہووے علم سے وہ بہرہ ور

جو سنا ابلیس نے اُس کا سخن
گود اپنے تخت سے وہ راہزن

آخوشی سے لے گیا گودی اُٹھا
تخت پر اپنے بٹھایا اُس کو لا

گاہ ہاتھا چومتا تھا گاہ زباں
گاہ اُسے کہتا تھا اے جانِ جہاں

گاہ کہتا تھا اُسے نور البصر
تجھ پہ سے قربان کئی لاکھوں بشر

کام تو نے یہ کیا ہے استوار
جس سے انسان کا نہیں عزّ و وقار

یعنی بے علمی سے ہے انساں خراب
ہم بدنیا ہم بعقبیٰ ہم حساب

اور منگا اُس کے لئے خلعت دیا
دے کے خلعت پھر اُسے رخصت کیا

تھے جو باقی اور اُس کے گرد و پیش
دیکھ کر کھایا سبھوں نے دل میں طیش

ہو کے باہم سب نے شیطاں سے کہا
کام اس نے ایسا کیا مشکل کیا

تم نے بخشا جو اسے خلعت لباس
ایسی بخشش سے ہوئے ہم سب اداس

ایک لڑکا باز آیا علم سے
اپنی کم فہمی سے اپنے جہل سے

اور جدائی ہم نے کی انساں کے ساتھ
تا نہ ہووے حشر میں اسکی نجات

اور رہے ہم ان کو مانع در حیات
از نماز و روزہ و حج و زکوٰۃ

اور دیا ہم نے اسے سب کچھ بھلا
تاکہ ہو قہرِ خدا میں مبتلا

جو نہ لایا امرِ خالق کا بجا
ہوگا رسوا حشر میں پیشِ خدا

سُن شیاطینوں کی ساری گفتگو
ہنس کے یوں کہنے لگا وہ زشت خو

ایک عابد ہے یہاں خلوت نشیں
جانتا کچھ بھی نہیں وہ علمِ دیں

رہتا ہے ورد و وظائف میں مدام
لیک امر و نہی سے غافل تمام

ہے بڑا عابد وہ اور نیکو خصال
ساتھ میرے چل کے دیکھو اسکا حال

پھر شیاطینوں کو ہمراہ لے گیا
در پہ عابد کے کہا سب کو کھڑا

اور پکارا اس کو اے عابد نکل
باہر آنے میں نہ کر لیت و لعل

جو سنی عابد نے وہ بانگ عجیب
یک بیک آیا چلا اُس کے قریب

دیکھ کر عابد کو بولا بوالفضول — حق نے کی ہے بندگی تیری قبول
ہے بُلاتا تجھ کو ربُّ العالمین — لینے آیا ہوں میں جبریلِ امینؑ
اور لایا ہوں بُراقِ نازنین — ہو سوار اسپر تو اب جلدی یہیں
دے کے عابد کو فریب اُستوار — اک گدھے پر کر دیا اُس کو سوار
اسپر چڑھ کر ہاتھ سے باگوں کو تھام — اس خرِ بے دُم کو ہانکا تیز گام
جا کے خندق میں دیا اس کو گرا — بول و غائط جس جگہ پر تھا پڑا
بھر گئے کپڑے غلاظت میں تمام — گھر تلک آئے وہ روتے نیک نام
یہ دکھا کر حالِ جاہل سر بسر — لے گیا اُن سب کو اک عالم کے گھر
در پہ دی عالم کے یوں اس نے ندا — مرحبا یاں تک تو آ مردِ خدا
حق نے تجھ پر مولوی بھیجا سلام — میں ہوں جبریلِ امیںؑ لایا پیام
یعنی میں ہوں خاص پیکِ ذوالجلال — چل بُلاتا ہے تجھے ایزد تعال
تا بٹھا دے تجھ کو اے مردِ خدا — عرش اپنے پر جنابِ کبریا
علم تیرا بس ہوا مقبولِ رب — اس سبب آیا ہوں لینے کو اب
اور کھڑے ہیں منتظر تیرے ملک — آئے ہیں ہمراہ مرے طے کر فلک
اپنے پر تجھ پر کریں گے سائبان — تا نہ ہو خورشید کچھ ایذا رساں
سُن کے عالم نے دیا اسکو جواب — جھوٹ کیا بکتا ہے اے خانہ خراب
میں نے دیکھا ہے کتابوں میں لکھا — لے گئے تشریف جب سے مصطفےٰؐ
پھر نہیں آنے کا جبریلِ امیںؑ — تا نزولِ عیسیٰؑ[۱] اے مردک لعیں
اس سخن سے تیرے یہ ثابت ہوا — ہے فریبندہ تو شیطاں بر ملا
تو ہے خنّاس اور ابلیسِ لعیں — میں دغا کھانے کا اب تجھ سے نہیں
کھسکے یہ کہتے لگائے اُس کے چار — بھاگا اس جا سے مع خویش و تبار

[۱] نزولِ عیسیٰؑ کا مفصل بیان میں نے ظہورِ مہدی و نزولِ عیسیٰؑ میں لکھ دیا ہے جسکی قیمت ۸ر ہے۔ (مصنف رحمہ)

جا چھپا ہفتم زمیں میں سربسر — کہتے ہیں ابلیس کا اس جا ہے گھر
اور کہا سب سے جو تھے شاکی وہاں — دیکھا تم نے علم کا رتبہ یہاں
گر پڑھے عالم دو رکعت آشکار — اور پڑھے اُمّی اگر رکعت ہزار
زیادہ ان دو کا ہے اس سے مرتبہ — گر ہزار اُمّی کرے رکعت ادا

علماء کا اس سے بڑھ کر اور کیا درجہ ہوگا کہ علماء انبیاء کے وارث اور گدی نشین ہیں چنانچہ حدیث شریف میں ہے:۔ عَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اَلْعُلَمَاءُ وَرَثَۃُ الْاَنْبِیَاءِ (رَوَاہُ اَبُوْدَاوُدَ وَالتِّرْمِذِیُّ) یعنی ترمذی اور ابوداؤد میں ابودرداء رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ عالم انبیاء کے وارث ہیں؁

مسلمانو یہ بات تو اظہر من الشمس ہے کہ نبوت کے درجہ سے بڑھ کر اور کوئی رتبہ نہیں ہے پس اس رتبہ کی وراثت سے بڑھ کر کوئی اور شرف بھی نہیں ہے؁

احیاء العلوم میں مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ عالم کے واسطے زمین و آسمان میں جو چیز ہے مغفرت طلب کرتی ہے۔ پس اس سے بڑھ کر کونسا منصب ہوگا جس منصب کے لئے آسمان و زمین کے فرشتے مغفرت چاہنے میں مشغول ہوں۔ جائے غور ہے کہ وہ تو اپنے نفس میں مشغول رہتا ہے اور فرشتے اُس کے لئے مغفرت چاہنے میں مشغول رہتے ہیں (اللّٰہُ اَکْبَر)؁

ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ نے ابن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روائت کیا ہے۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا لوگوں میں سے درجۂ نبوت کے قریب تر اہل علم اور اہل جہاد ہیں۔ اہل علم اس واسطے کہ اُنھوں نے لوگوں کو وہ باتیں بتائیں جو رسولؑ لائے تھے، اور اہل جہاد اس وجہ سے کہ انھوں نے پیغمبروں کی لائی ہوئی شریعت پر اپنی تلواروں سے جہاد کیا۔ (احیاء العلوم)؁

پیغمبران کے بعد علماء شفاعت کرینگے

عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ يَشْفَعُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ثَلَاثَةٌ اَلْاَنْبِيَاءُ ثُمَّ الْعُلَمَاءُ ثُمَّ الشُّهَدَاءُ (رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ)

یعنی مشکوٰۃ کے باب الشفاعت میں عثمان بن عفان رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے۔ قیامت کے دن تین گروہ شفاعت کریں گے۔ انبیاء، پھر علماء، پھر شہداء۔ اس حدیث سے علم کا بڑا رتبہ ثابت ہوتا ہے کہ نبوت کے بعد اور شہادت کے اوپر ہے۔

ابوداؤد نے مرفوعاً ابوالدرداء رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ شہید اپنے اہل بیت میں سے ستر کی شفاعت کریگا۔ پس اسپر علماء کی شفاعت کو قیاس کرلینا چاہئے۔

علماء کی سیاہی شہیدوں کے خون پر غالب

رَوَی الشِّيْرَازِيُّ عَنْ اَنَسٍؓ وَابْنُ عَبْدِ الْبَرِّ عَنْ اَبِي الدَّرْدَاءِ وَابْنُ الْجَوْزِيِّ فِي الْعِلَلِ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ مَرْفُوْعًا يُوْزَنُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِدَادُ الْعُلَمَاءِ وَدَمُ الشُّهَدَاءِ فَيَرْجَحُ مِدَادُ الْعُلَمَاءِ عَلٰی دَمِ الشُّهَدَاءِ (مرقات جزء خامس صفحہ ۲۸۳) یعنی شیرازی نے انس رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے اور ابن عبد البرؒ نے ابوالدرداءؓ سے اور ابن جوزی رحمہ نے کتاب العلل میں نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مرفوعاً روایت کی ہے کہ قیامت کے دن علماء کی سیاہی اور شہیدوں کا خون وزن کیا جائیگا۔ پس علماء کی سیاہی شہیدوں کے خون پر غالب آئے گی (احیاء العلوم)

عالم کا چہرہ دیکھنا عبادت ہے

کنز العرفان میں ہے قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اَلنَّظْرُ اِلٰی وَجْهِ الْوَالِدَيْنِ عِبَادَةٌ وَالنَّظْرُ اِلَی الْكَعْبَةِ عِبَادَةٌ وَالنَّظْرُ فِي الْمُصْحَفِ عِبَادَةٌ وَالنَّظْرُ اِلٰی وَجْهِ الْعَالِمِ عِبَادَةٌ مَنْ زَارَ عَالِمًا فَكَاَنَّمَا زَارَنِيْ وَمَنْ صَافَحَ عَالِمًا فَكَاَنَّمَا صَافَحَنِيْ وَمَنْ جَالَسَ عَالِمًا فَكَاَنَّمَا جَالَسَنِيْ وَمَنْ جَالَسَنِيْ فِي الدُّنْيَا اَجْلَسَهُ اللّٰهُ مَعِيَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ۔ یعنی فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے والدین کے چہرہ کو دیکھنا عبادت ہے۔ کعبہ شریف کی زیارت کرنا عبادت ہے۔ قرآن شریف کی طرف نظر کرنا عبادت

ہے۔ عالم کے چہرے کو دیکھنا عبادت ہے جس شخص نے عالم کی زیارت کی۔ گویا اس نے میری زیارت کی۔ اور جس شخص نے عالم سے مصافحہ کیا گویا اُس نے مجھ سے مصافحہ کیا۔ جو شخص عالم کی مجلس میں بیٹھا وہ گویا میری مجلس میں بیٹھا۔ اور جو میری مجلس میں دُنیا میں بیٹھا۔ اللہ تعالےٰ اُسے قیامت کے دن میرے ساتھ بٹھائے گا +

حدیث صحیح میں ابن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ میں نے جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا کہ کونسی کوشش بہتر اور فاضلتر ہے۔ فرمایا کہ علم سیکھنا۔ پھر پوچھا کہ اَور کیا ہے۔ فرمایا کہ نماز پنجگانہ۔ پھر پوچھا کہ اَور کیا ہے۔ فرمایا کہ عالموں اور عقلمندوں کی طرف دیکھنا کہ یہ عبادت میں داخل ہے +

حدیث شریف میں ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ کہ ایک ساعت عالم کے پاس اس حال میں بیٹھنا جہاں علم کا بیان ہو۔ ہزار رکعت نماز اور سو ہزار تسبیح اور ہزار گھوڑوں سے جو جہاد کی نیت سے باندھ رکھے ہوں بہتر اور برتر ہے ؎ صحبت صالح اگر یک ساعت ہست۔ بہتر از صد خلوت و صد طاعت ست +

آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے کا باعث فرشتوں کا آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنا محض علم اور فہم کی تعظیم کے سبب سے تھا۔ جیسا کہ قرآن مجید اور حدیث شریف سے مصرح ہے +

حدیث شریف میں ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے:۔ مَنْ جَلَسَ عِنْدَ الْعَالِمِ سَاعَتَیْنِ اَوْ اَکَلَ مَعَہٗ لُقْمَتَیْنِ اَوْ سَمِعَ مِنْہُ کَلِمَتَیْنِ اَوْ مَشٰی مَعَہٗ خُطْوَتَیْنِ اَعْطَاہُ اللّٰہُ تَعَالٰی جَنَّتَیْنِ کُلُّ جَنَّۃٍ مِثْلُ الدُّنْیَا مَرَّتَیْنِ یعنی جو شخص عالم کے پاس دو ساعت بیٹھے۔ یا عالم کے ہمراہ دو لقمے کھائے۔ یا عالم کی زبان سے دو کلمات سُنے۔ یا عالم کے ساتھ دو قدم چل کر جائے۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اُسے دو جنت عطا فرمائے گا۔ ایک ایک جنت دُنیا سے ایک ایک حصہ زیادہ ہوگا +

بیہقی نے موقوف روائت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے۔ آدمیوں میں سے بہتر اور ایماندار وہ عالم ہے کہ اگر لوگ اُس کے پاس حاجت لے جائیں تو اُن کو فائدہ دے۔ اور اگر اُس سے بے پروائی کریں تو وہ اپنے نفس کو بے پروا کرے۔ (احیاء العلوم)

حاکم نے ابوالدرداء رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روائت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے۔ ایمان ننگا ہے اور اُسکی پوشش تقویٰ ہے۔ اور اُسکی آرائش حیا اور اُس کا ثمرہ علم ہے۔ (احیاء العلوم) +

چالیس حدیثیں یاد کرنیوالوں کو خوشخبری

ابن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ نے ابن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روائت کی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو شخص میری اُمت کو چالیس حدیثیں یاد کر کے پہنچائے۔ قیامت کے روز میں اُسکا شفیع اور گواہ ہونگا۔ (احیاء العلوم)

اللہ تعالیٰ کا علماء کو دوست رکھنا

ابن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ نے روائت تعلیقاً کی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام پر وحی بھیجی کہ اے ابراہیم میں علیم ہوں اور ہر علم والے کو دوست رکھتا ہوں۔ (احیاء العلوم) +

عالم کا امین ہونا

ابن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ نے معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روائت کی ہے۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ عالم زمین پر اللہ تعالےٰ کا امانت دار ہے +

حکام اور فقہا کی درستی پر لوگوں کا انحصار

ابن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ نے روائت کی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ میری اُمت میں سے دو قسمیں ایسی ہیں کہ جب وہ درست ہوں تو سب لوگ درست ہو جائیں۔ اگر وہ بگڑ جائیں تو سب لوگ بگڑ جائیں۔ ایک امیر یعنی حکام ہیں۔ دوم فقہاء +

اللہ سے قریب کرنیوالا علم

طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے اوسط میں روائت کی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ جب مجھ پر کوئی ایسا دن آئے جسمیں مجھ کو وہ علم نہ ہو جو مجھے خدا

تعالیٰ سے قریب کردے تو اُس روز کا آفتاب نکلنا مجھ کو نصیب نہ ہو ✣

عَنْ اَبِیْ دَرْدَاءٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ … مَوْتُ الْعَالِمِ مُصِیْبَۃٌ وَّلَا تُجْبَرُ وَثُلْمَۃٌ لَا تُسَدُّ وَھُوَ نَجْمٌ طُمِسَ وَمَوْتُ قَبِیْلَۃٍ اَیْسَرُ مِنْ مَّوْتِ عَالِمٍ (رَوَاہُ اَبُوْدَاؤُدَ وَالتِّرْمِذِیُّ) یعنی ابوداؤد و ترمذی اور ابن ماجہ وغیرہ میں ابودرداء رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سُنا کہ عالم کا مرنا ایک ایسی مصیبت ہے کہ اسکا جبر نقصان نہیں اور ایسا رخنہ ہے کہ بند نہیں ہو سکتا۔ اور وہ ستارہ ہے کہ بے نور ہو گیا۔ اور ایک قبیلہ کا مرنا عالم کی موت کی نسبت زیادہ آسان ہے ✣

ایک روائت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس مومن نے کسی عالم کے مرنے کا غم کیا تو اللہ تعالیٰ اُس کے واسطے ہزار عالموں اور ہزار شہیدوں کا ثواب لکھتا ہے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ ایک عالم کا مرنا گویا ایک جہان کا مرنا ہے ✣

کواشی میں مرقوم ہے کہ جو شخص کسی عالم باعمل سے بدزبانی اور فحش کلامی کرے وہ شخص کافر ہو جاتا ہے۔ اور اُسکی عورت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مُطلقہ بطلاق بائن ہو جاتی ہے۔ ایسا ہی صدر الشہید رحمۃ اللہ علیہ نے فتاویٰ بدیع الدین میں لکھا ہے ✣

حدیث شریف میں مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ جو شخص عالم کی بے عزتی کرے۔ یا عالم کو تکلیف دے یا رنج پہنچائے گویا اُس نے میری بے عزتی کی اور جس نے میری بے عزتی کی گویا اُس نے اللہ تعالےٰ کی اہانت کی۔ پس جس نے اللہ تعالےٰ کی اہانت کی۔ وہ دوزخ کی دہکتی ہوئی آگ میں ڈالا جائے گا ✣

قرب قیامت کے آثار حدیث صحیح میں مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ عنقریب میری اُمت پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ لوگ علما و فضلا سے بھاگیں گے پس

ان کو اللہ تعالیٰ تین بلاؤں میں مبتلا کرے گا۔ اوّل ان کے کسب سے برکت اُٹھ جائے گی۔ دوم اللہ تعالیٰ اُن پر ظالم بادشاہ بھیجے گا۔ سوم ایسے لوگ دنیا سے بے ایمان جائیں گے +

پس مسلمانوں کو لازم ہے کہ علماء کی عزت کریں اور ان کی صحبت سے فیض اٹھائیں اور ان کی شان میں بے ادبی اور گستاخی کا کوئی کلمہ نہ کہیں +

علماء سے بغض اور حسد رکھنے والوں کا انجام

جو لوگ دیندار علماء فضلاء سے بُغض وحسد رکھتے ہیں۔ وہ قیامت کے دن بڑے بڑے عذاب میں مبتلا ہونگے۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے :- عَنْ عَلِیٍّ کَرَّمَ اللّٰہُ وَجْہَہٗ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اَنَّہٗ قَالَ سَاَلْتُ جِبْرَائِیْلَ عَنْ صَاحِبِ الْعِلْمِ فَقَالَ ھُمْ سُرُجُ اُمَّتِكَ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ طُوْبٰی لِمَنْ عَرَفَھُمْ وَالْوَیْلُ لِمَنْ اَنْکَرَھُمْ وَاَبْغَضَھُمْ یعنی حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ میں نے جبرائیل علیہ السلام سے عالم کا درجہ پوچھا اس نے کہا کہ وہ لوگ آپ کی اُمت کے چراغ ہیں۔ دنیا اور آخرت میں وہ لوگ خوش ہیں۔ جنہوں نے عالم کا مرتبہ پہچانا اور عذاب ہے ان لوگوں کے واسطے جنہوں نے عالموں سے انکار کیا اور ان کے ساتھ بُغض وحسد رکھا اور ان سے بے ادبی اور گستاخی کی +

افسوس سخت افسوس ہے کہ آج کل مسلمانوں میں یہ سب بُری باتیں پائی جاتی ہیں۔ او وہ علماء کی طرف سے سخت بدظن اور بدگمان ہو رہے ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ عام مسلمان بدصحبتوں اور بُری مجلسوں کے باعث بے دین اور گمراہ ہو گئے ہیں اور ان کو دینداری اور پرہیزگاری کا مطلق شوق نہیں رہا۔ بلکہ دیندار مسلمانوں کو دیکھ کر ہنسی اُڑاتے ہیں۔ جس کا خمیازہ ان کو آنکھ کے بند کرنے کے ساتھ ہی معلوم ہو جائے گا ؎

خلافِ پیمبر کسے راہ گزید کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید

علماء کے حقوق

دیکھئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علماء کے حقوق کے متعلق کیا ارشاد فرماتے ہیں :- عَنْ عُبَادَۃَ بْنِ الصَّامِتِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ

وَسَلَّمَ قَالَ لَيْسَ مِنْ اُمَّتِيْ مَنْ لَمْ يُجِلَّ كَبِيْرَنَا وَيَرْحَمْ صَغِيْرَنَا وَيَعْرِفْ لِعَالِمِنَا (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالطَّبْرَانِيُّ) یعنی احمد اور طبرانی وغیرہ نے عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روائت کی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو شخص بڑے کی عزت اور چھوٹے پر رحم نہ کرے اور عالم کا حق نہ پہچانے وہ میری اُمت سے نہیں ہے ✤

حافظ قرآن کی تعظیم

عَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کَانَ یَجْمَعُ بَیْنَ الرَّجُلَیْنِ مِنْ قَتْلٰی اُحُدٍ یَعْنِیْ فِی الْقَبْرِ ثُمَّ یَقُوْلُ اَیُّھُمَا اَکْثَرُ اَخْذًا لِلْقُرْاٰنِ فَاِذَا اُشِیْرَ اِلٰی اَحَدِھِمَا قَدَّمَہٗ فِی اللَّحْدِ (رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ) یعنی صحیح بخاری میں جابر رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روائت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شہدائے اُحد میں سے دو دو کو قبر میں رکھتے۔ پھر فرماتے کہ قرآن شریف کس کو زیادہ یاد ہے۔ جب ایک کی طرف اشارہ کیا جاتا تو اُسے لحد میں پہلے رکھتے ✤

دیکھئے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم تو علمائے صالحین کی ایسی عزت وشان اور قدر ومنزلت کریں۔ مگر آج کل کے مسلمان علماء کی صحبت سے متنفر ہوں۔ افسوس صد افسوس ✤ ہم لوگوں کی نہ دنیا ٹھیک ہے اور نہ ہی دین۔ مگر دنیا کے نہ ہونے کا ہر ایک کو کسی قدر رنج وغم ہوتا ہے اور اسی واسطے وہ جائز اور ناجائز وسائل یعنی چوری۔ لوٹ گھسوٹ۔ رشوت اور سُود خواری سے روپیہ پیسہ پیدا کرنے کی سعیٔ بلیغ کرتے ہیں اور اس کے ضائع ہونے کا بھی بڑا رنج ہوتا ہے۔ چنانچہ مٹی کا پیالہ جس سے پانی پیتے ہیں۔ ٹوٹ جاتا ہے۔ تو کس قدر صدمہ ہوتا ہے لیکن بطور مثال عرض ہے کہ مدتوں کی نمازیں غائب اور دل پر خیال بھی نہیں آتا۔ اس کا ظاہرا سبب یہ ہے کہ ایمان میں نقصان ہے۔ دین میں فتور ہے جس کا بڑا باعث یہ ہے کہ احکام شریعت۔ وسیرت حضرت خاتم رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ حالات اصحاب کرام رضی اللہ تعالےٰ عنہم واہل بیت عظام سے محض بے خبری اور غفلت ہے۔ اس کا منتہائے سلسلہ یہی خامی وکوتاہی علم دین ہے ✤

ہمارے زمانہ کی حالت

اگر مسلمان علماء کی صحبت اختیار کریں تو ان کو سب ضروری باتیں معلوم ہو جائیں۔ لیکن ان کو تو ہر وقت یہ خوف رہتا ہے کہ ایسا نہ ہو۔ مولوی صاحب کچھ کہہ بیٹھیں میاں تمہاری صورت خلافِ شرع ہے۔ پاجامہ خلافِ سُنّت ہے۔ برخلاف اس کے اگر کوئی طبیب کہہ دے کہ میاں تم پر سوداویت کا غلبہ معلوم ہوتا ہے۔ جلد اسکا علاج کر لو۔ ایسا نہ ہو کہ مرض بڑھ جائے تو اس کو بڑی شفقت سمجھتے ہیں۔ افسوس ایمان کو بدن کے برابر بھی عزیز نہیں رکھتے۔ اگر ان لوگوں کو جسم کے برابر بھی ایمان کی محبت ہوتی تو علماء کی نصیحت کو برا نہ مانتے اللہ تعالےٰ ان کو ہدایت بخشے۔

علم کی عزت

مروی ہے کہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فقاعی کے پاس سے گذرے اور فرمایا۔ اِنْ اَعْطَیْتَنِیْ شَرْبَۃً اُعَلِّمْکَ مَسْئَلَتَیْنِ مِنَ الْفِقْہِ یعنی اگر تو مجھ کو شربت کا ایک پیالہ عنایت کرے تو میں تجھ کو دو مسئلے فقہ سے سکھلاؤں۔ فقاعی نے کہا کہ مجھ کو مسائل کی حاجت نہیں۔ حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

قیمتِ دُرِّ گرانمایہ چہ دانند عوام حافظا گوہرِ یکدانہ مدہ جز بخواص

یعنی عوام الناس قیمتی موتی کی قدر کیا جانیں۔ اے حافظ تو یکتا گوہر خواص کے سوا مت دے۔

الغرض اس کو ایسے مسئلہ کی ضرورت در پیش ہوئی۔ وہ یہ تھی کہ اس نے حلف اُٹھائی تھی۔ کہ اگر میں اپنی بیٹی کے لئے تمام دُنیا کی چیزیں جہیز میں نہ دوں تو میری عورت پر طلاق ہے۔ پس اُس نے علمائے وقت سے فتوےٰ طلب کیا۔ سب نے اُس کے حانث ہونے پر فتوےٰ دیا۔ بامر مجبوری اسے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آنا پڑا۔ آپنے فرمایا کہ جب میں نے تجھ سے شربت کا ایک پیالہ مانگا تھا تو اُس وقت میرا ارادہ اسی مسئلہ کے سکھانے کا تھا۔ مگر اب مسئلہ کی تعظیم شان کے واسطے ہزار دینار لئے بغیر نہ سکھاؤنگا۔ اس نے بامر مجبوری ہزار دینار مُہیّا کر دیئے۔ تب آپنے فرمایا کہ اگر بیٹی کے جہیز میں مصحف دیگا تو اپنی قسم میں سچا ہوگا۔ کیونکہ قرآن شریف میں دُنیا کی تمام چیزیں شامل ہیں۔ پس اس جواب سے علمائے وقت دنگ رہ گئے اور سب نے تسلیم کیا۔ اور آپکے علم میں یوں مداح ہوئے ؎

علم دُرّے است نیک باقیمت | جہل درد یست سخت بے درماں
ہُنر یابد و فضل و دین و کمال | کہ گاہ آید و گہ رود جاہ و مال

خلیفہ مامون رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی ایک ہوشیار اور تجربہ کار لونڈی سے پوچھا۔ کہ جس چیز میں دم بھر کی لذّت حاصل رہتی ہے وہ کونسی لذّت ہے۔ اور جس لذّت کا دن بھر میں خاتمہ ہو جاتا ہے وہ کونسی لذّت ہے۔ جس لذّت کا تین دن تک اثر رہتا ہے وہ کونسی لذّت ہے۔ اور ایک ماہ کی لذّت کس چیز میں میسر ہوتی ہے۔ سال بھر تک لذّت کس چیز میں حاصل رہتی ہے۔ اور عمر بھر کی لذّت کا کس پر خاتمہ ہوتا ہے۔ ابدی لذّت کس چیز میں میسر ہوتی ہے؟ تو لونڈی نے نہائت ہی متانت اور سنجیدگی کے ساتھ جواب دیا۔ کہ دم بھر کی لذّت جماع میں حاصل ہوتی ہے۔ اور دن بھر کی لذّت کا خاتمہ شراب پر ہوتا ہے۔ تین دن کی لذّت شگوفہ میں ہے۔ نئی دُلہنوں میں مہینہ بھر کی لذّت و مزہ داری ہے۔ سال بھر کی لذّت بچوّں میں ہے۔ عمر بھر کی لذّت دوستوں اور دینی بھائیوں کی ملاقات میں ہے۔ اور جس بات میں ابدی لذّت اور دوامی مزیداری ہے وہ عفو الٰہی ہے (اسے امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب نصیحت میں لکھا ہے)۔

ابن عساکرؒ نے جابر رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روائت کی ہے کہ اہل جنّت ہر جمعہ کو اللہ تعالےٰ کی زیارت کیا کرینگے۔ اللہ تعالیٰ اُن سے فرمائے گا تَمَنَّوْا عَلٰی مَا شِئْتُمْ یعنی تم مجھ سے آرزو کرو جو چاہو۔ وہ علماء کی طرف متوجہ ہو کر کہیں گے مَاذَا نَتَمَنّٰی یعنی ہم کیا آرزو کریں۔ علماء جواب دیں گے۔ تَمَنَّوْا عَلَیْہِ کَذَا کَذَا یعنی تم خدائے تعالیٰ سے فلاں فلاں آرزو کرو۔ اس حدیث سے ظاہر ہے کہ عقبیٰ میں بھی علماء کی ضرورت ہوگی۔ (مرقات جز خامس صفحہ ۲۸۷)۔

صحیح روائت میں آیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہر آدمی کے تین باپ ہوتے ہیں۔ ایک باپ تو وہ ہے جسکی صلب سے یہ خارج ہوا۔ دوسرا باپ وہ ہے جس نے اُسے علم سکھلایا۔ تیسرا باپ وہ ہے جس نے اُسے دختر دی۔ ان تینوں میں وہی زیادہ

اچھا ہے جس نے اُسے علم سکھلایا۔ اس لئے کہ علم خداشناسی کا ذریعہ ہے۔ اور اس سے بڑھ کر دین و دُنیا میں کوئی نعمت نہیں۔ پھر آدمی ایسے باپ کا ادب نہ کرے تو کس کا کرے +

جہان چار چیزوں سے قائم ہے

حدیث صحیح میں مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ دُنیا کی مضبوطی چار چیزوں سے ہے۔ اوّل عالموں کے علم سے۔ دوسرے حاکموں کے عدل سے، تیسرے مالداروں کی سخاوت سے۔ چوتھے فقیروں کی دُعا سے پس اگر عالموں کا علم نہ ہوتا تو بیشک تمام لوگ جاہل و گمراہ اور بے دین ہو جاتے۔ اگر مالداروں کی سخاوت نہ ہوتی تو بیشک تمام فقیر ہلاک ہو جاتے۔ اگر فقیروں کی دعا نہ ہوتی تو تمام مالدار ضرور ہلاک ہو جاتے اگر حاکموں کا انصاف نہ ہوتا تو ظالم لوگ غربا کو کھا جاتے۔ جیسا کہ بھیڑیا بکری کو کھا جاتا ہے +

رسول اللہ کے خلیفہ علماء ہیں

مسلمانو خوب یاد رکھو کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گدی نشین اور خلفاء یہی علماء و فضلاء ہیں جن کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مغفرت کی دُعا مانگی ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے:۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اَللّٰھُمَّ ارْحَمْ خُلَفَائِیْ قُلْنَا یَارَسُوْلَ اللّٰہِ وَمَنْ خُلَفَاؤُکَ قَالَ الَّذِیْنَ یَاْتُوْنَ مِنْ بَعْدِیْ یَرْوُوْنَ اَحَادِیْثِیْ وَیُعَلِّمُوْنَھَا النَّاسَ رَوَاہُ الطِّبْرَانِیُّ فِی الْاَوْسَطِ یعنی طبرانی نے اوسط میں ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روائت کی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا کی کہ یا اللہ میرے خلیفوں پر رحم کیجیو ہم نے عرض کیا۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپکے خلیفہ کون لوگ ہیں۔ فرمایا وہ لوگ جو میرے بعد آئیں گے اور میری حدیث روائت کر کے لوگوں کو تعلیم کرینگے +

یاد رہے کہ ان علماء سے وہ علماء مُراد ہیں جو ظاہر و باطن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نقشِ قدم پر چلتے ہیں اور ان کی رفتار و گفتار اور وضع قطع اور نشست و برخاست عین اللہ ورسول کے فرمان کے مطابق ہے۔ نہ کہ آج کل کے بعض مجہول اور گمراہ علماء سے مراد ہے جن کی ظاہری شکل تو اسلامی ہوتی ہے۔ مگر باطن میں اس کے برعکس۔ ایسوں ہی کی نسبت مولانا

روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ ؎ از بروں چوں گور کافر وز دروں بیگانہ وش۔
اللہ تعالیٰ ان علماؤں کو ہدایت بخشے تاکہ دوسرے لوگ ان کی دیکھا دیکھی گمراہ نہ ہو جائیں ❖

(عالموں کے گناہوں کی معافی)

جو لوگ نیک نیتی سے دینی علم پڑھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان کے گناہوں کو معاف فرمائے گا۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے:۔ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ يَجْمَعُ اللّٰهُ الْعُلَمَاءَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَيَقُوْلُ اِنِّيْ لَمْ اَجْعَلْ حِكْمَتِيْ فِيْ قُلُوْبِكُمْ اِلَّا وَاَنَا اُرِيْدُ بِكُمُ الْخَيْرَ اِذْهَبُوْا اِلَى الْجَنَّةِ فَقَدْ غَفَرْتُ لَكُمْ عَلٰى مَا كَانَ مِنْكُمْ (مسند اَبُوْ حَنِيْفَةَ) یعنی مسند ابو حنیفہ رحمہ میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ علماء کو جمع کریگا۔ پھر فرمائے گا کہ میں نے تمہارے دلوں کو علم سے منور کیا تھا کہ تمہارے لئے دین و دنیا میں بھلائی ہو۔ جاؤ جنت میں میں نے تمہارے گناہ بخش دیئے جس طرح تم سے ہوئے ❖

(علماء کی دینی اور دنیوی حاجات کا پورا ہونا)

اللہ تعالیٰ صاحبِ علم کی تمام دینی اور دنیوی حاجات برلاتا ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے:۔ قَالَ اَبُوْ حَنِيْفَةَ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وُلِدْتُّ سَنَةَ ثَمَانِيْنَ وَحَجَجْتُ مَعَ اَبِيْ سَنَةَ سِتٍّ وَّتِسْعِيْنَ وَاَنَا ابْنُ سِتَّ عَشَرَةَ سَنَةً فَلَمَّا دَخَلْتُ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ وَرَاَيْتُ حَلْقَةً عَظِيْمَةً فَقُلْتُ لِاَبِيْ حَلْقَةُ مَنْ هٰذِهٖ فَقَالَ حَلْقَةُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ جَزْءِ الزُّبَيْدِيِّ صَاحِبِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فَتَقَدَّمْتُ فَسَمِعْتُهٗ يَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ تَفَقَّهَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ كَفَاهُ اللّٰهُ تَعَالٰى هَمَّهٗ وَرَزَقَهٗ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ

یعنی مسند امام اعظم رحمہ میں ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں ۸۰ھ ہجری میں پیدا ہوا اور اپنے باپ کے ساتھ ۹۶ھ میں حج کو گیا۔ اور اُس وقت میری عمر ۱۶ برس کی تھی۔ پھر جب میں مسجد الحرام میں داخل ہوا اور ایک بڑا حلقہ دیکھا تو میں نے اپنے والد ماجد رحمہ سے پوچھا کہ یہ کس کا حلقہ ہے

اُنھوں نے کہا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابی عبداللہ بن الحارث بن جزء الزبیدی کا۔ تب میں آگے بڑھا تو میں نے سنا وہ کہتے تھے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ جس نے اللہ کے دین میں تفقہ حاصل کیا۔ اللہ اُس کے مقاصد کا ذمہ وار ہے۔ اور اُس کو رزق دیگا جہاں سے گمان بھی نہ ہو۔

علم پڑھنے کا یہ بڑا فائدہ ہے۔ کہ جو کوئی تصنیف وتالیف میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود شریف لکھنے کا التزام رکھتا ہے اُس کے لئے فرشتے مغفرت کی دُعا کرتے ہیں۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے: عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ مَنْ صَلّٰى عَلَيَّ فِي كِتَابٍ لَمْ تَزَلِ الْمَلَائِكَةُ تَسْتَغْفِرُ لَهٗ مَا دَامَ اِسْمِي فِي ذٰلِكَ الْكِتَابِ (رَوَاهُ الطَّبْرَانِيُّ) یعنی طبرانی نے ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس نے کتاب میں لکھ کر مجھ پر درود بھیجا تو جب تک میرا نام اس کتاب میں رہے گا۔ فرشتے برابر اُس کے لئے دُعائے مغفرت کرتے رہیں گے۔

صحیح ترمذی میں ابن مسعود رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا سب سے زیادہ نزدیک مجھ سے قیامت کے دن وہ شخص ہوگا یعنی مرد ہو یا عورت جو سب سے زیادہ مجھ پر درود بھیجتا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ ایسا شخص سب سے بڑھ کر شفاعت کا مستحق ہوگا۔ یہ وصف صوفیائے کرامؒ میں بالخصوص زیادہ تر پایا جاتا ہے۔ کیونکہ یہ پاک لوگ رات دن درودخوانی میں مشغول رہتے ہیں اور دوسروں کو بھی درود پڑھنے کی ترغیب دیتے ہیں۔

صحیح مسلم میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے۔ کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس نے مجھ پر ایک بار درود شریف بھیجا۔ اللہ تعالےٰ اُس پر دس بار رحمت بھیجتا ہے۔ ایک روایت میں اتنا اور زیادہ آیا ہے کہ دس درجے بڑھتے ہیں اور دس گناہ مٹتے ہیں۔ (اس کو احمد، نسائی وغیرہ نے ابی طلحہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت کیا ہے) اللہ تعالیٰ کی طرف سے

ـلہ صوفیوں کے اصول اور رموز تصوف اور عملیات مجرب کتاب عملیات وتعویذات مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ میں مدلل ومفصل طور پر لکھ دیئے ہیں۔ (زیر طبع مصنف)

یہ بدلہ ملنا ایک بڑی نور عظیم ہے +

صحیح ترمذی میں حسین بن علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہ جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر سُن کر درود نہ بھیجے وہ بخیل ہے +

ترمذی میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے۔ اُس کی ناک پر خاک پڑے جس کے سامنے میرا ذکر ہو اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے +

اس سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذکر کے وقت درود بھیجنا واجب ہے۔ جو اُس وقت درود نہیں بھیجتا ہے وہ ذلیل وخوار ہوگا[1] +

حدیث جابر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا لفظ یہ ہے کہ جس کے پاس میرا ذکر ہوا اور اُس نے درود نہ بھیجا وہ شقی ہے (اس کو ابن سنیؒ نے روائت کیا ہے) +

حدیث صحیح میں مروی ہے کہ دُنیا میں جو فرشتے چلتے پھرتے سیر کرتے ہیں۔ وہ اُمت کا صلوٰۃ وسلام پہنچا دیتے ہیں جو رسُول کے عاشق ہیں اسکا جواب خود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم دیتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ بھی ایک سلام کے عوض دس سلام کرتا ہے۔ (یہ مضمون حدیث عبد الرحمٰن بن عوف میں نزدیک حاکم کے آیا ہے) +

ابن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی حدیث میں یوں وارد ہے کہ جس نے ایک بار درود شریف بھیجا۔ اللہ اور فرشتے اُس پر ستر بار درود بھیجتے ہیں (اس کو احمد نے روائت کیا ہے) +

ابن کعب رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے کہا۔ یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نے اپنا سارا وظیفہ یہی درود شریف ٹھہرالیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اب تیرے سارے مطلب برآمد ہونگے اور تیرے تمام گناہ بخشے جائیں گے۔ (اس کو ترمذی اور حاکم نے روائت کیا ہے) +

معلوم ہوا کہ درود شریف کے سبب سے دُنیا کی تمام مُہمیں آسان ہوجاتی ہیں۔ اور آخرت میں مغفرت ہوتی ہے۔ دُنیا بھی ملی۔ آخرت بھی سنور گئی۔ کہو اب کیا باقی رہا۔ مگر اکثر لوگ اس نعمتِ عظمےٰ کی قدر نہیں کرتے۔ دیکھئے شاہ ولی اللہ صاحب مُحدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے والد ماجد

[1] شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ بخیل ار بود زاہد بحر و بر۔ بہشتی نباشد بحکم خبر ۱۲

شاہ عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہم نے جو کچھ پایا ہے۔ اسی درود شریف کی برکت سے پایا ہے۔ راقم الحروف کے والد ماجد مولوی مست علی حنفی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے درود شریف کی برکت سے طریقت میں کمال حاصل کیا۔ کہتے ہیں کہ آپ درود شریف اس کثرت سے پڑھا کرتے تھے کہ آپ کے جسم مبارک کے ہر ایک بال سے درود شریف کی صدا آتی تھی اور نیز جس جگہ آپ بیٹھتے تھے اُس جگہ سے خوشبو آتی تھی۔ یہ بات بالکل قرین قیاس اور صحیح ہے۔ کیونکہ میں نے بھی خود اپنے شیخ کی ایسی حالت دیکھی ہے[1]۔

ابوداؤد میں اوس بن اوس رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ تم جمعہ کے دن مجھ پر بہت درود شریف بھیجا کرو۔ کیونکہ تمہارا یہ درود شریف مجھ پر عرض کیا جاتا ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جمعہ کو درود شریف کو کثرت سے پڑھنے کی زیادہ خصوصیت ہے۔
طبرانی میں حدیث علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ میں یہ بھی آیا ہے کہ ہر دُعا اوٹ میں ہے۔ جب تک رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کی آل پر درود نہ بھیجا جائے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ہر دُعا کے اوّل و آخر درود شریف پڑھ لینا چاہئے تاکہ وہ دُعا قبول ہو جائے۔ اور جو کام دُعاؤں اور ذکروں سے نکلتا ہے وہ کام فقط کثرت درود شریف سے نکلتا ہے۔ غرض درود شریف کے فائدے بیشمار ہیں۔ مگر اس جگہ تھوڑے سے فائدے لکھے جاتے ہیں:۔

(۱) اللہ تعالیٰ کے ساتھ موافقت ہو گو ہمارے درود اور اللہ تعالیٰ کے درود میں بہت بڑا فرق ہے۔ کہاں تراب کہاں ربُّ الارباب۔ (۲) فرشتوں کی موافقت۔ (۳) اللہ تعالےٰ اور اُس کے فرشتوں کا اس شخص پر درود بھیجنا۔ (۴) ایک درود پر دس درود کا اللہ تعالےٰ سے حاصل ہونا۔ (۵) ایک درود پر دس نیکیاں ملنی۔ دس گناہ مٹنے۔ دس درجے بڑھنے۔

[1] اسکو وہی سمجھتے ہیں جو اس رنگ میں رنگے ہوئے ہیں۔ چو دل بہر نگارے ز بستہ اے ماہ۔ تراز حالتِ عُشّاق بے نوا چہ خبر۔

(۶) دوزخ اور نفاق سے بری ہونا۔ (۷) جنت میں شہیدوں کے ہمراہ ایک جگہ بسنا۔ (۸) اس دُعا کا قبول ہونا جس کے ساتھ درود پڑھا گیا ہے۔ (۹) شفاعت کا مستحق ہونا۔ (۱۰) مرنے سے پہلے جنت کی بشارت کا ملنا۔ (۱۱) سو درود پر ہزار درود کا اللہ تعالےٰ کی طرف سے ہونا۔ (۱۲) فرشتوں کا دوست ہوجانا اور اسکی مدد کرنا۔ (۱۳) بہشت کے دروازے پر اس کے کندھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ آلہ وسلم کے کندھے سے بھڑ جانا۔ (۱۴) مرنے کے بعد قبر پر درود کا اس کے لئے استغفار کرنا۔ (۱۵) ایک درود کا برابر کوہ اُحد کے ہوجانا۔ (۱۶) ایک فرشتے کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ آلہ وسلم کی قبر مبارک پر اُسکے درود پہنچانے کیلئے مقرر رہنا۔ (۱۷) بھرپور ثواب کا ملنا۔ (۱۸) گناہونکا روز بروز مٹنا۔ (۱۹) بردہ آزاد کرنے سے زیادہ ثواب کا حاصل ہونا۔ (۲۰) ایک درود میں اسی برس کے گناہ صغیرہ کا دور ہوجانا۔ (۲۱) کراماً کاتبین کا تین دن تک گناہ کا بانتظار توبہ نہ لکھنا۔ (۲۲) ہول قیامت سے نجات پانا۔ (۲۳) رحمت کا ہر طرف سے اس کو ڈھانپ لینا۔ (۲۴) اللہ کے غضب سے امان میں آجانا۔ (۲۵) عرش کے نیچے سایہ پانا۔ (۲۶) ترازو کا بھاری ہوجانا اور دوزخ سے بچ جانا۔ (۲۷) محشر کی پیاس سے امن میں ہونا۔ (۲۸) پلصراط پر ثابت قدم رہنا۔ (۲۹) ہزار بار درود پڑھنے سے جنت کا اپنے لئے دیکھ لینا۔ (۳۰) بہت سی بیویوں کا جنت میں ملنا۔ (۳۱) برابر بیس جہاد کے ثواب پانا۔ (۳۲) برابر صدقے کے اجر حاصل کرنا۔ (۳۳) سو درود کا برابر لاکھ نیکی کے ہونا اور لاکھ گناہونکا معاف ہوجانا۔ (۳۴) ہر روز سو بار درود شریف کا پڑھنا موجب ہے سو حاجتوں کے بر آنے کا تیس دُنیا میں ستر آخرت میں۔ (۳۵) ہر روز سو بار درود شریف پڑھنا ایسا ہے جیسے رات دن عبادت کی۔ (۳۶) یہ کام اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمام عملوں سے محبوب تر ہے۔ (۳۷) مجلس کی زینت ہے اور قیامت کے روز نور ہے (۳۸) محتاجی دُور ہوتی ہے۔ (۳۹) رسول اللہ صلے اللہ علیہ آلہ وسلم سے بہت قریب ہوجاتا ہے۔ (۴۰) اس کی برکت اسکی اولاد میں اثر کرتی ہے۔ (۴۱) زیادہ پڑھنے والا اللہ تعالیٰ سے قریب ہوجاتا ہے۔ (۴۲) درود خواں سے بعض فرائض فوت شدہ کا سُوال نہیں ہوتا۔ (۴۳) جو پچاس دفعہ روز درود شریف پڑھتا ہے قیامت میں اسکا مصافحہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ آلہ وسلم سے ہوگا۔

(۴۴) دل کا زنگ دُور ہو جاتا ہے۔ (۴۵) جس دُعا کے ساتھ درود ہوتا ہے وہ دُعا اللہ تعالےٰ کے نزدیک پردہ پھاڑ کر جا پہنچتی ہے۔ (۴۶) صبح وشام دس بار درود شریف پڑھنے سے شفاعت کا استحقاق ہو جاتا ہے۔ (۴۷) جس نے دن میں تیس بار رات میں تیس بار شوق ومحبت سے درود پڑھا اُسکے گناہ اُس دن اور اُس رات کے معاف ہو جاتے ہیں۔ (۴۸) گھر میں سلام کر کے جانا۔ پھر درود شریف پڑھنا محتاجی وضیق کو دُور کرتا ہے۔ (۴۹) بھولی ہوئی بات یاد آ جاتی ہے۔ (۵۰) مرضِ نسیان دور ہو جاتا ہے۔ (۵۱) محتاج کے لئے بجائے صدقہ وخیرات کرنے کے ہے۔ (۵۲) مُصلّی کو خود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سلام کا جواب دیتے ہیں۔ (۵۳) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا جاتا ہے کہ فلاں بن فلاں آپ پر درود بھیجتا ہے مثلاً فرشتے یوں عرض کرتے ہیں کہ محمد صالح بن مولوی مست علی رح آپ پر درود وسلام عرض کرتا ہے۔ زہے عزت وشرف زہے سعادت وکرامت کہ ہم سے گنہگاروں کا وہاں نام مذکور ہوتا ہے۔ اس سے بڑھکر اور کیا ہماری خوش نصیبی ہو گی۔ (۵۴) جو بددُعا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اور جبرائیل علیہ السلام نے درود شریف نہ بھیجنے والے پر کی ہے۔ اُس سے نجات ملتی ہے۔ (۵۵) ایسا آدمی بہشت کا رستہ نہیں بھولتا۔ (۵۶) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جفا کرنے سے بچاؤ ہو جاتا ہے۔ (۵۷) اللہ تعالےٰ اور اُس کے رسول ؐ کی لعنت سے نجات ملتی ہے۔ (۵۸) بخیل کہلانے سے امن حاصل ہوتا ہے۔ (۵۹) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اُس شخص سے دلی محبت ہو جاتی ہے۔ حدیث صحیح میں آیا ہے کہ قیامت میں ہر شخص اپنے دوست کے ساتھ ہو گا گو عمل میں اس کے برابر نہ ہو ہم کو اُمید ہے کہ اللہ تعالےٰ ہمارا اور رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالےٰ عنہم اور اہل بیت اور اولیاء اور مجتہدین اور مُحدّثین کا حشر میں ساتھ ہو گا۔ (۶۰) درود شریف پڑھنے سے ہدایت ایمان اور حیات دل ملتی ہے۔ اور گمراہی وفسق سے بچ جاتا ہے۔ (۶۱) اس شخص کی محبت کو اللہ تعالےٰ تمام آسمان اور زمین والوں کے دل میں ڈال دیتا ہے یعنی نیک لوگ اُسے دل سے چاہنے لگتے ہیں۔ (۶۲) اس کے ہر کام میں۔ عمر میں۔ مال میں۔ ایمان میں۔ گھر بار اور بال

بچوں میں برکت ہوتی ہے۔ (۶۳) کثرت درود شریف سے کثرت محبت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیدا ہوتی ہے یہ محبت آخر کو جنت میں لیجائے گی۔ (۶۴) اسمیں کچھ نہ کچھ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حق ادا ہو جاتا ہے۔ سب نہ سہی تھوڑا ہی سہی۔ ورنہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حقوق واحسانات کا شکر کسی مخلوق سے کہاں ادا ہوسکتا ہے۔ (۶۵) درود شریف پڑھنے میں اللہ تعالےٰ کا ذکر بھی آجاتا ہے۔ (۶۶) رسول اللہ صلے اللہ علیہ آلہ وسلم پر درود شریف بھیجنے والا کثیر الذکر قرار دیا جاتا ہے۔ (۶۷) کثرت درود سے محبت برزخ بھی کبھی میسر آجاتی ہے۔ یا خواب میں مشرف بزیارت ہوتا ہے۔ (۶۸) کثرت درود کی اس بات کی دلیل ہے کہ یہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ آلہ وسلم کا چاہنے والا ہے۔ جو شخص جس چیز کو زیادہ دوست رکھا کرتا ہے تو اُس کا ذکر بھی بہت کیا کرتا ہے ورنہ زبانی محبت کا دعوےٰ کرنے والے بہت ہیں۔ محبت کی جگہ دل ہے زبان نہیں ہے۔ دل کی محبت کا اثر پڑتا ہے۔ زبان کی دوستی خالی از نفاق نہیں ہوتی +

ان فوائد کے علاوہ اور بہت سے درود شریف کے فائدے ہیں۔ جن میں سے کچھ جمعۃ المبارک کے بیان میں بھی آئیں گے۔ خلاصہ یہ ہے کہ بعد تلاوت قرآن مجید اور ذکر خدا کے کوئی وظیفہ درود شریف سے بہتر نہیں ہے۔ بلکہ اگر اور ذکر نہ کر سکے تو اسی درود شریف پر قناعت کرے کہ اس میں اللہ تعالےٰ کا ذکر بھی آجاتا ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود وسلام بھی پڑھ لیا جاتا ہے درود شریف کے صیغے قریب تیس عدد کے احادیث شریف میں بالفاظ مختلف آئے ہیں جن کا ذکر میں نے اپنی کتاب فضائل درود شریف میں مفصل طور پر لکھ دیا ہے۔ جو عنقریب شائع کیا جائیگی جس کا حجم غالباً چار یا پانچ سو صفحہ کے قریب ہوگا۔ غرض درود شریف پڑھنے کے بڑے فائدے ہیں ولنعم ما قیل ؎

آسان ہر ایک ہوتی ہے مشکل درود سے	مقصد دلوں کے ہوتے ہیں حاصل درود سے
ناقص اگر پڑھے تو ہو کامل درود سے	دل سُوئے دوست رہتا ہے مائل درود سے
خالق کی یاد رہتی ہے دل میں بسی ہوئی	جس نے پڑھا درود اُسے حق رسی ہوئی

حاصل درود خواں کو ہو دیدارِ مصطفےٰ	ہوتا ہے دستیاب ہر اک دل کا مُدّعا
ہر رنج کا علاج ہے ہر درد کی دوا	غمگین کو ہے رفاہ تو بیمار کو شفا
عشق آلہ بہرِ مُصلّی درود ہے	تاریکیٔ دروں کی تجلّی درود ہے

عالم کا درجہ عابد سے زیادہ ہے

عَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَ الْبَاہِلِیِّ قَالَ ذُکِرَ لِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ رَجُلَانِ اَحَدُھُمَا عَابِدٌ وَالْاٰخَرُ عَالِمٌ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ فَضْلُ الْعَالِمِ عَلَی الْعَابِدِ کَفَضْلِیْ عَلٰٓی اَدْنَاکُمْ ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ وَاَھْلَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ حَتَّی النَّمْلَۃَ فِیْ جُحْرِھَا وَحَتَّی الْحُوْتَ لَیُصَلُّوْنَ عَلٰی مُعَلِّمِی النَّاسِ الْخَیْرَ (رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ) یعنی ترمذی میں ابو امامہ باہلی رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روبرو دو شخصوں کا ذکر کیا گیا۔ ایک ان میں سے عابد اور دوسرا عالم پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ عالم کی

عالم کی فضیلت جیسے ہماری ادنیٰ پر

فضیلت عابد پر ایسی ہے جیسی میری فضیلت تم میں سے ادنیٰ پر۔ پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ تحقیق اللہ اور اُس کے فرشتے اور اہل آسمان و زمین یہانتک کہ چیونٹیاں اپنے بلوں میں اور یہانتک کہ مچھلیاں اُس شخص کے لئے دعائے خیر کرتی ہیں۔ جو لوگوں کو نیکی کی تعلیم دینے والا ہو۔

اس حدیث میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علم کو کیسا نبوت کے درجے کے ساتھ کیا ہے۔ اور جو عمل کہ علم سے خالی ہو اُس کے رتبے کو کیسا کم فرمایا ہے۔ حالانکہ عابد جس عبادت کو ہمیشہ کرتا ہے اُس کا علم تو رکھتا ہی ہے۔ اگر اُس کا علم نہ ہو تو عبادت نہ ہو گی۔

عَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ فَضْلُ الْعَالِمِ عَلَی الْعَابِدِ کَفَضْلِ الْقَمَرِ لَیْلَۃَ الْبَدْرِ عَلٰی سَآئِرِ الْکَوَاکِبِ یعنی ابوداؤد و ابن ماجہ اور ترمذی وغیرہ نے ابوداؤد رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سُنا۔ عالم کی بزرگی عابد پر ایسی ہے جیسی چودھویں رات کے چاند کی بزرگی

سب ستاروں پر ✦

عَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اِنَّ الْعُلَمَآءَ وَرَثَۃُ الْاَنْبِیَاءِ اِنَّ الْاَنْبِیَآءَ لَمْ یُوَرِّثُوْا دِیْنَارًا وَّلَا دِرْھَمًا اِنَّمَا وَرَّثُوا الْعِلْمَ فَمَنْ اَخَذَہٗ اَخَذَ بِحَظٍّ وَافِرٍ (رَوَاہُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِیُّ) یعنی ابوداؤد و ترمذی وغیرہ میں ابو دردا رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ تحقیق علماء پیغمبروں کے وارث ہیں۔ پیغمبر میراث میں دینار و درہم نہیں چھوڑتے وہ تو علم ہی کا ترکہ چھوڑتے ہیں۔ جس نے اُسے حاصل کیا اُس نے بھرپور حصہ لیا ✦

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ مَرَّ بِمَجْلِسَیْنِ فِیْ مَسْجِدِہٖ فَقَالَ کِلَاھُمَا عَلٰی خَیْرٍ وَّاَحَدُھُمَا اَفْضَلُ مِنْ صَاحِبِہٖ اَمَّا ھٰٓؤُلَآءِ فَیَدْعُوْنَ اللّٰہَ وَیَرْغَبُوْنَ اِلَیْہِ فَاِنْ شَآءَ اَعْطَاھُمْ وَاِنْ شَآءَ مَنَعَھُمْ وَاَمَّا ھٰٓؤُلَآءِ فَیَتَعَلَّمُوْنَ الْفِقْہَ اَوِ الْعِلْمَ وَیُعَلِّمُوْنَ الْجَاھِلَ فَھُمْ اَفْضَلُ وَاِنَّمَا بُعِثْتُ مُعَلِّمًا ثُمَّ جَلَسَ فِیْھِمْ (رَوَاہُ الدَّارِمِیُّ) یعنی دارمی میں عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہ بیشک رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی مسجد میں دو مجلسوں پر گذرے اور فرمایا کہ دونو اچھے کام پر ہیں۔ اور ایک دونوں میں سے اپنے ساتھی سے افضل ہے۔ یہ لوگ جو خدا سے دُعا مانگ رہے ہیں اور اسکی طرف دل لگا رہے ہیں۔ اگر خدا چاہے تو اُن کو دے۔ اور اگر چاہے تو نہ دے لیکن یہ لوگ جو فقہ یا علم سیکھتے۔ اور جہلا کو سکھلاتے ہیں تو یہ افضل ہیں اور بیشک میں بھی معلم ہی بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ پھر آپ انہیں میں بیٹھ گئے ✦

اس حدیث سے علم کی فضیلت عبادت پر کس قدر ثابت ہوتی ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مجلسِ علم میں بیٹھنا کیسی نعمت عظمیٰ کو بیان کر رہا ہے کسی بزرگ نے اس موقعہ پر کیا ہی خوب فرمایا ہے ؎ گدایاں را ازیں معنی خبر نیست ۔ کہ سلطانِ جہاں باماست امروز ✦

مجلس علم کی فضیلت

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ اِذَا مَرَرْتُمْ بِرِيَاضِ الْجَنَّةِ فَارْتَعُوْا قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا رِيَاضُ الْجَنَّةِ قَالَ مَجَالِسُ الْعِلْمِ (رَوَاهُ الطَّبْرَانِيُّ فِي الْكَبِيْرِ) یعنے طبرانی نے کبیر میں ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روائت کی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ جب تمہارا جنت کے باغوں میں گذر ہوا کرے تو چرا کرو۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالےٰ عنہم نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جنت کے باغ کونسے ہیں۔ فرمایا علم کی مجلسیں +

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَيُّ جُلَسَائِنَا خَيْرٌ قَالَ مَنْ ذَكَّرَكُمُ اللّٰهُ رُؤْيَتُهٗ وَزَادَ فِيْ عِلْمِكُمْ مَنْطِقُهٗ وَذَكَّرَكُمْ بِالْاٰخِرَةِ عَمَلُهٗ (رَوَاهُ اَبُوْ يَعْلٰى) یعنی ابویعلیٰ نے ابن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روائت کی ہے کہ کسی نے عرض کیا۔ یارسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے لئے کونسا ہمنشین بہتر ہے۔ فرمایا جس کی زیارت خدا کو یاد دلائے اور گفتگو علم کو بڑھائے۔ اور عمل آخرت کو یاد دلائے +

صدقہ جاریہ

یہ تو ظاہر ہے کہ انسان کی موت کے ساتھ ہی اس کے اعمال بھی منقطع ہو جاتے ہیں۔ لیکن چند عملوں کا ثواب مرنے کے بعد بھی ملتا رہتا ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے:۔ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ سَبْعٌ يَجْرِيْ لِلْعَبْدِ اَجْرُهُنَّ وَهُوَ فِيْ قَبْرِهٖ بَعْدَ مَوْتِهٖ مَنْ عَلَّمَ عِلْمًا اَوْ كَرٰى نَهْرًا اَوْ حَفَرَ بِئْرًا اَوْ غَرَسَ نَخْلًا اَوْ بَنٰى مَسْجِدًا اَوْ وَرَّثَ مُصْحَفًا اَوْ تَرَكَ وَلَدًا يَسْتَغْفِرُ لَهٗ بَعْدَ مَوْتِهٖ (رَوَاهُ الْبَزَّارُ وَاَبُوْ نُعَيْمٍ فِي الْحِلْيَةِ) یعنی بزار اور ابونعیم نے حلیہ میں انس رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روائت کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ سات چیزوں کا ثواب مرنے کے بعد بندے کو قبر میں برابر پہنچتا رہتا ہے۔ (۱) جس نے لوگوں کو علم سکھایا۔ (۲) جس نے نہر نکالی۔ (۳) جس نے کنواں کھدوایا۔ (۴) جس نے کھجوروں کے درخت لگائے۔ (یا کوئی اور میوہ دار درخت اور باغ وغیرہ لگائے جس کو تمام آدمی اور چرند پرند کھائیں)۔ (۵) جس نے مسجد بنوائی

(۶) جس نے ترکہ میں قرآن شریف چھوڑا۔ (۷) جس نے اولاد (صالح) چھوڑی کہ مرنے کے بعد اُس کے لئے مغفرت کی دُعا کرے۔ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے تین چیزیں اور بیان فرمائی ہیں۔ (۸) جو اپنی صحت و زندگی میں اپنے مال سے صدقہ نکال کر دے جائے۔ (۹) جو ندی نالا اور دریاؤں کے پُل تیار کرا جائے۔ (۱۰) جو مسافروں کے واسطے سرائے بنا جائے۔

علم کے سکھلانے اور پھیلانے سے یہ مراد ہے کہ وہ علم لوگوں کو سکھایا ہے۔ کتابوں میں پڑھایا ہے۔ کتابیں تصنیف کر کے چھوڑ گیا ہے جس کو لوگ پڑھ کر ہدایت پاتے ہیں۔ حق بات معلوم کرتے ہیں۔ یہ نفع خاص علم قرآن و حدیث میں ہوتا ہے۔ نہ کسی اور علم میں۔ نیکبخت بیٹے سے یہ مراد ہے کہ عالم باعمل یا عامل صالح ہو۔ ایسا بیٹا باپ کے لئے جب تک مغفرت کرتا رہتا ہے تو وہ دُعا اُس کے والدین کے لئے مغفرت کا سبب ہوتی ہے۔ جس کے پاس قرآن ہوتا ہے۔ وہ اُس میں تلاوت کرتا ہے جب تک کوئی شخص اُس میں تلاوت کیا کرے گا۔ ایک اجر اُس تلاوت کا اس مالک قرآن مجید کو بھی ملتا رہے گا جو قرآن مجید کو ترکہ میں چھوڑ گیا ہے۔ اسی طرح جب تک کوئی مسجد آباد رہے گی۔ لوگ اُس میں نماز پنجگانہ ادا کیا کریں گے۔ تب تک اُس نماز کا ثواب اُس شخص کو بھی ملا کرے گا اسی طرح جب تک مسافر لوگ اسکی سرائے میں ٹھیر کر آرام پائیں گے۔ اس بانی سرائے کو بھی اس کا اجر ملتا رہے گا۔ اسی طرح نہر کا پانی جو آدمی اور جانور پئیں گے۔ اُس کا ثواب نہر والے کو ہوگا۔ صدقہ و خیرات سے خواہ کوئی باغ یا زمین وقف کر جائے۔ یا کوئی اور جائداد و آمدنی چھوڑ جائے۔ جس سے خلق منتفع ہو۔ اُس کا اجر بھی ہمیشہ حاصل ہوتا رہے گا ؎

نہ مُرد آنکہ ماند پس از وے بجائے پُل و مسجد و چاہ و مہماں سرائے

طبرانی میں واثلہ بن اسقع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ جس نے کوئی اچھی راہ نکالی۔ اُس کو اُس نیکی کا اجر ملے گا کہ وہ خود اُس کام کو اپنی زندگی میں کرتا رہے گا۔ اور مرنے کے بعد جب تک کہ وہ کام متروک نہ ہوگا۔ اور جس نے بُری راہ نکالی۔ اُس پر گناہ ہے اُس بُرائی کا جب تک کہ وہ کام متروک نہ ہو۔

معلوم ہوا کہ جو شخص مرد ہو یا عورت کوئی سُنّتِ حسنہ نکال جاتا ہے یعنی فرائض و واجبات و سُنن شریعت و حسنات و فضائل دین کو اپنے گھر یا محلہ یا شہر یا ریاست یا سلطنت یا ملک یا اقلیم میں جاری کر جاتا ہے لوگ اُس پر عمل کرنے لگتے ہیں۔ اُسکا اجر اُس کو ہمیشہ جب تک وہ کام دنیا میں جاری رہتا ہے ملا کرتا ہے جس طرح کوئی کسی کو نماز روزے، زکوٰۃ اور حج پر قائم کر جائے۔ کوئی عدل کا رستہ بتا جائے۔ کوئی طریقہ صدقہ و خیرات کا سکھا جائے۔ کوئی علم سُنّت و قرآن کا رواج کر جائے سو یہ کام داخل باقیات الصالحات ہیں۔ اس کے مقابلہ میں بُرے کام بھی ہیں جس طرح کوئی رواج شراب خواری، زناکاری یا کسی اَور فسق و فجور کا اپنے گھر، محلہ یا شہر میں چھوڑ جائے۔ ظلم و ستم کا طریقہ تعلیم کر جائے۔ اس کا وبال بھی ہمیشہ اُس کو ملتا رہے گا۔ جب تک یہ بُرا کام جاری رہے گا۔ جو اُمرا، رُؤسا فاسق ظالم ہوتے ہیں۔ اُن کو دیکھ کر جو کوئی ویسا کام کرتا ہے۔ اُن سب کا گناہ اُس کے ذمہ پر بھی لکھا جاتا ہے پورا پورا۔ نہ کم نہ زیادہ۔ جو امیر رئیس امر بالمعروف نہی عن المنکر کرتا ہے۔ پھر جو کوئی اُس کے کہنے پر چلتا ہے تو اُن سب کا اجر اُس کو بھی ملتا ہے۔ اس لئے اہل دولت و حکومت یا تو سب سے زیادہ اجر پاتے ہیں۔ یا سب سے زیادہ عذاب کے مستحق ہوتے ہیں۔ اوّل جنّت میں جاتے ہیں۔ دوسرے کے لئے دوزخ تیار ہو چکی ہے +

طبرانی میں ابو درداء رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس نے کہا۔ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ تو یہ باقیات صالحات ہیں۔ ان کلمات کو کہنا گناہوں کو ایسا جھاڑتا ہے جس طرح درخت اپنے پتوں کو گراتا ہے۔ یہ کلمات کنوزِ جنّت میں سے ہیں +

صحیح مسلم میں سلمان رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سُنا کہ ایک رات دن کی رباط مہینے بھر کے صیام و قیام سے بہتر ہے۔ پھر اگر اسی حال میں مر گیا تو اُس کا عمل جس کو وہ کیا کرتا تھا جاری رہتا ہے۔ اس کو رزق ملتا ہے۔ اور منکر نکیر سے امن میں ہو جاتا ہے۔ طبرانی نے اتنا اَور زیادہ کیا ہے کہ وہ قیامت کے دن شہید اٹھیگا +

طبرانی میں ابوالدرداء رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ آلہ وسلم نے کہ مرابط کا عمل جاری رہتا ہے یہانتک کہ اللہ تعالےٰ اُس کو قیامت کے دن قبر سے اُٹھائے یاد رہے کہ مرابط وہ ہے جو راہ خدا میں کمر باندھکر چوکی پہرہ کے لئے سرحد اسلام پر تیار رہتا ہے۔ یا ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا منتظر ہے +

غرض یہ کام تو بالخصوص داخل باقیات الصالحات ہیں۔ ان کے علاوہ اس طرح کے جتنے اچھے کام ہیں ایک زمانہ دراز تک باقی رہ سکتے ہیں۔ مگر یہ جب ہوتا ہے کہ وہ سارے کام خالصًا لوجہ اللہ کئے گئے ہوں۔ دکھانے سُنانے ناموری نیک نامی حاصل کرنے کے لئے نہ ہوں۔ اُمرا رُوسا ایسے کام بکثرت کرتے ہیں مگر ان کی نیت بھی شہرت و نیکنامی ہوتی ہے۔ وہ اس اجر سے بالکل محروم رہ جاتے ہیں۔ اُن کے حق میں یہ کام سیئات باقیات ہوکر عذاب کا سبب بن جاتے ہیں۔ غرضکہ ہر عمل کا اعتبار نیت پر ہے۔ جب نیت درست ہوتی ہے۔ تب ہی پھل بھی ملتا ہے ورنہ نہ۔ ولاکلاو سے گندم از گندم بروید جو ز جو۔ از مکافات عمل غافل مشو +

مروی ہے کہ شقیق بلخی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ کہ میری مجلس کے لوگ تین طرح سے اُٹھتے ہیں۔ اوّل کافر۔ دوم منافق۔ سوم مومن محض۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ میں تفسیر قرآن بیان کرتا ہوں اور کہتا ہوں کہ خدا اور رسول یوں فرماتے ہیں جو کوئی میری تصدیق نہ کرے پس وہ کافر ہے۔ اور جس کا دل اس بیان سے تنگ ہو۔ پس وہ منافق ہے۔ اور جو کوئی اپنے گناہ پر نادم ہو اور ترک گناہ کا عزم بالجزم کرے۔ پس وہ مومن محض ہے

انسان کے لئے کوئی چیز علم سے بہتر نہیں مگر جو لوگ علم اس واسطے حاصل کرتے ہیں کہ دُنیا کے کاموں کو رونق دیں اور اُس سے جاہ و حشم پیدا کریں۔ ان کے حق میں بہتر یہی ہے کہ اس نیت سے علم نہ سیکھیں۔ بلکہ کسی کسب پر دل لگائیں۔ کیونکہ جو لوگ ایسی نیت سے علم سیکھتے ہیں وہ شیاطین الانس ہوتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ سب کو ان سے محفوظ رکھے اس پر مجھے ایک حکایت یاد آئی ہے۔ کہ کسی بزرگ نے شیطان کو خواب میں بیکار بیٹھے ہوئے

دیکھ کر پوچھا کہ تم تو گمراہی کے دھندے میں رات دن لگے رہتے ہو تمہاری بیکاری کا کیا سبب ہے
اُس نے جواب دیا کہ جب سے اس زمانے کے علماء پیدا ہوئے ہیں ہر ایک میرا شاگرد رشید ہے۔ اور
بدچالی اور گمراہی کے فن میں پکا ہے۔ پس جو کچھ مجھ کو کرنا چاہئے تھا۔ یہ سعادتمند فرزند شب و روز
اس کی تدبیرات میں لگے رہتے ہیں۔ اور میری خواہش کے کام بخوبی بجالاتے ہیں۔ اس لئے
اب میں خوش و خرم ہوں۔ پھر اُس نے پوچھا کہ بعض ان میں سے نماز پڑھتے۔ روزے رکھتے مونچھیں
منڈواتے داڑھی بڑھاتے ہیں اور عصا ہاتھ میں لے کر چلتے ہیں۔ ان کی یہ صورت تو اہل شرع
کی سی ہے۔ پھر کیونکر ان سے ایسے کام ہوتے ہیں جن سے تیری رضامندی ہوتی ہے۔ اُس نے
جواب دیا کہ یہ بھی عین شاگردی اور میری پیروی ہے کہ ظاہر میں حاجی ملّا۔ عالم اور شیخ کی صورت
بنائے رہنا۔ اور باطن میں پرلے درجے کے حسد۔ بغض۔ کینہ۔ مکر۔ فریب اور طمع وغیرہ کے زنگ سے
دل کو سیاہ رکھنا کہ سچے مسلمان جو دنیا کے کاموں میں بڑے ناسمجھ ہوتے ہیں۔ ان کو اپنی چال
میں فوراً پھنسالیں اور ان کے جان و مال کو ایک دم میں تاخت و تاراج کر دیں۔ اور کسی کا
مال و جان لیں۔ اور کسی کا جوہر ایمان۔ اللہ تعالےٰ تمام مسلمانوں کو ایسے ریاکار لوگوں سے محفوظ رکھے

ریا اور دکھاوے کا انجام

ریا اور دکھاوے کا کام نہایت ہی بُرا ہوتا ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ ولید بن
ابی عثمان مدینی رضی اللہ تعالےٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ مسلم کے بیٹے عقبہ رضی اللہ تعالےٰ
عنہ نے مجھ سے بیان کیا۔ اور اُس سے شفیا اصبحی رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے بیان کیا۔ کہ
میں مدینے گیا تو دیکھا کہ ایک شخص پر لوگ اکٹھے ہو رہے ہیں۔ میں نے پوچھا کون ہیں
لوگوں نے کہا۔ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ ہیں تو میں اُن کے پاس جا کر بیٹھ گیا۔ وہ
لوگوں کو حدیث سُنا رہے تھے۔ جب وہ فارغ ہو کر خلوت پذیر ہوئے تو میں نے کہا۔ آپ سے خدا کی
قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ آپ مجھ سے وہی حدیث بیان کریں جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم
سے سُن کر سمجھی بوجھی ہو۔ فرمایا۔ اگر یہ تیرا ارادہ ہے تو میں وہی حدیث بیان کرونگا جو رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سُن کر سمجھی بوجھی ہوگی۔ پھر ابو ہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ یہ کہہ کر بیہوش ہو گئے

پھر ہوش میں آئے تو کہا۔ میں وہی حدیث بیان کرتا ہوں جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے اس مکان میں کہ سوائے میرے اور آپ کے کوئی نہ تھا بیان کی تھی۔ یہ کہہ کر پھر دوبارہ بیہوش ہو گئے۔ کچھ دیر بعد ہوش میں آکر اپنا منہ پونچھا اور کہا میں وہی حدیث بیان کرتا ہوں جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے اس مکان میں اس حالت میں کہ سوائے میرے اور آپ کے کوئی نہ تھا بیان کی تھی۔ پھر ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ ایسے سخت بیہوش ہوئے کہ منہ کے بل زمین پر گرنے لگے تو میں دیر تک تکیہ دیئے رہا۔ پھر ہوش میں آکر کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے بیان کیا ہے کہ قیامت کے دن جب اللہ تبارک وتعالیٰ حساب کے لئے اپنے بندوں کی طرف نزول فرمائے گا اور ہر ایک امت زانو کے بل گری ہو گی تو سب سے پہلے ایک عالم۔ ایک شہید اور ایک مالدار کو بلایا جائے گا۔ جیسا کہ حدیث شریف میں ہے:۔

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ اَوَّلَ النَّاسِ يُقْضٰى يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَلَيْهِ رَجُلٌ اُسْتُشْهِدَ فَاُتِيَ بِهٖ فَعَرَّفَهٗ نِعْمَهٗ فَعَرَفَهَا قَالَ مَا عَمِلْتَ فِيْهَا قَالَ قَاتَلْتُ فِيْكَ حَتّٰى اسْتُشْهِدْتُّ قَالَ كَذَبْتَ وَلٰكِنَّكَ قَاتَلْتَ لِاَنْ يُّقَالَ فُلَانٌ جَرِيٌّ فَقَدْ قِيْلَ ثُمَّ اُمِرَ بِهٖ فَسُحِبَ عَلٰى وَجْهِهٖ حَتّٰى اُلْقِيَ فِي النَّارِ یعنی ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ روائت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن سب سے پہلے ایک شہید کو حساب کے لئے بلا کر اپنی نعمتیں اسے جتائے گا۔ وہ اقرار کرتا جائے گا۔ پھر حکم ہو گا۔ اچھا تو نے ان نعمتوں کا کیا حق ادا کیا۔ وہ عرض کریگا۔ خداوندا میں تیری راہ میں لڑکر شہید ہو گیا۔ ارشاد ہو گا کہ تو نے جھوٹ کہا۔ تو نام آوری اور بہادری جتانے کی غرض سے لڑا۔ سو تجھے لوگوں نے بہادر کہا۔ محض ہماری راہ میں نیک نیتی کے ساتھ نہ لڑا۔ نہ شہید ہوا پھر فرشتوں کو حکم ہو گا کہ اسے منہ کے بل کھینچ کر دوزخ میں ڈال دو۔

وَرَجُلٌ تَعَلَّمَ الْعِلْمَ وَعَلَّمَهٗ وَقَرَءَ الْقُرْاٰنَ فَاُتِيَ بِهٖ فَعَرَّفَهٗ نِعَمَهٗ فَعَرَفَهَا قَالَ فَمَا عَمِلْتَ فِيْهَا قَالَ تَعَلَّمْتُ الْعِلْمَ وَعَلَّمْتُهٗ وَقَرَاْتُ فِيْكَ الْقُرْاٰنَ قَالَ كَذَبْتَ وَلٰكِنَّكَ

تَعَلَّمْتَ لِيُقَالَ عَالِمٌ وَقَرَأْتَ الْقُرْآنَ لِيُقَالَ هُوَ قَارِئٌ فَقَدْ قِيلَ ثُمَّ أُمِرَ بِهِ فَسُحِبَ عَلٰى وَجْهِهٖ حَتّٰى أُلْقِيَ فِي النَّارِ یعنی اور ایک شخص کو جس نے اپنی عمر تعلیم و تعلم پڑھنے پڑھانے اور قرآن مجید کی تلاوت میں صرف کی ہو گی۔ اللہ تعالیٰ اُسے بُلا کر اپنی نعمتیں جتائے گا۔ وہ اقرار کریگا۔ پھر ارشاد ہو گا کہ ان نعمتوں کا تو نے کیا حق ادا کیا۔ وہ عرض کرے گا۔ خداوندا میں نے علم پڑھا پڑھایا۔ قرآن مجید کی تلاوت میں مشغول رہا۔ حکم ہو گا کہ تُو جھوٹا ہے۔ تیرا پڑھنا پڑھانا قرآن مجید کی تلاوت اس غرض سے تھی کہ تجھے لوگ عالم اور قاری کہیں۔ سو اس کا ثمرہ تجھے مل چکا۔ پھر فرشتوں کو حکم ہو گا کہ اسے بھی منہ کے بل کھینچ کر دوزخ میں ڈال دو +

وَرَجُلٌ وَسَّعَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَأَعْطَاهُ مِنْ أَصْنَافِ الْمَالِ فَأُتِيَ بِهٖ فَعَرَّفَهُ نِعَمَهُ فَعَرَفَهَا قَالَ فَمَا عَمِلْتَ فِيهَا قَالَ مَا تَرَكْتُ مِنْ سَبِيلٍ تُحِبُّ أَنْ يُنْفَقَ فِيهَا إِلَّا أَنْفَقْتُ فِيهَا لَكَ قَالَ كَذَبْتَ وَلٰكِنَّكَ فَعَلْتَ لِيُقَالَ هُوَ جَوَادٌ فَقَدْ قِيلَ ثُمَّ أُمِرَ بِهٖ فَسُحِبَ عَلٰى وَجْهِهٖ حَتّٰى أُلْقِيَ فِي النَّارِ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالْمُسْلِمُ وَالنَّسَائِيُّ) یعنی اور ایک اور شخص کو بلا کر جسے اللہ تعالیٰ نے دُنیا میں کئی قسم کے مال سے وسعت دی ہو گی۔ اپنی نعمتیں جتائے گا۔ سو وہ اقرار کرے گا۔ پھر حکم ہو گا کہ بھلا تو نے ان نعمتوں کا کیا حق ادا کیا۔ وہ عرض کریگا۔ خداوندا میں نے تیری رضامندی کے لئے تیرے سب راستوں میں خرچ کیا کہ لوگ مجھے فیاض اور سخی کہیں۔ سو جس غرض و نیت سے تو نے دیا اس نیت کا پھل تجھ کو مل گیا کہ تُو دنیا میں مشہور ہو گیا۔ پھر فرشتوں کو حکم ہو گا کہ اسے مُنہ کے بل گھسیٹ کر دوزخ میں ڈال دو۔ (ترمذی مسلم اور نسائی وغیرہ نے روایت کیا) +

ابو عثمان مدینی رحمۃ اللہ کہتے ہیں کہ علاء بن ابی حکیم رحمۃ اللہ نے مجھ سے بیان کیا ہے کہ میں معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جلاد تھا۔ ایک دن ایک شخص نے اُن کے پاس یہ حدیث ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی۔ معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا ہے کہ جب ان لوگوں کا یہ حال ہو گا تو باقی لوگ کس گنتی میں رہے۔ پھر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اتنا روئے کہ

ہمیں ان کی ہلاکت کا گمان ہوگیا۔ ہم کہنے لگے کہ اس نے تو بہت بری خبر لاسنائی تھوڑی دیر کے بعد معاویہ رضی اللہ تعالے عنہ ہوش میں آئے اور اپنا منہ پونچھا اور کہا اللہ اور اس کے رسول نے سچ فرمایا ہے۔ نیک کام کرنے سے جن کا مطلب دنیا کی زندگی اور دنیاوی رونق ہے ہم ان کے عملوں کا بدلہ یہیں دنیا میں ان کو پورا پورا بھر دیتے ہیں۔ اور وہ دنیا میں کسی طرح گھاٹے میں نہیں رہتے۔ لیکن یہ وہ لوگ ہیں جن کے لئے آخرت میں دوزخ کے سوا اور کچھ نہیں۔ اور جو نیک عمل ان لوگوں نے دنیا میں کئے۔ آخرت میں سب گئے گذرے ہوئے اور انکا کیا دھرا سب اکارت اور لغو ہوا۔ چنانچہ ایک اور حدیث شریف میں ہے:۔

عَنْ اُبَیِّ بْنِ کَعْبٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ بَشِّرْ هٰذِهِ الْاُمَّةَ بِالسَّنَاءِ وَالدِّیْنِ وَالرِّفْعَةِ وَالتَّمْکِیْنِ فِی الْاَرْضِ فَمَنْ عَمِلَ مِنْهُمْ عَمَلَ الْاٰخِرَةِ لِلدُّنْیَا لَمْ یَکُنْ لَهٗ فِی الْاٰخِرَةِ مِنْ نَصِیْبٍ (رَوَاهُ الْبَیْهَقِیُّ) یعنی بیہقی میں ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ آلہ وسلم نے۔ یہ امت روشنی۔ دین۔ بلندی اور زمین میں غلبہ کی خوشخبری دی گئی ہے۔ سو جو کوئی آخرت کا کام دنیا کے لئے کرے۔ اس کے لئے قیامت میں کچھ نہیں +

عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنْ عَبْدٍ یَقُوْمُ فِی الدُّنْیَا مَقَامَ سُمْعَةٍ وَرِیَاءٍ اِلَّا سَمَّعَ اللّٰهُ بِهٖ عَلٰی رُءُوْسِ الْخَلَائِقِ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ (رَوَاهُ الطَّبْرَانِیُّ) یعنی طبرانی میں معاذ بن جبل رضی اللہ تعالے عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ آلہ وسلم نے جو بندہ دنیا میں سنانے اور دکھانے کی نیت سے عبادت کرے تو اللہ تعالےٰ قیامت کے دن ساری مخلوق کے سامنے اسکی فاسد نیت کا اظہار کرے گا +

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَنْ تَزَیَّنَ بِعَمَلِ الْاٰخِرَةِ وَهُوَ لَا یُرِیْدُهَا وَلَا یَطْلُبُهَا لُعِنَ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (رَوَاهُ الطَّبْرَانِیُّ) یعنی طبرانی میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالے عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ

صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سُنا ہے۔ جو کوئی آخرت کے عمل سے آراستہ ہوا اور اُسکی نیت طلب آخرت کی نہیں تو اہل آسمان و زمین اُسپر لعنت کرتے ہیں +

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ يَخْرُجُ فِیْ اٰخِرِ الزَّمَانِ رِجَالٌ يَّخْتَلِطُوْنَ الدُّنْيَا بِالدِّيْنِ يَلْبَسُوْنَ لِلنَّاسِ جُلُوْدَ الضَّاْنِ مِنَ اللِّيْنِ اَلْسِنَتُهُمْ اَحْلٰی مِنَ الْعَسَلِ وَقُلُوْبُهُمْ قُلُوْبُ الذِّئَابِ يَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ اَبِیْ يَغْتَرُّوْنَ اَمْ عَلَیَّ يَجْتَرِءُوْنَ فَبِیْ حَلَفْتُ لَاَبْعَثَنَّ عَلٰی اُولٰٓئِكَ مِنْهُمْ فِتْنَةً تَدَعُ الْحَلِيْمَ حَيْرَانَ (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ) یعنی ترمذی میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آخر زمانہ میں ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو دین و دُنیا کو گڈمڈ کر دینگے اور دکھاوے کے لئے بھیڑوں کے نرم چمڑے پہنیں گے۔ اُن کی زبانیں شہد سے زیادہ میٹھی ہونگی مگر دل اُن کے بھیڑیوں جیسے ہونگے۔ اللہ تعالےٰ فرمائے گا۔ کیا یہ مجھے دھوکا دیتے ہیں یا مجھ پر جرأت کرتے ہیں مجھے قسم ہے اپنی ذات کی۔ میں اُن پر ایسا فتنہ بھیجونگا کہ عقلمندوں کو بھی حیران و پریشان کر دیگا

دین پر مستقیم ہونے کا علاج

جو لوگ یہ چاہتے ہیں کہ دین اسلام پر مستقیم ہو جائیں اُن کو لازم ہے کہ اپنے عمل بے ریا اور خالصاً للہ کریں۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے :-

عَنْ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ مَا اكْتَسَبَ مُكْتَسِبٌ مِثْلَ فَضْلِ عِلْمٍ يَّهْدِیْ صَاحِبَهٗ اِلٰی هُدًی اَوْ يَرُدُّهٗ عَنْ رَدًی وَمَا اسْتَقَامَ دِيْنُهٗ حَتّٰی يَسْتَقِيْمَ عَمَلُهٗ (رَوَاهُ الطَّبْرَانِیُّ وَالْكَبِيْرُ) یعنی طبرانی نے کبیر میں عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ کسی نے علم جیسی کوئی بزرگ شئے حاصل نہیں کی کہ جو اپنے صاحب کو سیدھا راستہ دکھائے اور ہلاکت سے باز رکھے۔ اور جب تک عمل مستقیم نہ ہوگا دین مستقیم نہ ہوگا +

مطلب یہ ہُوا کہ جب تک عمل میں خلوص اور نیک نیتی نہ ہو وہ نہ تو مومن ہوتا ہے اور نہ ہی حصولِ بہشت اور عذابِ آخرت سے محفوظ ہو سکتا ہے۔ کیونکہ جب ایمان ہی نہ رہا تو پھر بہشت کیسے

ل سکتا ہے۔ دیکھئے خود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مومن کی خاص خاص نشانیاں بیان فرماتے ہیں چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:۔

مومن کی نشانیاں

عَنْ جُبَیْرِ بْنِ مُطْعِمٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ بِالْخَیْفِ خَیْفِ مِنًی یَقُوْلُ نَضَّرَ اللّٰہُ عَبْدًا سَمِعَ مَقَالَتِیْ فَحَفِظَہَا وَوَعَاہَا وَبَلَّغَہَا مَنْ لَّمْ یَسْمَعْہَا فَرُبَّ حَامِلِ فِقْہٍ لَا فِقْہَ لَہٗ وَرُبَّ حَامِلِ فِقْہٍ اِلٰی مَنْ ھُوَ اَفْقَہُ مِنْہُ ثَلَاثٌ لَا یَغِلُّ عَلَیْھِنَّ قَلْبُ مُؤْمِنٍ اِخْلَاصُ الْعَمَلِ لِلّٰہِ وَالنَّصِیْحَۃُ لِاَئِمَّۃِ الْمُسْلِمِیْنَ وَلُزُوْمُ جَمَاعَتِھِمْ فَاِنَّ دَعْوَتَھُمْ تُحِیْطُ مِنْ وَّرَاءِھِمْ (رَوَاہُ اَحْمَدُ وَابْنُ مَاجَۃَ وَالطَّبْرَانِیُّ فِی الْکَبِیْرِ) یعنی ابن ماجہ وغیرہ میں جُبیر بن مطعم رضی اللہ تعالٰے عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے منٰی کی مسجد خَیف میں یہ فرماتے ہوئے سُنا کہ اللہ تعالٰے اُس شخص کو تروتازہ رکھے جس نے میری بات سُن کر یاد رکھی اور نہ سننے والے تک پہنچائی بہت سے فقہ کے اُٹھانیوالے فقہ کی حقیقت سے واقف نہیں ہوتے اور بہت سے ایسے بھی ہیں کہ اپنے سے افقہ کی طرف فقہ کو لیجاتے ہیں۔ تین چیزوں پر مومن کا دل دریغ نہیں کرتا۔ (۱) عمل میں اخلاص پیدا کرنا۔ (۲) مسلمانوں کے پیشواؤں کی خیر خواہی کرنی۔ (۳) مسلمانوں کی جماعت میں جمے رہنا کیونکہ اُن کی دُعا سب کو محیط ہے۔

قیامت میں پانچ سوال

مسلمانو۔ آخرت میں جب ہم دوبارہ پیدا ہو کر حساب کتاب کے لئے دربارِ الٰہی میں پیش کئے جائیں گے تو اُس وقت اللہ تعالٰے ہم سے بالخصوص پانچ باتیں دریافت کرے گا۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے۔ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ قَالَ لَا یَزُوْلُ قَدَمَا ابْنِ اٰدَمَ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ حَتّٰی یُسْاَلَ عَنْ خَمْسٍ عَنْ عُمُرِہٖ فِیْمَ اَفْنَاہُ وَعَنْ شَبَابِہٖ فِیْمَ اَبْلَاہُ وَعَنْ مَّالِہٖ مِنْ اَیْنَ اکْتَسَبَہٗ وَفِیْمَ اَنْفَقَہٗ وَمَا عَمِلَ فِیْمَا عَلِمَ (رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَالْبَیْہَقِیُّ) یعنی ترمذی اور بیہقی میں ابن مسعود رضی اللہ تعالٰے عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ

آلہ وسلم نے فرمایا۔ ابن آدم قیامت کے دن پانچ چیزوں کے دریافت ہونے تک کہیں ٹل نہ سکے گا
(۱) اپنی عمر کس شغل میں فنا کی۔ (۲) اپنی جوانی کاہے میں پرانی کی۔ (۳) مال کہاں سے کمایا۔ (۴)
مال کہاں خرچ کیا۔ (۵) علم پر کیا عمل کیا +

بے عمل عالم کا عذاب

صحیح بخاری و صحیح مسلم میں اسامہ بن زید رضی اللہ تعالے عنہ سے روایت ہے کہ
میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ قیامت کے
دن ایک شخص کو لاکر دوزخ میں ڈالا جائے گا تو اسکی انتڑیاں نکل پڑیں گی
اور وہ انہیں کھینچ کر گھومیگا جیسے گدھا اپنی چکی کے چاروں طرف گھوما کرتا ہے تو دوزخی اس
کے پاس جمع ہوکر کہیں گے۔ اے شخص تیرا کیا حال ہے۔ کیا تو ہمیں امر بالمعروف اور نہی عن
المنکر نہیں کیا کرتا تھا۔ وہ کہے گا میں تمہیں تو امر بالمعروف کرتا مگر آپ اُس پر عمل نہیں کرتا تھا
اور نہی عن المنکر تم کو کرتا لیکن خود اُس سے باز نہیں آتا تھا۔ راوی کا بیان ہے کہ میں نے رسول
اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ شب معراج میں ایک قوم کے پاس میرا گذر ہوا
کہ آگ کی قینچیوں سے اُن کے ہونٹ کاٹے جاتے تھے۔ میں نے دریافت کیا اے جبرائیل
یہ کون لوگ ہیں۔ جواب دیا۔ یہ آپ کی اُمت کے خطیب ہیں جو کہنے کے مطابق عمل نہ کرتے تھے +

عمل کرنے کی تاکید عمل کرنا علم پر موقوف ہے جیسا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم
نے فرمایا۔ اَلْعَمَلُ بِلَا عِلْمٍ ضَلَالٌ یعنی عمل بے علم کے گمراہی ہے۔ ایک روایت میں یہ بھی
آیا ہے۔ اَلْعِلْمُ بِلَا عَمَلٍ كَالْقَوْسِ بِلَا وَتَرٍ یعنی علم بغیر عمل کے کمان بے زہ کی طرح ہے +

نسب پر فخر کرنے کی ممانعت

علاوہ ازیں اللہ تعالے کی درگاہ میں وہی لوگ اچھے ہیں جو اچھے کام کریں وہاں
ذات پات کی پرسش نہ ہوگی +

صحیح حدیث میں مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبیلہ عرب کو فرمایا
کہ تم اپنے قبیلہ سے ایک لڑکی کا ایاضؓ کے ساتھ نکاح کردو۔ انہوں نے جواب دیا
کہ یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا ہم اپنی لڑکی کا ایک غلام حجام کے ساتھ نکاح

کر دیں۔ اسی طرح پر بعض لوگوں نے حضرت بلال رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو کالا کوا اور ام سلمہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کو ٹھگنی کہا۔ اسی موقعہ پر یہ آیت نازل ہوئی۔ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ یعنی تمہاری بزرگی اللہ کے نزدیک تمہاری پرہیزگاری یعنی خدا سے ڈرنا ہے۔ اور دوسری جگہ ارشاد فرمایا۔ اِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى یعنی بہترین توشہ آخرت کے لئے خدا سے ڈرنا ہے۔ پس جو شخص متقی ہے وہی سب سے بڑا ہے۔

اگر شیخ یا سید کہلا کر خدا کی نافرمانی کی اور جولاہ اور دُھنیا کہلا کر خدا اور رسول کی اطاعت کی تو وہ جُلاہا بنسبت سید کے خدا کے نزدیک بڑے حسب والا اور اچھی ذات پات کا ہے چنانچہ حدیث شریف میں ہے۔ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ مَنْ اَبْطَأَ بِهٖ عَمَلُهٗ لَمْ يُسْرِعْ بِهٖ نَسَبُهٗ رَوَاهُ مُسْلِمٌ یعنی صحیح مسلم میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس کے عمل نے دیر کی اُس کا نسب جلدی سے اُسے جنت میں نہ پہنچا سکے گا یعنی عمل نہ ہونے کی صورت میں نسب کچھ کام نہ آئے گا۔

طبرانی نے کبیر میں اسمٰعیل بن عیاش رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو لوگ جمع ہو کر خدائے تعالیٰ کا کلام ایک دوسرے کو تعلیم کرتے ہیں وہ لوگ خدائے تعالیٰ کے مہمان ہوتے ہیں۔ اور وہاں سے اُٹھنے تک یا اَور کسی بات میں مشغول ہونے تک فرشتے انہیں ڈھانکے رہتے ہیں۔ اور جو عالم سیکھنے کی طلب میں نکلے۔ اس ڈر سے کہ ایسا نہ ہو علم مفقود ہو جائے یا اس کے لکھنے کی تلاش میں بایں خوف کہ ایسا نہ ہو علم مٹکر نابود ہو جائے تو وہ اُس غازی جیسا ہے جو خدا کے رستہ میں چلتا ہے اور جس شخص کا عمل اس سے دیر اور تاخیر کرتا ہے۔ اُس کا نسب اس کے لئے عجلت نہیں کرتا۔ یعنی عمل نہ ہو تو محض نسب سے کام نہیں چلتا۔

مردود علم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پناہ مانگنا

دیکھئے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی اُس علم سے جو فائدہ مند نہ ہو پناہ مانگتے ہیں۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے۔ عَنْ زَيْدِ بْنِ اَرْقَمَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ

اِنِّی اَعُوْذُبِكَ مِنْ عِلْمٍ لَّا یَنْفَعُ وَمِنْ قَلْبٍ لَّا یَخْشَعُ وَمِنْ دَعْوَۃٍ لَّا یُسْتَجَابُ لَھَا (رَوَاہُ الْمُسْلِمُ وَالتِّرْمِذِیُّ وَالنَّسَائِیُّ) یعنی صحیح مسلم ترمذی اور نسائی میں زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ آلہ وسلم دعا مانگا کرتے تھے۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَعُوْذُبِكَ مِنْ عِلْمٍ لَّا یَنْفَعُ وَمِنْ قَلْبٍ لَّا یَخْشَعُ وَمِنْ دَعْوَۃٍ لَّا یُسْتَجَابُ لَھَا یعنی اے اللہ میں اس علم سے جو فائدہ مند نہ ہو اور اس دل سے جو خوف نہ کرتا ہو۔ اور اس نفس سے جو سیر نہ ہوتا ہو اور اس دعا سے جو قبول نہ ہو پناہ مانگتا ہوں +

زمانہ کی نازک حالت اور بدمذہبی اور بے علمی کی کثرت

آج کل زمانہ کی ایسی نازک حالت ہوگئی ہے کہ چاروں طرف بدمذہبی اور بیدینی کا رواج ہوگیا ہے۔ یہی دور قرب قیامت کا آثار ہے۔ چنانچہ حدیث میں ہے:۔ عَنْ عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ یُوْشَكُ اَنْ یَّاْتِیَ عَلَی النَّاسِ زَمَانٌ لَّا یَبْقٰی مِنَ الْاِسْلَامِ اِلَّا اسْمُہٗ وَلَا یَبْقٰی مِنَ الْقُرْاٰنِ اِلَّا رَسْمُہٗ مَسَاجِدُھُمْ عَامِرَۃٌ وَّھِیَ خَرَابٌ مِّنَ الْھُدٰی عُلَمَاؤُھُمْ شَرُّ مَنْ تَحْتَ اَدِیْمِ السَّمَاءِ مِنْ عِنْدِھِمْ تَخْرُجُ الْفِتْنَۃُ وَفِیْھِمْ تَعُوْدُ (رَوَاہُ الْبَیْھَقِیُّ) یعنی بیہقی میں علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ آلہ وسلم نے فرمایا۔ عنقریب لوگوں پر ایک وقت ایسا آئے گا کہ اسلام سے باقی نہ رہے گا مگر نام اس کا (یعنی علم تو رہے گا مگر عمل نہیں ہوگا) اور قرآن مجید سے باقی نہ رہے گا مگر نشان اسکا۔ (یعنی صرف الفاظ وعبارات پڑھیں گے مگر معنوں کی طرف غور نہیں ہوگا)۔ ان کی مسجدیں آباد ہوں گی مگر درحقیقت ہدایت کے نہ ہونے سے اُجاڑ ہونگی۔ (یعنی لوگ وہاں دنیا کی غرض کے لئے جمع ہونگے نہ اللہ تعالیٰ کے ذکر اور درس وتدریس کو) ان کے علماء بدترین خلائق زیر آسمان ہیں ان کے ہی پاس سے فتنہ ظاہر ہوگا (یعنی ہر طرح کی دین اور دنیا کی خرابی ان کی ذات سے پیدا ہوگی کیونکہ انہوں نے اپنے طریق کو چھوڑ کر ظالموں کی مدد سے شرارت اختیار کی ان کے برے چلن سے تمام خلق گمراہ ہوئی) اور ان کی ہی طرف وہ فتنہ وفساد پلٹے گا۔ (یعنی ان کی بدنیتی اور بدباطنی سے وہی فساد اور ظلم

اور گمراہی اُن پر پڑے گی یعنی اُن کی بیخ اور بنیاد اللہ تعالےٰ ظالموں کے ہاتھ کھدوا ڈالے گا اور اُن کو دین و دُنیا میں ذلیل اور رسوا بنا دے گا۔ جیسے مثل مشہور ہے کہ جو کوئی اللہ کی خلقت کو آزار دے کر اس کا نقصان چاہ کر کسی مخلوق کے دل کو خوش کرتا ہے۔ اللہ تعالےٰ اس مخلوق کو ظالم کے ہاتھ سے اسکی سزا دلاتا ہے اور بے عزت کرواتا ہے۔ غرض اس حدیث شریف کا مضمون اس زمانے میں موجود ہے۔ عیاں را چہ بیاں۔ آنکھ ہو تو دیکھو۔ کان ہو تو سنو۔ اللہ تعالیٰ ایسے گمراہ اور چال باز عالموں کی صحبت سے مومنوں کو دور رکھے اور ان کی گمراہی کے پھندے سے بیچارے سیدھے سادے مسلمانوں کو بچائے۔ اور صراطِ مستقیم پر قائم رکھے اور نیک عمل کرنے کی توفیق بخشے آمین۔

(جھوٹی اور وضعی احادیث بیان کرنا)

آج کل یہ مرض عام طور پر پھیل گئی ہے کہ وضعی احادیث اور غلط روایات بیان کیجاتی ہیں جسکی سخت ممانعت احادیث صحیحہ میں آئی ہے:۔ عَنِ الْمُغِيْرَةِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ كَذِبًا عَلَيَّ لَيْسَ كَكَذِبٍ عَلٰى اَحَدٍ فَمَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ) یعنی صحیح مسلم میں مغیرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سُنا کہ مجھ پر جھوٹ بولنا اور لوگوں پر جھوٹ بولنے کا سا نہیں ہے جس نے مجھ پر جان کر جھوٹ بولا اُسے چاہئیے کہ اپنی جگہ دوزخ میں دیکھ لے +

اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ عَطِيَّةَ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ یعنی مسند ابو حنیفہ رحمہ میں ابو سعید رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس نے مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ بولا۔ وہ اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنالے +

مسلمانوں کو ان احادیث صحیحہ پر غور کرنا چاہئیے اور یاد رکھنا چاہئیے کہ آج کل کے گمراہ فرقے جس قدر وضعی احادیث اور من گھڑت تفسیر قرآن بیان کرتے ہیں وہ سب کے سب دوزخ کا ایندھن ہیں۔ اللہ تعالےٰ تمام مسلمانوں کو ان عیاروں اور دھوکے بازوں سے محفوظ و مامون

رکھے۔ آمین ثم آمین ✦

انگریزی خواں اور علمائے اسلام

افسوس صد افسوس کہ اس زمانہ خسارت نشانہ میں سلف صالحین کے معتقدات اور معمولات کو باطل اور نا راست بتایا جاتا ہے۔ اور خود ایجاد کردہ راہ و رسم کو راست مانا جاتا ہے۔ خواہشات نفسانی اور وساوس شیطانی کی اس قدر پیروی ہے کہ اَلْعِیَاذُ بِاللّٰہِ قرآن مجید اور احادیث نبویہ اور اجماع اُمت جو اصل اور مدار اسلام ہے اسکی وقعت نہیں کیجاتی۔ ان کے مقاصد کو اپنی خواہش کے مطابق بنانے کی کوشش کیجاتی ہے حتّٰی کہ کہا جاتا ہے کہ قرآن مجید کی ترمیم اور تکمیل بھی ہونی چاہئے۔ علمائے کرام اور صلحائے عظام جو ان کے معانی کو سمجھنے والے ہیں اور ان کے مطابق عمل کرنے والے ہیں اُن کو حقارت اور خسارت کی نظر سے دیکھا جاتا ہے اور ان کو مفسد اور فتنہ انداز قرار دیا جاتا ہے۔ ان کی تحقیق اور تنقیح مسائل کو نفاق اور شیطان اخرس کی طرح چپ چاپ رہنے کو اتفاق تعبیر کیا جاتا ہے۔ حالانکہ یہ وہ لوگ ہیں جن کے ذریعہ سے اسلام ہم تک پہنچا اور رسومات اسلامی کا پتہ لگا۔ دُنیا داروں کو جو شب و روز دُنیا کے حاصل کرنے میں مصروف رہتے ہیں۔ اُن کو اس قدر کہاں فرصت کہ وہ اپنے مذہب کے معمولات اور دستور العمل کو غیر مذاہب سے پرکھیں۔ اور اُن پر واقفی حاصل کریں۔ یہی علمائے کرام اور صلحائے عظام ہیں جو اپنے عزیز اوقات کو صدق و کذب درست اور نادرست سے تمیز کر کے اُن کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ اور وعظ و نصیحت سُنا کر اس طرف توجّہ دلاتے ہیں۔ اگر یہ فرقہ نہ ہو تو اسلام کا نام و نشان ہی زمین پر نہ رہے۔ انہیں لوگوں کے وجود موجب ترقی اور ان کی تحقیر باعث تنزل ہے ✦

اگر کوئی شخص دنیاوی تعلیم میں اعلےٰ درجہ کی تعلیم حاصل کرے۔ مثلاً بی۔ اے۔ ایم اے یا ایل ایل بی یا ایل ایل ڈی وغیرہ وغیرہ ڈگریاں حاصل کرے۔ مگر خدا شناسی اور

خدادانی کی راہ سے بالکل ناواقف اور لاعلم ہے۔ بلکہ جہانتک ظاہری علوم میں ترقی کرتا ہے اسی قدر اس کو خدا کی شناخت اور علوم الٰہیہ میں پیچیدگیاں پڑتی جائیں گی۔ جب تک کسی رہبر کامل کی ہدایت سے ہدایت یاب نہوگا۔ تب تک اُن مشکلات سے جو راہ میں پیش آنے والی ہیں، عقدہ کشائی نہوگی۔ جسکی اصل منبع کلام ربانی اور وحی حقانی ہے۔ اس کا پڑھنا ہم پر فرض ہے اسی کے حاصل ہونے سے ابوالبشر آدم علیہ السلام خلافت کے انعام واکرام سے مشرف کئے گئے اور اشرف المخلوقات کے لقب سے ممتاز کئے گئے۔ سب نبیوں اور رسلوں کی تعلیم کا مجموعہ قرآن مجید اور فرقان حمید ہے جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعہ سے ہم تک پہنچا۔ اور جہانتک نظر غائر اس کلام پاک میں دیکھا جاتا ہے جمیع علوم کا پتہ چلتا ہے۔ چنانچہ کسی بزرگ نے فرمایا ہے ؎

جَمِیْعُ الْعِلْمِ فِی الْقُرْاٰنِ لٰکِنْ تَقَاصُرَ عَنْهُ اَفْهَامُ الرِّجَالِ

اس لئے افضل عبادات بعد الفرائض قرآن مجید کی تلاوت ہی قرار دی گئی ہے اور بتلایا گیا ہے کہ ایک ایک حرف پڑھنے کے بدلے دس دس نیکیاں ملتی ہیں اور نماز میں پچیس نیکیاں۔ قرآن مجید قیامت کے روز اس کے پڑھنے والے کے لئے شفیع ہوگا۔

اسلامی تعلیم پر دُنیاوی تعلیم کو فوقیت اور عزت دی جاتی ہے۔ اور اسکی طرف توجہ ہرگز نہیں کیجاتی اور نہ دلائی جاتی ہے۔ علم دین ایک نعمت عظمیٰ ہے جس کا شکریہ انسان ضعیف البنیان ادا نہیں کرسکتا۔ کمتر اس کا رتبہ یہ ہے کہ جب کوئی طالب علم علم دین سیکھنے کے لئے گھر سے نکلتا ہے تو فرشتے اس کے تلووں کے نیچے پر بچھا دیتے ہیں۔ اور یہی علم ہے جسکی نسبت یہ مقولہ مقبول کہا گیا ہے۔ اَلنَّاسُ مَوْتٰی اَلْعِلْمُ اَحْیَاءٌ یعنی دینی عالم زندہ ہیں باقی سب لوگ مُردہ ہیں اور یہ ظاہر ہے کہ زندگی کا مدار روح پر اور روح کا مدار غذا پر ہے۔ اگر روح کو غذا نہ ملے اور قطعاً بند کیجائے تو جب تک اس میں غذا حاصل کردہ کا اثر باقی ہے تب تک تو باطاقت ہے اور پھر رفتہ رفتہ کمزور ہوتا جائے گا حتیٰ کہ ایک دن مُردہ ہوجائے گا۔ چونکہ اس کے مناسب کی غذا جو ہے وہ علم ربانی ہے نہ دنیاوی۔ جہاں کہیں قرآن مجید اور احادیث نبویہ میں فضیلت علم بیان

کی گئی وہاں یہی علم مراد ہے جو موصول الی اللہ ہے اور وہ علم علمِ فقہ اور تفسیر اور حدیث ہے ؎

علم دین فقہ ہست و قرآن و حدیث ہر کہ خواند غیر زین گردد خبیث

حصول علم دین فرض ہے

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تو یہ حکم ہے۔ طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِیْضَۃٌ عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ وَّمُسْلِمَۃٍ یعنی ہر ایک مسلمان مرد اور عورت پر علم کا طلب کرنا فرض ہے لیکن ہم مسلمان اسکی طلب سے کوسوں بھاگ رہے ہیں۔ اور بجائے اس کے دنیاوی علم کے حاصل کرنے میں سخت کوشش اور سعئ بلیغ کر رہے ہیں چنانچہ نقشۂ دُنیا تو ازبر یاد ہے مگر اُس کلام ربانی کی ایک چھوٹی سی چھوٹی سورۃ تک بھی یاد نہیں جو جزو عبادت ہے۔ تاریخ ہند اور تاریخ یوروپ وغیرہ تو نوک زبان ہے مگر دینی مسائل اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابۂ کرام رضی اللہ تعالٰے عنہم کے حالات سے محض ناآشنا ہیں۔ قوانین اور ضوابط اور سکولوں اور کالجوں کے کورس حرزِ جان ہیں مگر اسلامی کورس نماز۔ روزہ۔ حج۔ زکوٰۃ سے جو مکلف و رح وا بدان کا فرمان ہے بالکل بے پروا ہیں۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ تو ملانوں کا طریقہ کہا جاتا ہے مگر گڈ مارننگ جنٹلمینوں میں محبت کا ذریعہ سمجھا جاتا ہے۔ دیسی یا اسلامی لباس تو باعث شرم ہے مگر کوٹ پتلون وغیرہ موجب حشم ہے۔ استغفار کی بجائے فونوگراف کے ترانے اور ناولوں کے فسانے اور عشقیہ مضامین کے پڑھنے کے شوقین ہیں +

غرض میرا اس سے یہ مقصد نہیں ہے کہ دُنیا کو بالکل چھوڑ دو۔ یا اس کی تعلیم کو حاصل نہ کرو بلکہ مقصود یہ ہے کہ دین اور دنیا دونو کو باہم جمع کرو لیکن دینی تعلیم کو دنیوی تعلیم پر مُقدم رکھو +

مسلمانوں کی ترقی اتباع شریعت پر موقوف ہے

مسلمانو۔ تمہاری ترقی فقط اتباعِ شریعت پر موقوف ہے۔ تمہاری قوم کا قوام شریعت اسلام ہے۔ تمہارے اسلاف نے جو جو ترقیاں کیں۔ وہ صرف اتباعِ شریعت سے کیں۔ پس جب تک شریعت کی پابندی نہ کی جائے۔ آپ ہرگز ترقی نہیں کر سکتے +

لہٰذا ہم مسلمانوں خصوصًا ہمارے نوجوانوں کے لئے جو سکولوں اور کالجوں میں تعلیم پاتے ہیں علماء کی از حد ضرورت ہے۔ تم پر فرض ہے کہ طلباء دین کی مدد کیا کریں۔

ایسا نہ ہو کہ علماء شریعت تم میں سے مفقود ہو جائیں۔ اور پھر تم پر جہالت کی تاریکی چھا جائے چنانچہ مشکوٰۃ شریف میں مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے :۔ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَقْبِضُ الْعِلْمَ اِنْتِزَاعًا یَّنْتَزِعُہٗ مِنَ الْعِبَادِ وَلٰکِنْ یَّقْبِضُ الْعُلَمَآءَ حَتّٰی اِذَا لَمْ یُبْقِ عَالِمًا اِتَّخَذَ النَّاسُ رُؤُسًا جُھَّالًا فَسُئِلُوْا فَاَفْتَوْا بِغَیْرِ عِلْمٍ فَضَلُّوْا وَاَضَلُّوْا (رواہ الصحیحین) یعنی تحقیق اللہ تعالٰے علم کو اس طرح نہ اٹھائے گا کہ بندوں سے اسے نکال لے۔ بلکہ علماء کو اٹھالیگا۔ یہاں تک کہ جب کسی عالم کو باقی نہ رکھے گا۔ تو لوگ سردار جاہل پکڑیں گے۔ پس وہ مسئلے پوچھے جائیں گے اور بغیر علم کے فتوی دینگے۔ خود گمراہ ہونگے اور دوسرونکو گمراہ کرینگے۔

مسلمانو انہیں ہو بے سبب دنیا کو حیرانی
کہ اپنی آبرو پر پھر رہا ہے آج کل پانی

نہ وہ اسلاف کا ہم میں رہا ہے علم و فن باقی
عوض اس کے ہے چھایا ہم پہ ابر جہل و نادانی

نہ وہ تلوار کی ہے دھاک باقی قلب دشمن پر
کہاں وہ تاج شاہی ہے کہاں تخت سلیمانی

حکومت کی ہماری دھاک بیٹھی تھی زمانے میں
ہر اک اسلام کا افسر تھا عالمگیر کا ثانی

کہاں حکمت ہے وہ باقی کہاں وہ فلسفہ باقی
ریاضی ہے کہاں وہ اور کدھر ہو طب یونانی

کہاں ہیں مدرسوں میں اب وہ صرف و نحو کے چرچے
جہالت سے معانی کو کہا کرتے ہیں اب مانی

بدیعی ہیں کہاں اور اب بیانی ہیں کہاں باقی
کہاں منطق کی اب باقی رہی ہے بحث طولانی

کہاں رمّال ہیں ویسے کہاں ویسے منجم ہیں
کہاں ہیں فال کے موجد کہاں ہیں جفر کے بانی

کہاں نثر مسجع اور مقفٰی کی وہ رنگینی ہو
کہاں نظم مسلسل کی رہی وہ گوہر افشانی

کہاں ہمت کہاں جرأت کہاں دولت کہاں حشمت
تجارت کے ہنر بیٹھے ہیں کیسے دشمن جانی

نہیں واقف ہزاروں میں کوئی علم فلاحت سے
فقط کہتے ہیں یارب خوب سا برسا دے تو پانی

کہاں تقریر پرتاثیر اور لکچر کہاں ویسے
لگی ہے عالموں کے منہ پہ کیا مہر سلیمانی

فقط اب وعظ میں باقی ہے اک مضمون سخاوت کا
جو ملا ہیں انھیں اک یاد ہے روٹی کما کھانی

نفاق اب پھیلتا جاتا ہے اپنی قوم میں بے حد
مسلمان ہیں مسلمانوں کے دل سے دشمن جانی

حسد کا بغض کا کینے کا اب دل ہو گیا مسکن
دماغوں میں غرور ہے سروں میں خبط و نادانی

شراب اور کوٹ اور پتلون پر جامہ سے ہیں باہر
جو پہنیں بوٹ تو ہو قیمتی۔ چمڑا ہو جاپانی

نہ کھانا گھر میں ہو کچھ بھی مگر میز اور کرسی ہو
پئے تفریح سیکل ہو۔ چھنا فلٹر کا ہو پانی

چھڑی ہو بید کی عمدہ گھڑی ہو اک کلائی پر
عوض دربان کے بل ڈاگ کی ہو در پہ دربانی

چرٹ منہ میں کھلا سر ہو نیا فیشن ہو بالوں کا
ترچھی مونچھیں صفا داڑھی سراسر شکلِ شیطانی

نہیں اندھے مگر عینک ہوئی ہے داخلِ فیشن
بصارت کو ہوئی اس پردۂ غفلت سے حیرانی

سائیس اک غیر وطن ہو اور موٹر کار بھی گھر میں
مکان بھی شیشہ و آلات سے ہو خوب نورانی

بجائے آب سوڈا ہو عوض شربت کے ہو لمنڈ
یہی اک شیر مادر ہے۔ یہی زمزم کا ہے پانی

ملے گر سوپ تو دونوں جہاں کی مل گئی نعمت
جو مل جائے کوئی بسکٹ نہیں درکار بریانی

بہت سے رسمِ پردہ بھی اٹھانے کو ہیں آمادہ
زن و ہمشیر کے ہمراہ سیکھی ہے ہوا کھانی

نہ دوزخ کا نہیں کھٹکا نہ جنت کی نہیں خواہش
بنے ہیں پورے نیچر بندۂ لذاتِ نفسانی

معاذ اللہ یہ وہ ہیں جو خدا کے بھی نہیں قائل
عبادت بھی ہے گویا ان کے حق میں کارِ نادانی

جو کی تقلید یورپ کی تو ہم نے اس طرح کی ہے
لٹی دولت ہنر جاہل ہوئی حاصل پریشانی

رہا کچھ بھی نہ جب باقی تو اب ہم منہ کو تکتے ہیں
اڑا کر لے گئے جوہر ہمارے سارے نصرانی

نہ سوچا ہم نے کیا ہوگا نتیجہ اپنی غفلت کا
چرا کارے کند عاقل کہ باز آید پشیمانی

نکل کر علم کا دریا عرب سے پہنچا یورپ میں
وہیں ہر علم کے پیاسے کو مل جاتا ہے اب پانی

کرو کوشش مسلمانو کہ اب بھی وقت ہے باقی
خداوندِ دو عالم دور کر دے گا پریشانی

ابھر آئیں گے اب بھی سیکڑوں خاکِ مذلت میں
چھپے ان کنکروں میں اب بھی ہیں لعلِ بدخشانی

کرو وہ کام دنیا میں رہے نام و نشاں باقی
اگرچہ چند روزہ ہے یہ سارا عالمِ فانی

خدا چاہے تو پلٹے گی ضرور اس قوم کی کایا
کہاں تک اس ردی حالت میں ہوگی مرثیہ خوانی

کہا ہے مختصر میں نے بہت کچھ دل میں تھا مضموں
کہ باقی رات تھوڑی سی یہ قصہ ہے طولانی

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر

علقمہ بن سعید بن عبدالرحمٰن بن ابزی اپنے باپ سے اور وہ اپنے دادا رضی سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک روز خطبہ پڑھ کر چند مسلمانوں کے گروہ کی تعریف بیان فرمائی۔ پھر فرمایا کہ ان لوگوں کا کیا حال ہے جو اپنے ہمسائیوں کو نہ سمجھاتے اور نہ تعلیم دیتے اور نہ اچھے کاموں کا حکم کرتے اور نہ بُرے کاموں سے روکتے ہیں اور ان لوگوں کا کیا حال ہے جو اپنے ہمسائیوں سے نہ سیکھتے نہ دین کی باتوں کی سمجھ پیدا کرتے اور نہ ان کی پند سے اثر پذیر ہوتے ہیں۔ خدا کی قسم۔ لوگوں کو چاہئے کہ اپنے ہمسائیوں کو تعلیم کریں اور سمجھائیں اور انہیں پند و نصیحت کریں۔ اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کریں اور لوگوں کو چاہئے کہ اپنے ہمسائیوں سے سیکھیں اور سمجھیں اور پند و نصیحت حاصل کریں یا بہت جلد عذاب آئے گا۔ جب منبر سے اُترے تو لوگوں نے سوال کیا۔ آپ کا یہ خیال ہم میں سے کن لوگوں کی طرف ہے۔ فرمایا۔ قبیلہ اشعریین کی طرف۔ جب یہ خبر اشعریین کو پہنچی تو انہوں نے حاضر خدمت ہو کر عرض کیا۔ یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ نے اور لوگوں کو بھلائی سے یاد فرمایا اور ہمیں بُرائی سے۔ ہمارا کیا حال ہے۔ فرمایا۔ لوگوں کو چاہئے کہ اپنے پڑوسیوں کو تعلیم اور پند و نصیحت اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کریں۔ اور لوگوں کو چاہئے کہ اپنے پڑوسیوں سے سیکھیں اور پند و نصیحت کی باتیں اور تفقہ حاصل کریں۔ یا دُنیا ہی میں اُن پر بہت جلد عذاب آئے گا۔ انہوں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا ہم اوروں کو بھی سمجھائیں تو آپ نے اپنا قول دوہرایا۔ انہوں نے پھر کہا۔ کیا ہم اوروں کو سمجھائیں۔ تب بھی آپ نے یہی فرمایا اُنہوں نے عرض کیا ہمیں ایک سال کی مہلت دیجئے۔ تو آپ نے سکھانے اور تعلیم کرنے اور نصیحت کرنے کی غرض سے ایک سال کی مہلت دی۔ پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ آیت پڑھی۔ بنی اسرائیل میں سے لوگ منکر ہیں۔ وہ عیسیٰ بن مریم اور داؤد علیہما السلام کی بد دعا سے ملعون ہو چکے ہیں ؎

اہل وعیال کو تعلیم نہ دینے کا نتیجہ

حدیث صحیح میں مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ

آلہ وسلم نے فرمایا۔ قیامت کے دن جو چیز مرد کے آگے آئے گی اُس کے اہل وعیال ہیں۔ اس کو اللہ تعالیٰ کے حضور میں کھڑا کریں گے اور اُس کے اہل وعیال کہیں گے کہ بار خدایا اس سے ہمارا حق لے کہ اس نے ہم کو احکام دین کی تعلیم نہیں کی اور ہم کو مال حرام کھلایا جس کو ہم نہیں جانتے تھے۔ ایک حدیث میں اس طرح آیا ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ آلہ وسلم نے اِنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَذَاباً یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ مَنْ اَجْھَلَ اَھْلَہٗ یعنی قیامت کے دن آدمی کے لئے جہالت سے بڑھ کر کوئی گناہ نہ ہوگا یعنی اپنے اہل وعیال کو تعلیم علم دین نہ کرے گا اور وہ جاہل رہیں گے تو یہ ولی کے حق میں بڑا گناہ ہے +

حدیث شریف میں مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ آلہ وسلم نے فرمایا۔ کہ قیامت کے دن ایک ایسا بندہ ہوگا جسکی نیکیاں پہاڑوں کے برابر ہوں گی۔ پھر اُس سے اہل وعیال کے حقوق اور کسب مال کی بابت سوال کیا جائے گا۔ پس اس مطالبہ میں اس کی سب نیکیاں جاتی رہیں گی اس وقت فرشتے فریاد کریں گے کہ یہ وہ شخص ہے جس کی نیکیاں اہل وعیال لے گئے +

اس موقعہ پر مجھے یہ بات بھی بیان کرنی ضروری ہے کہ لڑکوں کی تعلیم کی بابت اس کے باپ یا ولی ہی سے مواخذہ ہوگا۔ مگر لڑکی کی تعلیم کی بابت چار شخص مواخذہ میں پڑیں گے۔ یعنی باپ۔ بھائی۔ خاوند اور لڑکا۔ اور قیامت کے دن اللہ تبارک وتعالیٰ سے خطاب ہوگا کہ تم لوگ تو اس سے بہت قریب تھے۔ تم نے اس کو علم شریعت کیوں نہیں پڑھایا۔ پس ان الزاموں سے بچ کر معاد دارین کا یہی عمدہ سبب ہے کہ اپنی اولاد کو علم دین پڑھائیں۔ اور آج کل کے رواجی علوم کے حاصل کرنے سے پہلے ان کو گھر میں دینی تعلیم ضرور دیں۔ کم سے کم ترجمہ قرآن مجید اور چند فقہ واحادیث کی کتابیں ضرور پڑھا کر مدرسہ وغیرہ میں داخل کریں۔ پھر انشاء العزیز وہ لڑکے بڑے دیندار اور پابند صوم وصلوٰۃ اور ماں باپ کے تابعدار ہونگے۔ اللہ تعالےٰ تمام مسلمانوں کو ایسی نیک سمجھ عطا فرمائے تاکہ وہ اپنے بچوں کو کوئی اور شغل شروع کرنے سے پہلے دینی تعلیم دلوانے کے عادی ہو جائیں +

مفروضہ علم

صاحبو علم کا پڑھنا ہر ایک مسلمان پر فرض و واجب ہے چنانچہ حدیث شریف میں ہے
عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِیْضَةٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ وَّمُسْلِمَةٍ ط (مشکوٰۃ و مسند ابی حنیفۃ) یعنی مسند ابو حنیفہ اور مشکوٰۃ میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علم کا سیکھنا ہر ایک مسلمان مرد اور مسلمان عورت پر فرض ہے +

پس اس حدیث میں علم سے مراد علم حال ہے یعنی جو امر پیش آئے اسکا علم حاصل کرنا فرض ہے۔ مثلاً جب آدمی مسلمان ہوا تو اسپر صانع جل جلالہ کی معرفت اور نبوت رسول کا جاننا اور اُن چیزوں کا علم جن کے بغیر ایمان صحیح نہیں ہوتا واجب ہوا۔ جب نماز کا وقت آیا۔ تو احکام نماز کا علم سیکھنا واجب ہوا۔ جب رمضان شریف آیا تو احکام صوم کا علم ضروری ہوا۔ جب مالک نصاب ہوا تو احکام زکوٰۃ کا جاننا لازم ہوا۔ جب نکاح کیا تو حیض و نفاس اور طلاق وغیرہ کے مسائل کا سیکھنا واجب ہوا۔ جب بیع و شرا کرنے لگے تو اس کے مسائل کی واقفیت واجب ہوئی۔ اسی طرح احوال قلب (توکل۔ رضا۔ صبر۔ شکر وغیرہ) کا علم ضروری ہے +

غرض علم الحال کا سیکھنا فرض عین ہے۔ اگر کوئی نہ سیکھے گا تو سخت گنہگار ہوگا۔ مگر جو علم ما یحتاج الیہ سے زاید دوسروں کے نفع کے لئے ہو۔ اس کا سیکھنا فرض کفایہ ہے۔ اگر شہر میں بعض لوگ اُس فرض کو ادا کرینگے تو باقیوں کے ذمہ سے ساقط ہو جائے گا۔ اگر کوئی بھی ادا نہ کرے تو تمام گنہگار رہیں گے۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ سورہ آل عمران ع ۱۱ میں ارشاد فرماتا ہے۔ وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ یَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَیْرِ وَیَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ یعنی اور تم میں رہنا چاہئے ایک ایسا گروہ جو بلاتے رہیں نیک کام کی جانب اور حکم کرتے رہیں اچھے کاموں کا اور منع کرتے رہیں بُرے کاموں سے۔ اور یہی لوگ اپنی مُراد

کو پہنچیں گے +

اس آیت سے معلوم ہوا کہ مسلمانوں پر فرض ہے کہ ہمیشہ ان میں ایک گروہ ایسا رہے جو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتا رہے۔ اسی کا نام فرض کفایہ ہے +

سورہ توبہ ع ۱۵ میں ارشاد ہوتا ہے:۔ وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِيَنفِرُوا كَافَّةً ط فَلَوْلَا نَفَرَ مِن كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ وَلِيُنذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ ۝ یعنی اور یہ ٹھیک نہیں کہ مسلمان سب کے سب نکل کھڑے ہوں۔ پھر کیوں نہ نکلے ان کی ہر جماعت میں سے چند لوگ تاکہ سمجھ پیدا کریں دین میں۔ اور ڈرائیں اپنی قوم کو جب لوٹ آئیں ان کی جانب شاید وہ بچتے رہیں یعنی جہاد اور طلب علم دونو فرض کفایہ ہیں۔ اس لئے ہر جماعت میں سے چند آدمی جہاد کو نکلیں اور چند رسول کی خدمت شریف میں علم سیکھیں تاکہ جب مجاہدین واپس آئیں تو یہ علمی مسائل ان کو بھی سکھلائیں۔ اس صورت میں جہادِ اصغر یعنی کفار سے لڑنا۔ اور جہادِ اکبر یعنی ریاضت کرنا۔ علم سیکھنا اپنی جان دماغ قلب اور نقد کے راستے میں خرچ کرنا دونو باقی رہیں گے +

پس ان دونو آیتوں سے ثابت ہوا کہ دعوت الی الحق اور تفقہ فرض کفایہ ہے +

علم دین کے مرتبے علم دین میں دو مرتبے ہیں:۔ ایک فرض عین۔ دوسرا فرض کفایہ۔ اوّل فرض عین تو وہ ہے جس کی ضرورت واقع ہوئی ہو۔ مثلاً نماز سب پر فرض ہے تو اس کے احکام کا جاننا بھی سب پر فرض ہے۔ زکوٰۃ مالداروں پر فرض ہے اُس کے احکام کا جاننا بھی ان ہی پر فرض ہو گا۔ علیٰ ہٰذا القیاس جو جو حالت ہوتی جائے اُس کے احکام کا سیکھنا فرض ہوتا جائے گا۔ دوسرا فرض کفایہ ہے۔ وہ یہ ہے کہ ہر جگہ ایک دو آدمی ایسے ہونے چاہئیں جو اہل بستی کی دینی ضرورتوں کو رفع کر سکیں اور مخالفینِ اسلام کے شبہات و اعتراضات کا جواب دے سکیں +

عوام کے لئے حصولِ علمِ دین کا سہل طریقہ

جو علم فرضِ عین ہے اُس کے لئے عربی زبان

کی تحصیل ضرور نہیں۔ بلکہ فارسی یا اُردو میں مسائل و عقائد کا سیکھ لینا کافی ہے۔ لوگوں کو چاہئیے کہ کم از کم اپنے بچوں کو اتنا علم دین سکھلا دیا کریں کہ دو چار نسلوں کے بعد شاید دین سے ایسی جنبیت ہو جائے کہ دین و اسلام کے انتساب سے بھی عار کرنے لگے۔ خدا کے لئے اس طوفان بے تمیزی کے روکنے کی فکر کرو۔ اگر کسی شخص کو کسی وجہ سے اردو فارسی پڑھنا بھی ممکن نہ ہو۔ تو علماء کی صحبت میں اپنے عقاید و مسائل کی تصحیح کرے اور اولاد کو بھی تاکید کرے کہ روزمرہ یا تیسرے چوتھے روز دس پندرہ منٹ کے لئے خوش عقیدہ متقی محقق عالم کی صحبت سے فیض اُٹھایا کریں صحبت کے عجیب منافع و برکات ہیں ؎

ہر کہ خواہد ہمنشینی با خدا یک زمانے صحبتت با اولیا	گو نشیند در حضور اولیاء بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

بیانِ علم فرض

حدیث صحیح میں آچکا ہے کہ تحصیل علم ہر ایک مسلمان پر فرض ہے مگر اس میں یہ اختلاف ہے کہ اس علم سے کونسا علم مراد ہے۔ اہل کلام کہتے ہیں کہ یہ علم کلام ہے۔ جس سے اللہ تعالےٰ کی معرفت حاصل ہوتی ہے۔ فقہاء کے نزدیک علم فقہ (مسائل عبادات و معاملات) کا پڑھنا واجب ہے کہ اس سے حلال و حرام کے درمیان فرق معلوم ہوتا ہے۔ محدثین علم کتاب و سُنت (تفسیر و حدیث) کو واجب کہتے ہیں۔ کیونکہ یہ اصل علوم شرعی ہیں۔ حضرات صوفیہ فرماتے ہیں کہ دل کو دل کے احوال کا علم حاصل کرنا فرض ہے۔ کہ بندہ کو خدا کی جانب راستہ دل کی بدولت ہے۔ غرض ہر فرقہ اپنے علم کی فضیلت و تعریف بیان کرتا ہے۔ لیکن حق یہ ہے کہ خاص ایک ہی علم فرض نہیں اور یہ سب علم بھی بالکلیہ واجب نہیں۔ بلکہ اس مقام میں تفصیل ہے جس سے جھگڑا دور ہوتا ہے۔ اور ہر گروہ کا قول بجائے خود موزون و مناسب نظر آتا ہے *

تفصیل یہ ہے کہ اگر کوئی دوپہر سے پہلے مثلاً مسلمان ہو۔ اس وقت اُسپر اسی قدر واجب ہوگا کہ کلمۂ طیبہ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کے معنی سمجھ اور جس طور سے کہ اہل اسلام کا اعتقاد ہے۔ خود بھی حاصل کرے۔ خدا کو واحد جاننے میں دلیل کی ضرورت نہیں بلکہ بلا دلیل یقین کر لینا

اور اس کلمہ کے معنی مان لینا ضرور ہے۔ اس کے ساتھ ہی اللہ تعالےٰ کے صفات رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت اور اس کی تصدیق بہشت دوزخ کا اعتقاد۔ حشر ونشر کا ہونا بھی مانے۔ اور یہ بھی جانے کہ اُس کا خالق خدائے مطلق ہے جو بصفاتِ کاملہ موصوف ہے اور اپنے بندوں کو اپنی عبادت کا حکم دیتا ہے۔ اپنے رسول کی زبانی احکام نازل فرمائے۔ اگر بندہ طاعتِ الٰہی میں مصروف رہے گا تو دولتِ سعادت پائے گا۔ اگر گناہ کے رستہ پر چلے گا تو مآل کار خرابی ہے۔ اس قدر علم عقائد ہے ٭

اس کے بعد دو علم اور بھی حاصل کرے۔ ایک علم دل کے متعلق ہے۔ دوسرا اعمال کے ساتھ متعلق ہے قسم دوم یعنی جس کو اعمال سے تعلق ہے سو دو طرح ہے۔ ایک کرنے کے قابل۔ دوسرا نہ کرنے کے قابل۔ جو اعمال کرنے کے ہیں وہ یہ ہیں مثلاً ظہر کے وقت مسائل وضو سیکھنا نماز کا طریقہ۔ ظہر میں کتنی رکعتیں فرض ہیں۔ علےٰ ہذا القیاس۔ جو اور اُمور مسنون ہیں۔ انکا علم بھی مسنون ہے۔ اسی طرح عصر۔ مغرب اور عشا کے وقت جب نمازیں واجب ہوئیں تو ان کے ادا کرنے کا طریقہ بھی معلوم کرنا چاہیئے۔ پھر ماہ رمضان کے آتے ہی مسائل روزے کے سیکھے۔ اگر مالدار ہے تو اس کو سال گذرنے پر زکوٰۃ کے مسئلے معلوم کرنے چاہئیں۔ حج واجب ہو تو اُس کے مسائل معلوم کرے۔ غرض جو کام پیش آئے اُس کے متعلق فرض و واجب معلوم کرنا فرض ہے۔ مثلاً نکاح کیا تو معلوم کرے کہ عورت کے حقوق مرد پر کیا ہیں۔ حالتِ حیض میں عورت سے صحبت حرام ہے۔ یہ تو متعلق بعبادات ہے ٭

اب اگر وہ شخص سوداگر ہے تو اُس کو سُود بیاج کے مسئلے سیکھنا واجب ہوا بلکہ خرید و فروخت کے سب مسئلے بخوبی معلوم کرنے چاہئیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بازاریوں کو دُرّے مارتے اور فرماتے تھے کہ خرید و فروخت کے مسئلے سیکھ آؤ۔ پھر بازار میں خرید و فروخت کرو۔ اگر حجام۔ بزاز ہے تو اس کے متعلق جو کام کرنا واجب ہے اُس کو حاصل کرے۔ اور جو اعمال کرنے کے نہیں یعنی حرام ہیں وہ یہ ہیں کہ اگر مالدار ذی مقدرت ہے۔ اُس کو یہ معلوم کرنا چاہئے کہ ریشمی

کپڑا مرد کو حرام ہے۔ اگر شراب خواروں میں رہتا ہے تو شراب کی حرمت جاننا واجب ہے۔ کسی کا مال غصب کر لینا۔ کسی پر ظلم کرنا۔ نامحرم عورتوں میں نشست و برخاست رکھنا۔ بلاضرورت اُن کے پاس آنا جانا۔ جو اُمور حرام ہیں ان سب کا سیکھنا۔ تاکہ حرام سے بچے۔ اسی طرح عورتوں کو جن باتوں کی ضرورت در پیش رہتی ہے جیسے حیض و نفاس۔ ان کے احکام انہیں کو سیکھنا واجب ہے۔ مرد پر واجب نہیں۔ جو مردوں کے متعلق ہیں۔ اُنکا علم سیکھنا عورتوں پر واجب نہیں۔ یہ تمام مسائل جو تمثیلاً مذکور ہوئے علم فقہ کے ہیں +

قسم اول متعلق بہ دل جس کو تصوف کہتے ہیں۔ یہ بھی دو جنس ہے ایک تو وہ ہے۔ جس کو خاص دل کے حالات سے تعلق ہے۔ دوسری متعلق باعتقادات۔ جنس اول یہ ہے۔ مثلاً جاننے حسد کرنا حرام ہے۔ کسی پر بدگمانی کرنا حرام ہے اس قدر علم کلام و فقہ و تصوف فرض عین ہے۔ اسکا سیکھنا ہر مسلمان پر واجب ہے۔ کسی فرد بشر کو اس سے گریز نہیں اس سے زیادہ علم فقہ کے مسائل جیسے مسائل اجارہ۔ رہن وغیرہ سیکھنا ہر شخص کے ذمہ فرض عین نہیں +

جنس دوسری متعلق باعتقاد یہ ہے کہ اگر کسی مسلمان کو کسی عقیدہ میں کچھ شک پیدا ہو تو اُس کو واجب ہے کہ فوراً اس شک کو دل سے نکالے۔ علماء و فضلا سے اپنی تسلی کرلے۔ ورنہ ایمان کا نقصان ہے +

اس تفصیل سے واضح ہو گیا کہ علم سیکھنا ہر مسلمان پر فرض ہے اور خاص ایک قسم علم ضرور نہیں بلکہ جملہ اقسام علوم سے بقدر ضرورت مسائل سیکھنا فرض ہے۔ اسی واسطے طلب علم فرض ہے +

جب یہ بات بخوبی ثابت ہو گئی کہ اقسام جملہ علوم سے بقدر ضرورت ہر مسلمان کو سیکھنا فرض ہے۔ اب اگر کوئی اپنی لاعلمی و جہالت سے کسی امر حرام کا مرتکب ہوا یا کسی فرض کو ترک کیا۔ مثلاً حالت حیض میں اپنی عورت سے صحبت کی۔ یا دیدہ و دانستہ فرض نماز فوت کی اور کہا کہ میں تو یہ باتیں نہ جانتا تھا۔ اس صورت میں وہ شخص معذور نہ ہو گا۔ قیامت میں

اس سے کہا جائے گا کہ تو نے اس قدر علم کیوں نہ سیکھا۔ البتہ کوئی خاص مسئلہ نادر الوقوع پیش آیا اور اُس میں غلطی کی تو اُمید ہے کہ عذر قبول ہو +

جب معلوم ہو گیا کہ علم بتفصیل مذکورہ بالا ہر شخص پر فرض ہے اور جاہل اور لاعلم ہر وقت محل خطر میں ہے تو جاننا چاہئے کہ انسان کے حق میں علم سیکھنے سے بڑھ کر زیادہ موجب فضیلت دینی و دنیوی امر دیگر نہیں ہے +

طالب علم طالب علم چار طرح پر ہیں۔ اوّل صاحب دولت و مال یہ شخص ضرور علم دین حاصل کرے علم اُس مال کا نگہبان ہوگا دنیا میں اس کی عزت علم کے سبب زیادہ ہوگی۔ اور آخرت میں درجات جنت نصیب ہوں گے۔ دوسرا وہ شخص جس کے گذر اوقات کی کوئی آمدنی نہیں دُنیوی جاہ و عزت کچھ نہیں رکھتا۔ مگر دولت قناعت سے مالامال ہے۔ صبح سے شام تک جو میسر آیا کھا کر اپنا پیٹ بھرا۔ نہ ملا تو فاقہ سے پڑ رہا یہ شخص بھی علم پڑھے۔ اس شخص کو علم کی قدر آخرت میں معلوم ہوگی۔ جب کہ درویش اہل اللہ مالداروں سے پانسو برس پہلے بہشت میں داخل ہونگے۔

تیسرا وہ طالب علم جس کی گذر اوقات کو مال حلال بیت المال یا اور مسلمانوں سے ملتا رہتا ہے۔ اہل ثروت اس کے متکفل ہیں۔ اس کی خدمت کیا کرتے ہیں۔ اور اس قدر اسکو مل جاتا ہے کہ اس کا ضروری خرچ اس آمدنی سے نکلتا رہتا ہے۔ یہ بھی بخوبی علوم دینی حاصل کرسکتا ہے اور اس کے حق میں طلب علم دُنیا و دین کے سب کاموں سے بہتر ہے +

چوتھا وہ شخص ہے کہ خود اُس کے پاس کھانے پینے کو نہیں علم حاصل کرنے سے تحصیل دنیا مقصود ہے۔ یہ شخص بغیر اسکے کہ سلطانی خزانہ سے اسکا کوئی وظیفہ مقرر ہو۔ اور اس کی ضروریات کے پورا ہونے کا کافی انتظام ہو۔ طالب علمی سے قاصر ہے۔ اس کے حق میں اولیٰ یہ ہے کہ ضروری علم کے سوا اور کچھ حاصل کرنے کی فکر نہ کرے بلکہ دوسرا پیشہ اختیار کرے جس کے ذریعہ سے معاش دنیوی حاصل کرسکے۔ اگر دُنیا کی طلب میں علم حاصل کرتا ہے تو یہ شخص پورا شیطان ہے۔ خدانخواستہ بعد تحصیل علم کے یہی نیت رہی تو عامہ خلائق اس کی پیروی سے گمراہ ہوگی۔ اس کو کیا ضروری ہے

کہ علم کو آلۂ تحصیل دُنیا بنائے۔ دُنیا کمانے کے تو اور بھی طریقے ہیں۔ ایسے عقلمند ذی علم جس قدر دنیا میں کم ہوں اچھا ہی ہے ؂

اگر کوئی شخص کہے کہ جب اس شخص کو علم آجائے گا تو وہ علم ہی اس کا رہبر ہو کر خدا کی جانب لے جائیگا۔ اس وقت جو نیت فاسد ہو۔ یہ بھی درست ہوجائے گی۔ کیونکہ بعض کا مقولہ ہے کہ ہم نے علم خدا کے واسطے نہیں سیکھا مگر وہ خود ہم کو خدا کی طرف لے گیا۔ جواب یہ ہے کہ جس علم کی یہ تعریف ہو وہ علم قرآن وحدیث۔ علم اسرار آخرت وحقائق شریعت ہے۔ وہ بیشک راہ حق پر ان کو لے جائیگا۔ بزرگان دین کا حال جدا ہے۔ اُن کے باطن پاکیزہ تھے۔ حرص دنیا اُن کو چھو نہ گئی تھی محبت دُنیا سے دور۔ اس کے لذات سے نفور تھے۔ آج کل کے علماء اور طلبا جو کچھ پڑھتے پڑھاتے ہیں وہ علوم اکثر علم کلام کے مخالف ہوتے ہیں۔ بجز قصہ کہانی کے کوئی نفع کی بات ان سے حاصل نہیں ہوتی۔ علمائے زمانہ اپنے علم کو جاہلوں کے پھانسنے کا جال بناتے ہیں۔ ایسے کی صحبت اور ان کی شاگردی کسی طالب علم کو راہ حق پر نہیں لیجاتی۔ غور کرنے سے اس کی تصدیق ہوجائے گی کہ یہ علمائے زمانہ علمائے دین ہیں یا نہیں۔ عام اشخاص کو ان کی پیروی مفید ہے یا مُضر۔ اتفاقاً کسی جگہ ایسے بزرگ عالم نظر آسکیں گے جو لباس تقویٰ سے آراستہ ہیں۔ علمائے سلف کے طریقہ پر علمی تعلیم ان کا شیوہ ہے۔ عوام کو دُنیا کے فریب اور اُس کے مکر سے ڈراتے ہیں۔ رات اور دن اپنا عزیز وقت نیک کاموں میں صرف کرتے ہیں۔ ایسوں کی صحبت ہر شخص کو نفع رساں ہے اُن کی تعلیم کا ذکر ہی کیا۔ صرف اُن کی ملاقات ہی میں دونو جہان کے فائدے ہیں۔ اور جب کوئی بندۂ خدا خالصاً للہ علم دینی حاصل کرے اور وہ علم پڑھے جو اُس کو مفید ہو۔ یہ اس کے حق میں سب ہنروں اور پیشیوں سے بہتر ہو۔ اس کو دُنیا حقیر نظر آئے گی۔ آخرت کے کام اُس کے نزدیک بڑے ہونگے۔ دُنیاداروں کی جہالت معلوم ہو گی کہ وہ آخرت چھوڑ کر فانی شے کے پیچھے پڑے ہیں۔ تکبر حسد۔ خودبینی۔ خودپسندی۔ حرص محبت دُنیا۔ حُب جاہ ومال سان کو خراب جانے گا اُن کا علاج ان کے دفعیہ کی ترکیب سے واقف ہوگا۔ الغرض علم بہ نیت دُنیا اور بغرض تحصیل دُنیا بالکل نقصان

پہنچانے والا ہے۔ اور آخرت کی نیت سے دونوں جہان میں مفید +

علم دین سکھلانیوالے کا ثواب

جو شخص کسی کو علم دین سکھلائے تو اس کو عمل کرنے والوں کا ثواب بغیر ان کی کمی کے ملے گا۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے:۔ عَنْ سَهْلِ بْنِ مُعَاذِ بْنِ اَنَسٍ عَنْ اَبِيْهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ عَلَّمَ عِلْمًا فَلَهٗ اَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِهٖ لَا يَنْقُصُ مِنْ اَجْرِ الْعَامِلِ شَيْءٌ (رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ) یعنی ابن ماجہ میں سہل بن معاذ بن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس نے لوگوں کو علم سکھایا تو اُسے عمل کرنے والوں کا ثواب ملیگا اور عمل کرنے والوں کے ثواب میں کچھ کمی نہ ہو گی +

ایک مسئلہ بتانے سے ساٹھ برس کی عبادت کا مستحق ہونا

جو شخص کسی کو نیک نیتی سے ایک مسئلہ بتلائے۔ اللہ تعالٰی اس کو ساٹھ برس کی عبادت کا ثواب عطا فرمائیگا۔ چنانچہ حصن الایمان میں ہے۔ کہ ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:۔ دَرْسُ مَسْئَلَةٍ لِمَنْ تَنْفَعُ بَيْنَ النَّاسِ خَيْرٌ مِّنْ عِبَادَةِ سِتِّيْنَ سَنَةً۔ یعنی کسی کو ایک مسئلہ سکھلانا ساٹھ برس کی عبادت کے ثواب کے برابر ہے۔ بلکہ اس سے بھی بڑھ کر +

علم بلا طمع سکھانا

ہر ایک صاحب علم کو ضروری ہے کہ وہ دینی علم کو بلا طمع اور بغیر کسی قسم کے عوض کے سکھلائیں۔ ورنہ وہ سخت عذاب میں گرفتار ہوگا۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے:۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ عُلَمَاءُ هٰذِهِ الْاُمَّةِ رَجُلَانِ رَجُلٌ اٰتَاهُ اللّٰهُ عِلْمًا فَبَذَلَهٗ لِلنَّاسِ وَلَمْ يَاْخُذْ عَلَيْهِ طَمَعًا وَلَمْ يَشْتَرِ بِهٖ ثَمَنًا فَذٰلِكَ تَسْتَغْفِرُ لَهٗ حِيْتَانُ الْبَحْرِ وَدَوَابُّ الْبَرِّ وَالطَّيْرُ فِيْ جَوِّ السَّمَاءِ وَرَجُلٌ اٰتَاهُ اللّٰهُ عِلْمًا فَبَخِلَ بِهٖ عَنْ عِبَادِ اللّٰهِ وَاَخَذَ عَلَيْهِ طَمَعًا وَشَرٰى ثَمَنًا فَذٰلِكَ يُلْجَمُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ بِلِجَامٍ مِّنْ نَّارٍ وَّيُنَادِيْ مُنَادٍ هٰذَا الَّذِيْ اٰتَاهُ اللّٰهُ عِلْمًا فَبَخِلَ بِهٖ عَنْ عِبَادِ اللّٰهِ وَاَخَذَ عَلَيْهِ طَمَعًا وَاشْتَرٰى بِهٖ ثَمَنًا وَكَذٰلِكَ حَتّٰى يَفْرُغَ الْحِسَابُ (رَوَاهُ الطَّبْرَانِيُّ فِي الْاَوْسَطِ)

یعنی طبرانی نے اوسط میں ابن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روائت کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ آلہ وسلم نے فرمایا کہ میری اُمّت کے علماء دو قسم کے ہوں گے۔ ایک تو وہ جسے خدائے تعالیٰ نے علم عنائت کیا اور وہ لوگوں کو بے طمع سکھاتا ہے اور اُس کے دام نہیں لیتا۔ اُس کے لئے دریا کی مچھلیاں جنگل کے چار پائے۔ جو آسمان کے اُڑنیوالے جانور مغفرت کی دُعا کرتے ہیں۔ اور دوسرے وہ جسے خدائے تعالیٰ نے علم عنایت کیا۔ اور وہ خدائے تعالیٰ کے بندوں سے بخل کرتا اور طمع میں گرفتار۔ اور اسے داموں سے فروخت کرتا ہے۔ اُس کے مُنہ میں قیامت کے دن آگ کی لگام دیجائے گی اور ایک پکارنے والا فرشتہ پکار کر کہے گا کہ یہ وہی شخص ہے جسے اللہ تعالیٰ نے علم عنایت کیا تھا اور اس نے خدا کے بندوں سے بُخل کیا اور اس کی طمع میں گرفتار رہ کر اُس کو داموں سے فروخت کرتا رہا حساب سے فارغ ہونے تک آگ کی لگام چڑھی رہے گی۔

مسئلہ بتانے کا حکم

ہر ایک شخص کو یہ مسئلہ یاد رکھنا چاہئے کہ جس صاحب علم یا صاحب باطن کو کوئی شرعی مسئلہ معلوم ہو اور ان سے کوئی شخص آکر پوچھے تو اس کو لازم ہے کہ وہ بلا حیل و حجت بتلا دے۔ ورنہ وہ مستوجب سزا ہوگا۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے:۔ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ مَنْ سُئِلَ عَنْ عِلْمٍ عَلِمَهٗ ثُمَّ كَتَمَهٗ اُلْجِمَ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ بِلِجَامٍ مِّنْ نَّارٍ۔ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاؤُدَ وَالتِّرْمِذِیُّ وَرَوَاهُ اِبْنُ مَاجَةَ۔ یعنی ابو داؤد اور ترمذی وغیرہ میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اگر کسی کو اس علم سے جو وہ جانتا ہو پوچھا جائے اور وہ اسے چھپائے اور نہ بتلائے تو وہ دوزخ کی آگ کی لگام سے لگام دیا جائیگا۔ یعنی ایک ایسا عالم ہے کہ دین کے مسئلے یاد ہیں اور ناواقف نے سوال کیا اور وہاں کوئی اور عالم نہیں ہے یا نہ بتانے کی کوئی اور معقول وجہ نہیں رکھتا۔ پھر اگر وہ سائل کو نہ بتادے تو البتہ وہ سزاوار عذاب ہوگا۔

نااہل کو علم سکھلانے کا حکم

نااہل کو نہ سکھلانے سے کوئی عذاب نہیں ہوگا بلکہ سخت

ممانعت ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے:۔ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِیْضَۃٌ عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ وَوَاضِعُ الْعِلْمِ عِنْدَ غَیْرِ اَھْلِہٖ کَمُقَلِّدِ الْخَنَازِیْرِ الْجَوْھَرَ وَاللُّؤْلُؤَ وَالذَّھَبَ (رَوَاہُ اِبْنُ مَاجَۃَ) یعنی ابن ماجہ میں انس بن مالک رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا علم سیکھنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔ نااہل کو علم سکھلانے والا ایسا ہے جیسا کہ خنزیر کے گلے میں جواہر، موتیوں اور سونے کا ہار پہنانے والا۔

بیان فضیلت علم

علم کی خوبی اور برکت کا کون اندازہ کر سکتا ہے۔ یہ ایک بحر بے پایان ہے۔ ہاں حدیث شریف میں اس کی کسی قدر تفصیل آئی ہے۔ وہ یہ ہے:۔ عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ تَعَلَّمُوا الْعِلْمَ فَاِنَّ تَعَلُّمَہٗ لِلّٰہِ خَشْیَۃٌ وَطَلَبَہٗ عِبَادَۃٌ وَمُذَاکَرَتَہٗ تَسْبِیْحٌ وَالْبَحْثَ عَنْہُ جِھَادٌ وَتَعْلِیْمَہٗ لِمَنْ لَّا یَعْلَمُہٗ صَدَقَۃٌ وَبَذْلَہٗ لِاَھْلِہٖ قُرْبَۃٌ لِاَنَّہٗ مَعَالِمُ الْحَلَالِ وَالْحَرَامِ وَمَنَارُ سُبُلِ اَھْلِ الْجَنَّۃِ وَھُوَ الْاَنِیْسُ فِی الْوَحْشَۃِ وَالصَّاحِبُ فِی الْغُرْبَۃِ وَالْمُحَدِّثُ فِی الْخَلْوَۃِ وَالدَّلِیْلُ عَلَی السَّرَّاءِ وَالضَّرَّاءِ وَالسِّلَاحُ عَلَی الْاَعْدَاءِ وَالزَّیْنُ عِنْدَ الْاَخِلَّاءِ یَرْفَعُ اللّٰہُ بِہٖ اَقْوَامًا فَیَجْعَلُھُمْ فِی الْخَیْرِ قَادَۃً قَائِمَۃً تُقْتَصُّ اٰثَارُھُمْ وَیُقْتَدٰی بِفِعَالِھِمْ وَیُنْتَھٰی اِلٰی رَاْیِھِمْ تَرْغَبُ الْمَلٰٓئِکَۃُ فِیْ خُلَّتِھِمْ وَبِاَجْنِحَتِھَا تَمْسَحُھُمْ وَیَسْتَغْفِرُ لَھُمْ کُلُّ رَطْبٍ وَّیَابِسٍ وَحِیْتَانُ الْبَحْرِ وَھَوَامُّہٗ وَسِبَاعُ الْبَرِّ وَاَنْعَامُہٗ لِاَنَّ الْعِلْمَ حَیَاۃُ الْقُلُوْبِ مِنَ الْجَھْلِ وَمَصَابِیْحُ الْاَبْصَارِ مِنَ الظُّلَمِ یَبْلُغُ الْعَبْدُ بِالْعِلْمِ مَنَازِلَ الْاَخْیَارِ وَالدَّرَجَاتِ الْعُلٰی فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ التَّفَکُّرُ فِیْہِ یَعْدِلُ الْقِیَامَ بِہٖ تُوْصَلُ الْاَرْحَامُ وَبِہٖ یُعْرَفُ الْحَلَالُ مِنَ الْحَرَامِ وَھُوَ اِمَامُ الْعَمَلِ وَالْعَمَلُ تَابِعُہٗ یُلْھِمُہُ السُّعَدَاءُ وَیُحْرَمُہُ الْاَشْقِیَاءُ (رَوَاہُ عَبْدُ الْبَرِّ النَّمِرِیُّ فِیْ کِتَابِ الْعِلْمِ تَرْغِیْبٌ وَتَرْھِیْبٌ) یعنی ترغیب ترہیب میں معاذ بن جبل رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

فرمایا۔ علم حاصل کیا کرو کیونکہ خدا کے لئے علم سیکھنا خشیت کا باعث ہے اور اس کی طلب عبادت ہے اور باہم یاد کرنا قائم مقام تسبیح ہے۔ اس میں بحث کرنی قائم مقام جہاد ہے۔ نہ جاننے والے کو سکھانا ایک قسم کا صدقہ ہے اور اپنے اہل وعیال میں صرف کرنا قرب خداوندی کا باعث ہے۔ کیونکہ علم ہی حلال وحرام اور جنت والوں کے طریقوں کا نشان ہے۔ اور علم ہی وحشت میں انیس وہمدم اور مسافرت میں ساتھی اور تنہائی میں بات چیت کرنیوالا ہے۔ خوشی وتکلیف میں غمخوار دشمن کے مقابلہ میں ہتھیار دوستوں میں زینت کا باعث ہے۔ اس کے سبب اللہ تعالیٰ لوگوں کا درجہ بلند کر کے انہیں نیکی کیطرف کھینچنے والا بنائے گا۔ لوگ علم والوں کے قدم بقدم چلیں گے۔ ان کے فعل کی تابعداری کریں گے اور انہیں کی طرف انتہا ہو گی۔ فرشتے ان کی دوستی کی رغبت کرینگے۔ اپنے پروں سے ان کے بدنوں کو چھوئیں گے اور کل خشک وتر اور دریا کی مچھلیاں اور اس کے حشرات اور جنگل کے درندے چارپائے۔ ان کی بخشش کی دعا کریں گے۔ کیونکہ علم دلوں کی زندگی ہے۔ جہالت سے۔ اور چراغ بینائی ہے تاریکی سے۔ بندہ علم ہی کے سبب اخیار کے مرتبے کو پہنچتا ہے اور دین ودنیا کے بلند درجے حاصل کرتا ہے۔ اس میں غور کرنا روزوں کے برابر ہے اور درس وتدریس کرنا رات کے قیام کے برابر اسی کے سبب صلہ رحمی کا طور معلوم ہوتا ہے۔ اسی سے حلال وحرام کی معرفت حاصل ہوتی ہے۔ علم ہی عمل کا امام ہے اور عمل اس کا تابع۔ نیک ہی لوگوں کو اس کا الہام کیا جاتا ہے۔ اور بدبخت اس سے محروم کئے جاتے ہیں وَلَنِعْمَ مَا قِيْلَ ؎

علم ہی ہے باعث عزّ ووقار	علم سے انسان کا ہے اعتبار
علم کی دولت ہے ایسی لازوال	کوئی لے چوری سے اُس کو کیا مجال
یہ بڑھائے عشرت وآرام کو	لائے یہ قابو میں خاص وعام کو
عاقلوں کا یہ قول ہے اے عزیز	علم سے بہتر نہیں ہے کوئی چیز
علم ہی ہے ہر جگہ پر یار غار	کون ہے اس کے برابر غمگسار
ہے سفر میں دافع وحشت یہی	ہے حضر میں موجب رحمت یہی

جو کہ علم و فضل سے ہیں بہرہ ور	●	فرض ہے تعظیم اُن کی شان پر		
کرتے ہیں جاہل سے نفرت ہوشیار	●	اس کا حیوانوں میں ہوتا ہے شمار		

حصول علم کی ترغیب

دینی علم کے حاصل کرنے کے لئے شرع شریف میں سخت تاکید آئی ہے۔ چنانچہ حدیث صحیح میں مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ آلہ وسلم نے فرمایا۔ اُطْلُبُوا الْعِلْمَ وَلَوْ كَانَ بَيْنَ اَيْدِيْكُمْ نَارٌ تَحْرِقُوْنَ اَوْ بَحْرٌ تَغْرِقُوْنَ یعنی علم کو طلب کرو اگرچہ تمہارے آگے آگ جلانے والی اور دریا غرق کرنے والا ہو۔ خلاصہ مطلب اس حدیث کا یہ ہے۔ کہ اگر کسی کو معلوم ہو کہ فلاں مقام پر علم کا خوب چرچا ہے اور وہاں جانے سے علم حاصل ہوگا۔ تو اگرچہ اُس راہ میں آگ جلانے والی اور دریا غرق کرنے والا ہو تو ہرگز اُس سے خوف نہ کرے۔ اور جس طور سے ہو سکے اُس مقام پر پہنچکر طلب علم میں مشغول ہو۔

ایک اور حدیث صحیح میں اس طرح مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ آلہ وسلم نے فرمایا۔ اُطْلُبُوا الْعِلْمَ مِنَ الْمَهْدِ اِلَى اللَّحْدِ یعنی تم علم کو گہوارے میں جھولنے کے وقت سے قبر میں پڑنے تک طلب کرو یعنی پیدا ہونے کے وقت سے مرتے دم تک حصولِ علم میں مشغول رہنا چاہئے۔

حصول علم کا ثواب

علم ایک ایسی چیز ہے کہ اگر اسے پورے طور پر حاصل کیا جائے یا نہ بھی کیا جا سکے تو بھی اس کے بڑے بڑے فائدے ہیں۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے۔ عَنْ وَاثِلَةَ بْنِ الْاَسْقَعِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ مَنْ طَلَبَ عِلْمًا فَاَدْرَكَهٗ كَتَبَ اللّٰهُ لَهٗ كِفْلَيْنِ مِنَ الْاَجْرِ وَمَنْ طَلَبَ عِلْمًا فَلَمْ يُدْرِكْهُ كَتَبَ اللّٰهُ لَهٗ كِفْلًا مِنَ الْاَجْرِ (رَوَاهُ الطَّبْرَانِيُّ فِي الْكَبِيْرِ) یعنی طبرانی نے کبیر میں واثلہ بن اسقع رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ آلہ وسلم نے فرمایا جس نے طالب علمی کی اور علم حاصل کر لیا۔ اللہ تعالیٰ اُس کے لئے دو حصے ثواب کے لکھتا ہے۔ اور جس نے طالب علمی کی اور علم حاصل نہ کر سکا اُس کے لئے اللہ تعالےٰ ایک حصہ ثواب کا لکھتا ہے۔

حصول علم میں ایک ساعت بیٹھنے کا ثواب

حصولِ علم کے بہت بڑے فائدے ہیں حتیٰ کہ

اگر کوئی شخص ایک ساعت بھی حصولِ علم میں مشغول ہو تو اُس کو بہت بھاری ثواب ملے گا۔ چنانچہ حدیث شریف میں مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ تَعَلُّمُ سَاعَةٍ خَيْرٌ مِّنْ عِبَادَةِ سَنَةٍ قَائِمُهَا بِاللَّيْلِ وَصَائِمُهَا بِالنَّهَارِ یعنی علم کی طلب میں ایک ساعت مشغول ہونا سال بھر کی ایسی عبادت سے جو تمام رات نماز پڑھتا رہے اور تمام دن روزے رکھتا رہے بہتر و برتر ہے۔ ایک اَور حدیث شریف میں اس طرح آیا ہے:۔

عَنْ أَبِي ذَرٍّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ يَا أَبَا ذَرٍّ لَأَنْ تَغْدُوَ فَتَعَلَّمَ اٰيَةً مِّنْ كِتَابِ اللّٰهِ خَيْرٌ لَّكَ مِنْ أَنْ تُصَلِّيَ مِائَةَ رَكْعَةٍ وَلَأَنْ تَغْدُوَ فَتَعَلَّمَ بَابًا مِنَ الْعِلْمِ عُمِلَ بِهٖ أَوْ لَمْ يُعْمَلْ خَيْرٌ لَّكَ مِنْ أَنْ تُصَلِّيَ أَلْفَ رَكْعَةٍ (رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ) یعنی ابن ماجہ میں ابوذر رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ اے ابوذرؓ اگر تُو صبح کو جائے اور کتاب اللہ کی ایک آیت سیکھے۔ یہ تیرے لئے سو رکعت نماز پڑھنے سے بہتر ہے۔ اور اگر تو صبح کو جائے اور علم کا کوئی باب سیکھے جس پر عمل کیا جائے یا نہ کیا جائے یہ تیرے واسطے ہزار رکعت نماز پڑھنے سے بہتر ہے۔ وَلَنِعْمَ مَا قِيلَ ؎

رفتنش روزِ قضا اندر بہشت آسماں بود	شرع چوں سبز است قرآں قطرۂ باراں بود
عزت از قرآں بود تا زندہ باشی اے پسر	چوں بمیری مونست در گور ہم قرآں بود
بود یا بدر روز و شب با خواندن قرآں قرین	تا قرینش مصطفےٰ با جملہ یاراں بود

علم حاصل کرنے سے گناہ معاف ہو جاتے ہیں

علم ایک ایسی نعمتِ عظمیٰ ہے کہ جس کے طلب کے لئے گھر سے باہر نکلنے کے ساتھ ہی تمام گناہ مغفور ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے۔ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ مَا انْتَعَلَ عَبْدٌ قَطُّ وَلَا تَخَفَّفَ وَلَا لَبِسَ ثَوْبًا عَنْ طَلَبِ عِلْمٍ إِلَّا غَفَرَ اللّٰهُ لَهٗ ذُنُوبَهٗ حَيْثُ يَخْطُوْا عُتْبَةَ دَارِهٖ (رَوَاهُ الطَّبْرَانِيُّ فِي الْأَوْسَطِ) یعنی طبرانی نے اوسط میں علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ انسان نے علم کی طلب میں ابھی جوتہ اور موزہ اور

لباس بھی نہیں پہنا مگر گھر کی چوکھٹ سے قدم نکالتے نکالتے خدائے تعالیٰ اُس کے سارے گناہ بخش دیتا ہے ✣

طالب علم کیلئے بہشت آسان

حصول علم کے لئے کہیں جانے سے بہشت کا راستہ آسان ہوجاتا ہے۔ اور پلصراط وغیرہ سے بلا وقت گذر جاتا ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے۔ عَنْ عَائِشَۃَ اَنَّھَا قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِنَّ اللّٰہَ عَزَّوَجَلَّ اَوْحٰی اِلَیَّ اَنَّہٗ مَنْ سَلَكَ مَسْلَكًا فِیْ طَلَبِ الْعِلْمِ سَھَّلْتُ لَہٗ طَرِیْقَ الْجَنَّۃِ وَمَنْ سَلَبْتُ كَرِیْمَتَیْہِ اَثَبْتُہٗ عَلَیْھِمَا الْجَنَّۃَ وَفَضْلٌ فِیْ عِلْمٍ خَیْرٌ مِّنْ فَضْلٍ فِیْ عِبَادَۃٍ وَمِلَاكُ الدِّیْنِ الْوَرَعُ (رَوَاہُ الْبَیْھَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ) یعنی عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا سے مروی ہے۔ کہ اُنہوں نے فرمایا۔ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر وحی بھیجی کہ جو شخص طالب علم کے لئے ایک راہ میں چلا (میں اس کے بدلے میں) اُس پر بہشت کی راہ آسان کردونگا۔ اور جس کی میں نے دونو آنکھیں لے لیں۔ اُن کے بدلے اُس کو بہشت دونگا۔ اور علم کی افزونی عبادت کی افزونی سے بہتر ہے۔ اور دین کی اصل تو پرہیزگاری ہے ✣

یہ بہشت کی بشارت طالب علم اور دیندار عالموں کے حق میں ہے۔ علم دین تفسیر فقہ حدیث ہے اور جو علم کہ تفسیر اور حدیث میں کام آئے جیسے علم صرف نحو۔ فصاحت بلاغت وہ بھی علم میں داخل ہے بشرطیکہ نیت خالص ہو ✣

طالب علم کیلئے فرشتے پر بچھاتے ہیں

فرشتے بھی طالب علم کے لئے اپنے پر بچھا دیتے ہیں۔ جب کہ وہ علم دین کے حصول کے لئے نیک نیتی سے جاتے ہیں۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے۔ عَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَنْ سَلَكَ طَرِیْقًا یَلْتَمِسُ فِیْہِ عِلْمًا سَھَّلَ اللّٰہُ لَہٗ طَرِیْقًا اِلَی الْجَنَّۃِ وَاِنَّ الْمَلٰٓئِكَۃَ لَتَضَعُ اَجْنِحَتَھَا لِطَالِبِ الْعِلْمِ رِضًی بِمَا یَصْنَعُ وَاِنَّ الْعَالِمَ لَیَسْتَغْفِرُ لَہٗ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِی الْاَرْضِ حَتَّی الْحِیْتَانُ فِی الْمَاءِ (رَوَاہُ اَبُوْدَاؤدَ،

یعنی ابوداؤد میں ابودرداء رضی اللہ تعالےٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سُنا کہ جو علم کی طلب میں رستہ چلا۔ اللہ تعالیٰ اُس کے لئے جنت کا راستہ آسان کردے گا اور فرشتے طالب علم کی خوشنودی کے لئے اپنے پر بچھاتے ہیں اور زمین و آسمان کے رہنے والے حتّٰی کہ پانی کی مچھلیاں عالم کے لئے بخشش کی دعا کرتی ہیں ✤

جہاد کا ثواب

عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ مَنْ خَرَجَ فِیْ طَلَبِ الْعِلْمِ فَھُوَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ حَتّٰی یَرْجِعَ (رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَالدَّارِمِیُّ وَمِشْکٰوۃ) یعنی صحیح ترمذی اور دارمی میں انس رضی اللہ صلے اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا جو شخص علم کی طلب میں نکلے۔ پس وہ خدا کی راہ میں ہے یہانتک کہ واپس آئے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ وطن سے علم دین کی طلب میں نکلنا جہاد کرنے کا ثواب رکھتا ہے ✤

طالب علم کی موت پر نبیوں کا درجہ

عَنِ الْحَسَنِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ مَنْ جَاءَہُ الْمَوْتُ وَھُوَ یَطْلُبُ الْعِلْمَ لِیُحْیِیَ بِہِ الْاِسْلَامَ فَبَیْنَہٗ وَبَیْنَ النَّبِیِّیْنَ دَرَجَۃٌ وَّاحِدَۃٌ فِی الْجَنَّۃِ (رَوَاہُ الدَّارِمِیُّ وَالطَّبْرَانِیُّ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ) یعنی حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جس شخص کو موت آئے اور وہ طالب علم ہو تاکہ اُس سے اسلام کو زندہ کرے پس اُس کے درمیان اور نبیوں کے درمیان بہشت میں ایک ہی درجہ ہوگا۔ (روایت کیا اس کو دارمیؒ نے اور طبرانیؒ نے ابن عباسؓ سے)

ستر صدیقوں کا ثواب

جو شخص نیک نیتی سے علم دین سیکھے اور دوسروں کو سکھلائے اُسے ستّر صدیقوں کا ثواب ملے گا۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے۔ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ تَعَلَّمَ بَابًا مِّنَ الْعِلْمِ لِیُعَلِّمَ النَّاسَ اُعْطِیَ ثَوَابَ سَبْعِیْنَ صِدِّیْقًا (رَوَاہُ اَبُوْ مَنْصُوْرٍ الدَّیْلَمِیُّ فِیْ مُسْنَدِ الْفِرْدَوْسِ) یعنی ابو منصور دیلمی مسند الفردوس میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

نے فرمایا جو شخص اس غرض سے علم سیکھے کہ اور لوگوں کو سکھائے اُسے خدائے تعالےٰ ستّر صدیقوں کا ثواب عنائت کرے گا +

علم کے سکھانے میں یہ بھی داخل ہے

علم کے سکھلانے میں سے ایک علم یہ بھی ہے کہ وہ عملیات جو بزرگانِ دین کو صحیح صحیح سینہ بسینہ یا احادیث صحیحہ میں مزدوم ہیں سکھائے تاکہ وہ امراض جسمانی و روحانی سے محفوظ ہو جائے۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے: عَنْ قَبِيْصَةَ بْنِ الْمُخَارِقِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ اَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ قَبِيْصَةُ مَا جَاءَ بِكَ قُلْتُ كَبُرَتْ سِنِّيْ وَرَقَّ عَظْمِيْ فَاَتَيْتُكَ لِتُعَلِّمَنِيْ مَا يَنْفَعُنِي اللّٰهُ تَعَالٰى بِهٖ فَقَالَ يَا قَبِيْصَةُ اِذَا صَلَّيْتَ الصُّبْحَ فَقُلْ ثَلَاثًا سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ وَبِحَمْدِهٖ تُعَافٰى مِنَ الْعَمٰى وَالْجُذَامِ وَالْفَلَجِ يَا قَبِيْصَةُ قُلِ اللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ مِمَّا عِنْدَكَ وَاَفِضْ عَلَيَّ مِنْ فَضْلِكَ وَانْشُرْ عَلَيَّ مِنْ رَّحْمَتِكَ وَاَنْزِلْ عَلَيَّ مِنْ بَرَكَاتِكَ (رَوَاهُ اَحْمَدُ) یعنی ترغیب ترہیب میں قبیصہ بن مخارق رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روائت ہے کہ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا۔ اے قبیصہؓ کس غرض سے آئے ہو میں نے عرض کیا۔ بوڑھا ہو گیا اور ہڈیاں سست پڑ گئیں۔ اس لئے حاضر ہوا ہوں کہ آپ کوئی ایسی چیز تعلیم کریں کہ اللہ تعالیٰ مجھے اس سے فائدہ دے تو آپ نے فرمایا۔ اے قبیصہؓ جب تو کسی پتھر اور درخت اور ڈھیلے کے پاس سے گذرے گا تو وہ تیرے حق میں دعائے مغفرت کرے گا۔ اے قبیصہؓ صبح کی نماز پڑھ کر تین مرتبہ کہہ لیا کر۔ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ وَبِحَمْدِهٖ اندھے پن۔ جذام اور مرض فلج سے امان میں رہے گا اے قبیصہؓ کہہ لیا کر اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ مِمَّا عِنْدَكَ وَاَفِضْ عَلَيَّ مِنْ فَضْلِكَ وَانْشُرْ عَلَيَّ مِنْ رَّحْمَتِكَ وَاَنْزِلْ عَلَيَّ مِنْ بَرَكَاتِكَ یعنی اے اللہ میں وہ چیز مانگتا ہوں جو تیرے پاس ہو اور بہا دے مجھ پر اپنا فضل اور پھیلا دے مجھ پر اپنی رحمت اور نازل کر مجھ پر اپنی برکتیں۔ (روایت کیا اس کو احمد نے) [1]

علم کے سیکھنے اور سکھلانے کی مثال

علم کے سیکھنے اور سکھلانے میں بہت بڑے فائدے

[1] اگر صحیح صحیح عملیات ماثورہ دیکھنے مطلوب ہوں تو دیکھو میری کتاب عملیات و تعویذات مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ جو زیر طبع ہے۔

ہیں۔ احادیث صحیحہ میں اس کو کئی طرح سے سمجھایا گیا ہے۔ چنانچہ ایک حدیث میں اس کے فوائد اس طرح ارشاد فرمائے ہیں۔ عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ مَثَلُ مَا بَعَثَنِیَ اللّٰہُ بِہٖ مِنَ الْھُدٰی وَالْعِلْمِ کَمَثَلِ غَیْثٍ اَصَابَ اَرْضًا فَکَانَتْ مِنْھَا طَائِفَۃٌ طَیِّبَۃٌ قَبِلَتِ الْمَاءَ وَاَنْبَتَتِ الْکَلَاءَ وَالْعُشْبَ الْکَثِیْرَ وَکَانَ مِنْھَا اَجَادِبُ اَمْسَکَتِ الْمَاءَ فَنَفَعَ اللّٰہُ بِھَا النَّاسَ فَشَرِبُوْا مِنْھَا وَسَقَوْا وَزَرَعُوْا وَاَصَابَ طَائِفَۃً اُخْرٰی مِنْھَا اِنَّمَا ھِیَ قِیْعَانٌ لَا تُمْسِکُ مَاءً وَلَا تُنْبِتُ کَلَاءً فَذٰلِکَ مَثَلُ مَنْ فَقُہَ فِیْ دِیْنِ اللّٰہِ تَعَالٰی وَنَفَعَہٗ مَا بَعَثَنِیَ اللّٰہُ بِہٖ فَعَلِمَ وَعَلَّمَ وَمَثَلُ مَنْ لَّمْ یَرْفَعْ بِذٰلِکَ رَاْسًا وَلَمْ یَقْبَلْ ھُدَی اللّٰہِ الَّذِیْ اُرْسِلْتُ بِہٖ (رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ وَالْمُسْلِمُ) یعنی صحیح بخاری و صحیح مسلم میں ابو موسیٰ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میرے ہدایت اور علم لانے کی مثل بارش کی سی ہے کہ ایسی زمین پر ہوئی کہ کچھ حصہ تو اس کا عمدہ ہے۔ اُس نے پانی کو قبول کر لیا۔ اور کثرت سے گھاس اُگائی اور کچھ حصہ اسکا بغیر گھانس کے ہے کہ اُس نے پانی کو روک لیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے اُس سے لوگوں کو فائدہ پہنچایا۔ اور اُس میں سے خود پیا اور پلایا اور کھیتی کی۔ اور کچھ حصہ اس کا چٹیل میدان ہے کہ نہ پانی روک سکتا ہے اور نہ گھاس اُگاتا ہے۔ بس یہی مثل اس کی ہے کہ جس نے دین میں فقاہت حاصل کی اور جو میں لیکر آیا ہوں اُس سے فائدہ اُٹھایا۔ خود علم سیکھا اور وں کو سکھایا۔ اور اُس کی مثل جس نے اس طرف نہ تو توجہ کی اور نہ اس ہدایت کو جو میں خدا کی طرف سے لایا ہوں قبول کی۔

بعض صورتوں میں علم

بعض احادیث میں حصول علم کی اس قدر تاکید آئی ہے کہ جب انسان موت کے کنارہ پر ہو تو اس وقت بھی اس کو علم کے حاصل کرنے کا حکم ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک شخص سے بات چیت کر رہے تھے کہ اتنے میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے وحی بھیجی کہ اس شخص کی عمر سے سوائے ایک ساعت کے اور کچھ باقی نہیں۔ اور وہ وقت عصر کا تھا۔ پس رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم

نے اس حال سے اُس شخص کو خبر دی۔ وہ مضطرب ہوا اور کہا۔ یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم دُلّنی عَلٰی اَوْفَقِ عَمَلٍ لِّیْ فِیْ هٰذِهِ السَّاعَةِ یعنی مجھ کو ایسا عمل بتاؤ جو اس ساعت کے موافق ہو۔ آپ نے فرمایا تو علم میں مشغول ہو۔ پس وہ شخص بموجب فرمانِ رسول تحصیل علم میں مشغول ہوا اور جان بحق ہوا۔ راوی حدیث کہتا ہے کہ اگر اس وقت کوئی شئی علم سے افضل اور بڑھ کر ہوتی تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسے نازک اور تنگ وقت میں اُسکا حکم فرماتے۔ سبحان اللہ علم کی یہ فضیلت اور اس زمانے میں اس قدر جہالت کہ اگر کوئی لڑکا قرآن مجید اور حدیث شریف پڑھتا ہے تو والدین اور قرابت دار اور آشنا سب کے سب اُس کے دشمن ہو جاتے ہیں اور علم دین سے مانع ہو کر فقط رواجی علم کے تحصیل پر جبر کرتے ہیں۔ علاوہ ازیں علماء کی حقارت اور اُن کا افلاس بیان کرتے ہیں۔ اور بہا اُمور میں دُنیا کو دین پر متقدم کرتے ہیں حتی کہ بعض مردود اور دشمنِ اسلام نماز سے بھی مانع ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ایسے بے دینوں اور گمراہوں سے تمام مسلمانوں کو محفوظ و مامون رکھے۔ آمین +

علم کا فائدہ

غرض علم دین خاص خدا کے واسطے سیکھنا خشیت اور خوفِ الٰہی ہے علم کی تلاش و جستجو کرنی عبادت ہے۔ علم کو یاد کرنا تسبیح ہے۔ علم کی بحث کرنا جہاد ہے۔ ناواقف جاہل کو علم سکھنا صدقہ ہے۔ علم وحشت میں انیس۔ غربت میں دوست۔ تنہائی میں باتیں کر کے دل بہلانیوالی خوشی کی حالت میں ایک دلیل تنگی کے وقت میں مددگار۔ دشمنوں پر ہتھیار دوستوں کے نزدیک زینت ہے۔ علم آنکھوں کے لئے مشعل کش اور روشن چراغ ہے۔ علم ہی کی برکت سے آدمی دارین میں بلند مرتبے پاتا ہے۔ علم کا درس دینا قیام لیل کی مثل ہے۔ علم ہی کے سبب صلۂ رحمی کیجاتی ہے۔ اسی کے باعث حلال و حرام پہچانا جاتا ہے۔ علم امام اور عمل اُس کا مقتدی ہے۔ کیا ہی اچھا کسی نے علم کی وصف میں یہ نظم لکھی ہے ؎

توصیفِ علم

دولتِ علم سے بڑھ کر کوئی دولت کیا ہے
گنجِ قاروں ہے کیا اس کی حقیقت کیا ہے

علم بے نقص ہے اور مال کو ہے نقص و زوال — علم پر مال کو ترجیح کی نسبت کیا ہے
صرف ایک علم سے حاصل ہے ہر ایک عزّ و شرف — ورنہ انسان کو حیوان پہ فضیلت کیا ہے
ذوق ایں بادہ ندانی بخدا تا نہ چشی — صاحب علم ہی جانے کہ وہ لذت کیا ہے
علم پر دین کا دُنیا کا ہے سب دار و مدار — گر نہ ہو علم تو جینے کی حلاوت کیا ہے
صاحب علم اگر قابل اعزاز نہ ہوں — نام کس چیز کا عزت یہ عزت کیا ہے
مجھ سے کیونکر ہو بھلا علم کی پوری تعریف — حوصلہ کیا ہے مرا میری لیاقت کیا ہے
قطرہ ہو بحر کا مداح یہ ممکن ہی نہیں — وصف خورشید ہو ذرہ سے یہ طاقت کیا ہے
دین کا علم ہر ایک علم سے ہے افضل تر — اس ضرورت سے فزوں اور ضرورت کیا ہے
دین ہے صورت جاں جسم کی مانند ہم تم — جسم بے جان کی بھلا دہر میں وقعت کیا ہے
دین کا علم پڑھو سُستی و غفلت نہ کرو — مجھ سے مت پوچھو نہ پڑھنے میں قباحت کیا ہے
حشر میں تم کو ہو معلوم قباحت اس کی — کہ سزا اس کی ہے کیا اور مصیبت کیا ہے
رنگ بدلا ہے زمانہ نے عجب ان روزوں — نہیں معلوم کہ اللہ کی حکمت کیا ہے
دہریت ملحدیت پھیل رہی ہے ہر سُو — کہتے ہیں دین ہے کیا اور شریعت کیا ہے
ترک بعضوں نے کیا دین نبی کے احکام — دعوے پھر دین کا افسوس یہ حالت کیا ہے
کوئی کہتا ہے کہ نہیں خوف کی ساری باتیں — حشر کیا چیز ہے اور دوزخ و جنت کیا ہے
نہیں محسوس کریں جس کو حواس خمسہ — اس پہ ایمان رکھیں ہم ہمیں حاجت کیا ہے
تابع عقل ہو شرع عقل نہیں تابع شرع — عقل جب ہم کو ہے پھر مذہب و ملت کیا ہے
غرض ایسے ہی بہت سے ہیں عقاید ان کے — غور سے دیکھئے ان لوگوں کی جرأت کیا ہے
دینداری نہ ہو جس قوم میں وہ قوم نہیں — قوم کا جوش عبث قومی محبت کیا ہے

علماء کا کسب دُنیا کے نہ کرنے کا باعث

یہ بات تجربہ سے ثابت ہوتی ہے کہ کسی شے میں پورا کمال بدون کمال اشتغال کے حاصل نہیں ہوتا۔ اور کمال اشتغال بدون

قطع تعلقات وحصول یکسوئی کے میسّر نہیں ہوتا۔ سو علم دینیہ میں تبحر اور اس کی پورے طور سے خدمت کرنی دوسرے اشغال کے ساتھ عادۃً محال ہے۔ پس بے وقوفوں کا یہ اعتراض کہ یہ لوگ اور کسی کام کے نہیں ہیں کس قدر کم فہمی اور بے عقلی کی دلیل ہے +

غرض جن دیندار علماء نے بالکل دنیا کے سر پر لات ماری اور اللہ جل شانہٗ کی اطاعت اور سامانِ آخرت مہیا کرنے میں مصروف ہوگئے ہیں اُن پر نکتہ چینی کرنا اور اُن کو رہبان بتانا بھی شیوہ دینداری نہیں ہے۔ کیا نہیں دیکھتے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب صفہ رضٰ کس طرح دُنیا چھوڑے پڑے تھے اور صرف آخرت کی بہتری میں ساعی تھے۔ اگر یہ امر بُرا ہوتا تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اُن کو ضرور ہی اس سے روکتے +

جو فضائل تعلّم وتعلیم کے احادیث شریف میں وارد ہیں وہ سب علوم دینیہ کے ساتھ خاص ہیں یا جو علوم اُن علوم کے خادم ہیں اور جو فنون علوم دینیہ میں کچھ دخل نہیں رکھتے یا دخل رکھتے ہوں مگر کبھی اُن کو خدمت علم دین کا ذریعہ نہ بنایا جائے۔ تمام عمر اُن ہی خرابات میں پھنسے رہے۔ اُس کو ان فضائل سے کچھ تعلق نہیں +

طالب علم کی مالی۔ بدنی۔ جانی امداد کرنا بہت بڑا ثواب کا کام ہے۔ چنانچہ کفایۃ الشعبی میں ہے۔ عَنْ مَالِكِ بْنِ دِيْنَارٍ اَنَّهٗ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ مَنْ اَعَانَ طَالِبَ الْعِلْمِ اَعْطَاهُ اللّٰهُ كِتَابَهٗ بِيَمِيْنِهٖ وَمَنْ اَحَبَّ طَالِبَ الْعِلْمِ فَقَدْ اَحَبَّ جَمِيْعَ الْاَنْبِيَاءِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ وَمَنْ اَحَبَّ الْاَنْبِيَاءَ دَخَلَ الْجَنَّةَ مَعَهُمْ وَ اَيْضًا قَالَ مَالِكٌ وَمَنْ صَافَحَهٗ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ جَسَدَهٗ عَلَى النَّارِ وَمَنْ اَعَانَهٗ عَلٰى شَيْءٍ كُتِبَ لَهٗ بَرَاءَةٌ مِّنَ النَّارِ۔ یعنی مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ جو شخص طالب علم کی مدد کرے گا۔ اللہ تعالےٰ قیامت کے دن اُس کا نامۂ اعمال داہنے ہاتھ میں دیگا۔ اور جس شخص نے محبت کی طالب علم سے اُس نے محبت رکھی تمام انبیاء علیہم السلام سے۔ اور جس نے محبت رکھی انبیاءؑ سے وہ داخل ہوگا بہشت میں اُن کے

ساتھ۔ اور جس نے مصافحہ کیا طالب علم سے حرام کردے گا اللہ تعالیٰ اُس کا جسم نارِ جہنم پر۔ اور جو شخص مدد کرے گا طالب علم کی کسی چیز سے اُس کے واسطے نجات ہو نارِ جہنم سے ۔

منقول ہے کہ شہر ترمذ میں اخطی نام ایک امیر تھا کہ اس کا ظلم شہرۂ آفاق تھا۔ ہمیشہ مخلوق کو اذیت و آزار دیا کرتا تھا۔ قضارا وہ اسی حالت میں مرگیا۔ خواجہ محمد علی حکیم ترمذیؒ نے اُس کو خواب میں دیکھا کہ باغ بہشت میں سیر کر رہا ہے۔ آپ نہایت متعجب ہوئے کہ ایسے شخص کو بہشت میں جانا گویا ابلیس کو بہشت کا نصیب ہونا ہے۔ پوچھا کہ اے اخطی تجھ کو باوجود اس ظلم و ستم کے کیونکر رہائی ہوئی اور یہ مقام عالی تجھ کو کیونکر ملا۔ کہنے لگا کہ عالی جاہا کیا بیان کروں۔ مرنے کے وقت میں نہایت مضطر اور ناامید تھا کہ میرے پاس فسق و فجور اور ظلم و ستم کے سوا کوئی نیک عمل نہیں ہے۔ دیکھئے کیا گذرتی ہے۔ جب گور میں دفن ہوا۔ تو اُس عذاب کا حال کچھ نہ پوچھو کہ کیسا تھا۔ بعد ایک ساعت کے ایک آواز آئی کہ اس کو اس عذاب سے نجات دو۔ میں نے بدرگاہ رب العالمین عرض کی کہ خداوندا میرا تو کوئی عمل ایسا نہ تھا کہ مغفرت کا باعث ہوتا۔ حکم ہوا کہ ایک رات بازار کی طرف مکتب پر گذرا۔ وہاں ایک طالب علم اپنا سبق بھول گیا تھا اور چراغ میں تیل نہ تھا۔ اس سبب سے وہ نہایت مغموم بیٹھا تھا تیری مشعل کی روشنی سے اُس نے کتاب دیکھ کر اپنا سبق یاد کرلیا تھا اور اُس کا دل خوش ہوا۔ اور اُس نے تمہارے لئے روشنی ایمان اور مغفرت کی دعا کی فوراً وہ دُعا مقبول ہوئی۔ اور یہ امر تیری مغفرت کا باعث ہوا۔ پس غور کرنا چاہئے کہ علماؤ فضلاء اور طلبا کی خدمت اور صحبت کا کیسا بڑا فائدہ اور بہتر نتیجہ ہوگا۔ (نزہتہ المجالس) ۔

زمانۂ سابق میں طالب علم نہایت جانفشانی سے تحصیل علم کرتے تھے۔ ایسا نہیں تھا کہ جس طرح آج کوئی طالب علم مدرسہ میں آتا ہے تو کہتا ہے کہ پہلے میرا وظیفہ مُقرر ہو۔ تب پڑھونگا اُس وقت اس بات کی کوئی پروا نہ کرتے تھے بلکہ جس طرح ہوسکے تحصیل علم کرتے تھے۔ چنانچہ حافظ الحدیث

حجاج بغدادی رحمۃ اللہ علیہ امام شبابہؓ کے یہاں تحصیل علم کے لئے جانے لگے۔ تو اُن کی حالت یہ تھی کہ ماں مہربان نے ان کو سو کلچے پکا دئے تھے اور سالن تو ہونہار فرزند نے خود تجویز کر لیا تھا۔ اس قدر کہ آج تک صدہا برس گذرنے کے بعد بھی ویسا ہی تر و تازہ موجود ہے۔ وہ کیا چیز تھی - دجلہ کا خداداد پانی۔ حجاج ہر روز ایک روٹی دجلہ کے پانی میں بھگو کر کھا لیا کرتے۔ اور استاد سے سبق پڑہا کرتے جس روز وہ روٹیاں ختم ہوگئیں اُن کو استاد کا فیض بخش دروازہ چھوڑنا پڑا +

شیخ الاسلام بقی بن مخلد رحمۃ اللہ علیہ اس سے بھی زیادہ مؤثر حکایت بیان فرماتے ہیں وہ یہ کہ میں ایک شخص کو جانتا ہوں جس پر ایام طالب علمی میں ایسا سخت زمانہ گذرا تھا کہ ناداری کی وجہ سے چقندر کے پتے کھا کر بسر کرتا تھا +

پتے کھانا تعجب کی بات نہیں ہے۔ بھوک تو وہ بلا ہے کہ لخت جگر بچوں کے کباب بھی مادر پدر مہربان کو کھلا کر چھوڑتی ہے۔ قابل تحسین و ہزار آفرین یہ بات ہے کہ جس افلاس نے اُن کو چقندر کے پتے کھانے پر مجبور کیا تھا۔ اس میں اتنی قوت نہ تھی کہ علمی شوق پر غالب آتا اور اس طالب علم کی ہمت کو توڑ دیتا۔ یاد ش بخیر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو ایام طالب علمی کے ایک سفر میں تہی دستی نے ایسا ستایا کہ تین دن برابر انہوں نے جنگل کی بوٹیاں کھائیں +

بازار نبوی میں طلبا اصحاب صفہ

آج کل تو حصول علم کے لئے کوئی دقت اور تکلیف اور مانع نہیں ہے۔ مگر زمانۂ سلف میں بڑی بھاری دقت تھی۔ چنانچہ صحیح روایت میں مرقوم ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت و عشق اور دین محمدی کی فریفتگی نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالےٰ عنہم کو اپنے وطن و برادری سے چھڑا دیا تھا اور وہ مکہ معظمہ کو چھوڑ کر مدینہ منورہ میں آپ کی خدمت میں حاضر رہنے اور علم دین کے سیکھنے کے لئے آگئے تھے۔ ایسے صحابہ کرام کو مہاجرین کے لقب سے یاد کیا جاتا تھا اور جو مدینہ منورہ والے صحابہ کرامؓ تھے وہ انصار یعنی ان کے مددگار کہلاتے تھے۔ بعض مہاجرینؓ تو اپنے معاش کے لئے تجارت و حرفت وغیرہ کام کرتے تھے۔ لیکن بعض صحابہؓ محض طالب علم تھے جو علم دین کے حاصل کرنے کے لئے مسجد نبوی صلے اللہ علیہ

وآلہ وسلم میں مقیم رہتے تھے۔ اُن کا کام صرف علم دین کا سیکھنا تھا اور محض طالبعلمانہ گذران کرتے تھے۔ انصار صحابہ اکثر اُن کی خبر گیری کرتے تھے۔ صدقہ و خیرات کا مال اُن کے کام آتا تھا۔ لیکن بسا اوقات ایسا ہوتا تھا کہ فقر فاقہ کی نوبت بھی آتی تھی۔ مگر اللہ رے ہمت اور واہ رے دیانت کہ کسی سے سوال کرنے کو بالکل معیوب سمجھتے تھے۔ اور خالی بطن رہنا سُوال سے پیٹ بھرنے سے بہتر جانتے تھے۔ یہاں پر یہ بھی جتلانا ضرور ہے کہ جن لوگوں نے بھیک مانگنے کا پیشہ اختیار کر رکھا ہے۔ اُن کی نسبت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ قیامت کے دن بھیک مانگنے والے ایسی حالت میں آئیں گے کہ اُن کے چہرہ پر گوشت نہ ہوگا یعنی اُن کے چہرہ سے نہایت ذلت نمایاں ہوگی۔ اس لئے صحابہ کرام رضی اللہ تعالےٰ عنہم حتی الامکان سُوال سے بچتے تھے۔[1]

حضرات۔ حاملانِ شریعت یہی طلبا ہی ہیں۔ تبلیغ شرائع جن کے لئے انبیاء علیہم السلام مبعوث ہوئے۔ انہی کے ذریعے ہوا کرتی ہے۔ پس ان پر خرچ کرنے والے کتنے بڑے ثواب کے مستحق ہیں۔ چنانچہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ جلد اوّل مکتوب ۴۸ میں تحریر فرماتے ہیں:-

مرحمت نامہ گرامی کہ فقرا را بآں نواختہ بودند بمطالعۂ آں مشرف گشت۔ در کتاب مولانا محمد قلیج موفق مرقوم فرمودہ بودند۔ جزوے خرچے برائے طالبعلماں و صوفیاں فرستادہ شد۔ ذکر تقدیم طالبعلماں بر صوفیاں در نظر ہمت بسیار زیبا آمد۔ بحکم اَلظَّاهِرُ عُنْوَانُ الْبَاطِنِ امید ہست کہ در باطن شریف نیز ایں جماعت کرام تقدیم پیدا کردہ باشند کُلُّ اِنَاءٍ يَّتَرَشَّحُ بِمَا فِيْهِ۔ و در تقدیم طالبعلماں ترویج شریعت است۔ حاملان شریعت ایشانند و ملت مصطفویہ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهِ الصَّلٰوةُ وَالتَّسْلِيْمَاتُ بایشاں برپا است۔ فردائے قیامت از شریعت خواہند پرسید۔ از تصوف نخواہند پرسید۔ دخول جنت و تجنب از نار وابستہ باتیان شریعت است۔ اَنْبِيَاء صَلَوَاتُ اللّٰهِ تَعَالٰى وَتَسْلِيْمَاتُ عَلَيْهِم کہ بہترین کائنات اند بشرائع دعوت کردہ اند و مدار نجات بر آں ماندہ و مقصود از بعثت ایں اکابر تبلیغ شرائع است۔ پس بزرگ ترین خیرات سعی در ترویج شریعت است۔ و احیائے

[1] اس مضمون کو کسی اگلے حصے میں بڑی شرح و بسط کے ساتھ لکھا گیا ہے۔ (مصنف رح)

ست حکمے از احکام آں علے الخصوص درزمانیکہ شعائر اسلام منہدم شدہ باشند کرور ہا درراہ خدائے عز وجل وعلا خرچ کردن برابر آں نیست کہ مسئلہ از مسائل شرعیہ را رواج دادن۔ چہ دریں فعل اقتدا بانبیاء است کہ بزرگترین مخلوقات اند عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالتَّسْلِیْمَاتُ ومشارکت است باں اکابر ومقرر است کہ کامل ترین حسنات بایشاں مسلم فرمودہ اند۔ وخرچ کردن کرور ہا غیر ازیں اکابر را نیز میسر است۔ وایضاً دراتیان شریعت مخالفت تمام است بانفس کہ شریعت برخلاف نفس وارد شدہ است۔ ودرانفاق اموال گاہ است کہ نفس موافقت کند۔ بلے انفاق اموال راکہ برائے تائید شریعت باشد وترویج ملت درجہ علیا است۔ وانفاق جیتلے بایں نیت خرچ کردن برابر خرچ لکھا است۔ ودرغیر ایں نیت اینجا کسے سؤال نکند کہ طالب العلم گرفتار از صوفی وارستہ چوں مقدم باشد جواب گویم کہ او ہنوز حقیقت سخن را درنیافتہ است۔ طالب علم باوجود گرفتاری سبب نجات خلائق است۔ چہ تبلیغ احکام شرعی از و متیسر است۔ اگرچہ خود باں منتفع نشود۔ وصوفی باوجود وارستگی نفس خود در اخلاص ساختہ است بخلائق کارے ندارد۔ شخصے کہ باو کثرت نجات وابستہ باشد مقرر است کہ بہتر باشد۔ ازآں شخصے کہ بہ نجات خود درماندہ باشد۔ آرے صوفی راکہ بعد از فنا وبقا و سیر عَنِ اللہِ وَبِاللہِ بعالم گردانیدہ باشند وبدعوت خلق فرود آوردہ از مقام نبوت نصیبے ارد داخل مبلغان شریعت است حکم علمائے شریف دارد۔ وَذٰلِکَ فَضْلُ اللہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ وَاللہُ ذُوالْفَضْلِ الْعَظِیْمِ۔ یعنی عنائت نامہ گرامی کہ جس سے آپ نے اس فقیر کو سرفراز فرمایا تھا اس کے مطالعہ سے مشرف ہوا۔ آپ نے مولانا محمد قلیچ موفق کے خط میں تحریر فرمایا تھا کہ کچھ خرچ طالبعلموں اور صوفیوں کے لئے بھیجا گیا۔ صوفیوں سے پہلے طالبعلموں کا ذکر کرنا نظر ہمت میں بہت عمدہ معلوم ہؤا۔ اس قول کے بموجب کہ ظاہر باطن کا عنوان ہوتا ہے۔ امید ہے کہ آپ کے باطن شریف میں بھی اس بزرگ جماعت (طلبہ) نے تقدیم پیدا کرلی ہوگی۔ کوزہ سے وہی ٹپکتا ہے جو اس میں ہے اور طالبعلموں کے مقدم رکھنے میں شریعت کو رواج دینا ہے۔ شریعت کے حامل یہی ہیں اور ملت مصطفوی علیہ علے آلہ الصلوۃ والتسلیمات انہی سے قائم ہے۔ کل قیامت کو شریعت کی بابت سؤال کریں گے

اور تصوف کی بابت سوال نہ کریں گے بہشت میں داخل ہونا اور دوزخ سے بچنا شریعت کی پیروی پر موقوف ہے۔ انبیاء علیہم السلام نے جو موجودات میں سے سب سے بزرگ ہیں شریعت کی دعوت کی ہے۔ اور نجات کا دار و مدار اسی پر رہا ہے۔ ان بزرگواروں کی رسالت سے مقصود شریعتوں کی تبلیغ ہے پس سب سے بڑی نیکی شریعت کے رواج دینے اور اس کے احکام میں سے کسی حکم کے زندہ کرنے میں کوشش کرنا ہے۔ خصوصاً ایسے زمانہ میں جب کہ شعائر اسلام منہدم ہو گئے ہوں خدا عزوجل وعلا کی راہ میں کروڑوں خرچ کرنا اسکے برابر نہیں۔ کہ مسائل شرعیہ میں سے کسی مسئلے کو رواج دیا جائے۔ کیونکہ اس فعل میں انبیاء علیہم السلام کی پیروی ہے جو مخلوقات میں سے سب سے بزرگ ہیں۔ اور ان بزرگواروں کے ساتھ مشارکت ہے۔ اور ثابت ہے کہ سب سے کامل نیکی انہیں عطا کی گئی ہے۔ اور کروڑوں کا خرچ کرنا تو ان بزرگواروں کے سوا اوروں کو بھی حاصل ہے علاوہ ازیں شریعت کی پیروی میں نفس کے ساتھ پوری پوری مخالفت ہے۔ شریعت نفس کے برخلاف وارد ہوئی ہے۔ اور مالوں کے خرچ کرنے میں کبھی نفس موافقت بھی کرتا ہے ہاں مالوں کا خرچ کرنا جو شریعت کی تائید اور ملت کے رواج دینے کے لئے ہو۔ بڑا درجہ رکھتا ہے۔ اور اس نیت سے ایک جیتل (ایک پیسے کا پچیسواں حصہ) خرچ کرنا کسی اور نیت سے لاکھوں خرچ کرنے کے برابر ہے۔ یہاں کوئی یہ سوال نہ کرے کہ گرفتار طالب آزاد صوفی سے کیونکر مقدم ہوگا۔ میں یہ جواب دیتا ہوں کہ ابھی سائل اس بات کی حقیقت کو نہیں پہنچا ہے۔ طالب علم باوجود گرفتاری کے لوگوں کی نجات کا سبب ہے کیونکہ احکام شرعی کی تبلیغ اس سے ہو سکتی ہے۔ اگرچہ وہ خود اس سے فائدہ نہ اٹھائے۔ اور صوفی نے باوجود آزادی کے اپنے نفس کو بچایا ہوا ہے۔ وہ لوگوں سے کوئی تعلق نہیں رکھتا۔ جس شخص پر بہت لوگوں کی نجات موقوف ہو۔ ثابت ہے کہ وہ اس شخص سے بہتر ہوگا۔ جو اپنی ہی نجات میں پھنسا ہوا ہو۔ ہاں وہ صوفی جس کو فنا بقا اور سیر عن اللہ و باللہ سے عالم کی طرف لے آئے ہوں۔ اور خلقت کی دعوت کے لئے اس مقام سے نیچے لائے ہوں۔ وہ مرتبہ نبوت سے ایک حصہ رکھتا ہے اور شریعت کی تبلیغ کرنے والوں میں داخل

ہے اور علمائے شریف کا حکم رکھتا ہے۔ یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے دیتا ہے۔ اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

طریقت بے شریعت نہیں

یہ ایک بڑی بھاری غلط فہمی پھیلی ہوئی ہے کہ لوگ طریقت کو شریعت سے علیحدہ سمجھتے ہیں۔ اور نیز یہ کہ طریقت کے لئے شریعت کی ضرورت نہیں ہے۔ حالانکہ تمام صوفیائے کرام رحمۃ اللہ علیہ کی کتابوں میں طریقت کا دارومدار ہی شریعت پر رکھا ہوا ہے۔ چنانچہ حضرت مخدوم صاحب رحمۃ اللہ علیہ مکتوبات صدی صفحہ ۵۵ جلد دوم میں تحریر فرماتے ہیں:۔ علم مجاہدات و ریاضات را چوں طہارت است مر نماز را سو ہیچ معاملتے و ریاضتے بے علم نبود چنانکہ ہیچ نمازے بے طہارت نبود۔ وازینجا است کہ گفت ؎

علم نرآمد و عمل مادہ	دین و دنیا بدو شد آمادہ
کار بے علم بار ہی ندہد	تخم بے مغز ہم ثمر ندہد

واگر کسے ہمہ عمر بے علم مجاہدہ و ریاضت کند ہر گونہ کہ ہست گو باش چناں بود کہ مردے سالہا بے وضو نماز کند یا بے ایمان قرآن بخواند یعنی علم ریاضتوں اور مجاہدوں کے لئے ایسا ہی ضروری ہے جیسا کہ نماز کے لئے وضو۔ کوئی معاملہ اور ریاضت علم کے بغیر نہیں ہوتا جس طرح کوئی نماز بے وضو نہیں ہوتی چنانچہ کسی بزرگ نے ان شعروں میں کہا ہے۔ کہ علم نر ہے اور عمل مادہ۔ دین اور دنیا کے کام دونوں کے ملنے سے ہوتے ہیں۔ علم کے بغیر کوئی کام پھول پھل نہیں دیتا۔ اور جس تخم میں مغز نہ ہو وہ بھی نہیں اُگتا۔ اور اگر کوئی تمام عمر علم کے بغیر مجاہدہ اور ریاضت کرے۔ خواہ کسی قسم کی ریاضت ہو ضائع ہے۔ اس کی ایسی مثال ہوگی جیسے کوئی آدمی برسوں بے وضو نماز پڑھے یا بے ایمان قرآن مجید کی تلاوت کرے۔

مکتوب نمبر ۲۳ میں مرقوم ہے کہ خداوند تعالیٰ را ہیچ ولی جاہل نبودہ است و نباشد۔ مَا اتَّخَذَ اللّٰہُ وَلِیًّا جَاھِلًا گفتہ مشائخ ہست یعنی اللہ تعالیٰ کا کوئی ولی جاہل نہیں ہوا ہے نہ ہوگا۔ یہی مشائخ کا مقولہ ہے۔

مکتوب نمبر ۲۷ میں مرقوم ہے کہ اگر مردے خدائے را سبحانہ وتعالیٰ عبادت ملائکہ ہفت آسمان وزمین بکند بے علم از جملہ زیان کاران بود۔ یعنی اگر کوئی آدمی اللہ تعالےٰ کی عبادت ساتوں آسمانوں اور زمینوں کے فرشتوں جیسی کرے۔ علم کے بغیر وہ شخص گھاٹے اور ٹوٹے والوں میں سے ہوگا۔

مکتوب نمبر ۱۰ میں مرقوم ہے۔ اے برادر کامل کسے را گویند کہ او را چہار چیز بود۔ شریعت تمام وطریقت تمام۔ وحقیقت تمام۔ ومعرفت تمام۔ ہر کرا این چہار چیز بود او مقتدا بود پیر بود شیخ بود این چنیں کسے پیری را شاید وہر چہ جز اینست ہمہ ضلالت وجہالت است چنانچہ امروز شدہ است والسلام۔ یعنی اے بھائی کامل اُسی کہتے ہیں جسمیں چار چیزیں ہوں۔ کامل شریعت۔ کامل طریقت کامل حقیقت۔ کامل معرفت جسمیں یہ چاروں باتیں ہونگی۔ وہی مقتدا ہوگا۔ وہی پیر ہوگا۔ وہی شیخ ہوگا۔ وہی کامل ہوگا۔ اور ایسا ہی شخص پیری کے لائق ہے اور جو اس کے سوا ہے سب گمراہی اور جہالت ہے۔ جیسا کہ آج کل ہو رہا ہے والسلام۔

مکتوب نمبر ۵۹ جلد ثانی میں ہے کہ در ہمہ احوال اقتدا بشریعت دارند واخلاق خویش را بر محک سنت امتحان کنند وہر کہ در شریعت محقق نباشند او را از طریقت ہیچ فائدہ نبود یعنی ہر حال میں شریعت کی پیروی رکھیں اور اپنے اخلاق کو سنت کی کسوٹی پر پرکھیں اور جو کوئی شریعت میں محقق نہوگا اسے طریقت سے کچھ فائدہ نہوگا۔

مذکورہ بالا عبارتوں سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ شیخ کو علم شریعت میں بہت بڑا عالم صاحب تحقیقات ہونا چاہیئے۔ معمولی عربی فارسی کی عبارت پڑھ لینا نظم ونثر شعر وسخن کہنا کافی نہیں ہے۔

دیکھئے تمام اولیاء اللہ مثلاً حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبند رح۔ خواجہ عبدالخالق غجدوانی رح۔ خواجہ معین الدین چشتی رح۔ علی ہجویری گنج بخش رح۔ مولوی مستان علی[1] رح۔ شیخ علاؤالدین عطار رح۔ خواجہ محمد پارسا رح۔ خواجہ عبید اللہ احرار رح۔ مولانا عبدالرحمٰن جامی رح۔ مجدد الف ثانی سرہندی رحمۃ اللہ

[1] راقم الحروف کے والد صاحب ہیں۔ مصنف رح

مولانا جلال الدین رومیؒ وغیرہ جامع علوم وفنون ظاہر وباطن گزرے ہیں یہ سب بزرگ اپنی اپنی تالیفات میں جہال مشائخ کی نہائت مذمت فرماتے ہیں اور درویشی اور فقر کے لئے علم ظاہر اور اتباع شریعت کی قید لگاتے ہیں +

مکتوبات میں مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ لوگ یعنی علماء وطلبا حاملان شریعت ہیں۔ دین اسلام انہیں کے طفیل قائم ہے۔ کل قیامت کے دن شریعت ہی کا سوال ہوگا تصوف نہ پوچھا جائے گا۔ جنت میں داخل ہونا اور دوزخ سے نجات پانا شریعت پر عمل کرنے سے ہے انبیاء علیہم السلام جو تمام جہان کے سردار ہیں۔ انہوں نے شریعت کی دعوت کی ہے اور نجات کا دارومدار اسی پر رکھا ہے۔ اور انبیاء علیہم السلام کے مبعوث ہونے کی غرض تبلیغ شریعت ہی ہے۔ پس سب نیکیوں سے بڑھ کر نیکی یہ ہے کہ شریعت کو رواج دے اور جو مال شریعت کی تائید میں خرچ ہو اس کا بہت بڑا درجہ ہے +

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس راہ تصوف میں وہ شخص چاہئے جو کلام اللہ شریف کو اپنے دائیں ہاتھ میں اور حدیث رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بائیں ہاتھ پر رکھے اور دونوں شمعوں کی روشنائی میں سلوک کرے تاکہ شک وشبہ کے گڑھے اور بدعت کے اندھیرے میں نہ گرے +

غرض تمام صوفیائے کرام رحمۃ اللہ علیہ کی کتابیں اور مکتوبات اور ملفوظات میں صاف صاف پایا جاتا ہے کہ طریقت اور تصوف کے لئے علم شریعت شرط ہے +

شریعت طریقت حقیقت معرفت کا بیان

سوال۔ یہ معلوم ہے کہ شریعت احکام ظاہری کو کہتے ہیں اور شارع کی جانب سے اُسی کے بارہ میں حکم ہے تو طریقت حقیقت اور معرفت کا ذکر جو کتب تصوف میں ہے وہ سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا چیز ہے ؟

جواب۔ لفظ شریعت کے دو معنی ہیں۔ عام اور خاص۔ معنی اول سے مراد یہ ہے کہ شریعت وہ ہے جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اُمور دین میں ثابت ہوا ہے یعنی

اعتقاد۔ عمل۔ خلق۔ حال۔ نیت۔ رخصت۔ عزیمت۔ امر و نہی۔ ان امور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے جو کچھ ثابت ہوا ہے وہی شریعت ہے +

معنی دوم سے مراد وہ احکام ہیں جو عمل جوارح کے متعلق ہوں اور وہ یہ ہے۔ عبادت مالی و بدنی۔ معاملات مالی و بدنی۔ اور ان امور کا بیان کتب فقہ میں ہوتا ہے۔ اور اسی کو مقابل طریقت اور اس کے ہم جنسوں کا کہتے ہیں +

جن امور کا تعلق اخلاق اور نیت اور آداب عبادت سے بطریق عزیمت کے ہو وہ طریقت ہے +

جن امور کو تعلق اخلاص اور عین الیقین اور تحصیل مشاہدہ اور استغراق سے ہو وہ حقیقت ہے +

جن امور کو تعلق مکاشفہ اسرار اعتقادات سے ہو یعنی کیفیت توحید و معیت و قرب و اسرار محبت و ولا و مراتب ولائت و مراتب اولیا اور مثل اس کے اور جو امور ہیں ان سے جن امور کو تعلق ہوا سے معرفت کہتے ہیں +

یہ سب شریعت کے معنی اول میں داخل ہیں۔ البتہ ہر فن کے کاملین نے اس فن کے مسائل غیر منصوص کا استنباط کیا ہے اور اسے مسائل منصوص کے ساتھ جمع کیا ہے اور شرح و بسط کے ساتھ اسے مدون کیا ہے اور اسے علم جداگانہ قرار دیا ہے اور اس علم کا یہ نام یعنی طریقت وغیرہ رکھا ہے۔ (فتاوی عزیزی) +

غیر خدا کے لئے علم سیکھنا عذاب کا باعث ہے

اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے سوا اور کسی غرض کے لئے علم سیکھنا باعث عذاب اخروی ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے:۔ عَنْ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ طَلَبَ الْعِلْمَ لِيُجَارِيَ بِهِ الْعُلَمَاءَ اَوْ لِيُمَارِيَ بِهِ السُّفَهَاءَ وَيَصْرِفَ بِهٖ وُجُوْهَ النَّاسِ اِلَيْهِ اَدْخَلَهُ اللهُ النَّارَ (رواه الترمذی) یعنی صحیح ترمذی میں کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص اس نیت سے علم سیکھے کہ علماء پر فخر اور نادانوں سے جھگڑا کرے اور لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرے تو اللہ تعالیٰ اسے دوزخ میں جھونکے گا +

بعض ایسے امراض باطن ہیں کہ جن کے باعث عالموں کے دل سے نور اور برکت نکل جاتی ہے چنانچہ حدیث شریف میں ہے:۔ عَنْ سُفْیَانَ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ لِکَعْبٍ مَّنْ اَرْبَابُ الْعِلْمِ قَالَ الَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ بِمَا یَعْلَمُوْنَ قَالَ فَمَا اَخْرَجَ الْعِلْمَ مِنْ قُلُوْبِ الْعُلَمَآءِ قَالَ الطَّمَعُ (رَوَاهُ الدَّارِمِیُّ) یعنی دارمی میں سفیان رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے کعب رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے پوچھا کہ اہل علم کون ہے۔ یعنی کس کو مولوی اور عالم کہئے۔ جواب دیا کہ ان کو عالم کہئے جو اپنے علم کے مطابق عمل کرتے ہیں۔ پھر عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے پوچھا کہ وہ کونسی چیز ہے جو عالموں کے دل سے علم کی برکت اور نور کو نکالتی ہے۔ انہوں نے کہا کہ طمع یعنی جس عالم نے دنیا کی دولت اور آرام اور جاہ و حشمت پر نگاہ کی اور اسکی تلاش میں لگا۔ اس نے اپنا بھرم کھو دیا اور لوگوں کی نظروں میں ذلیل و خوار ہوا +

علماء کو امرا کی صحبت سے نقصان

جو علماء امیروں اور دولتمندوں کے پاس شب و روز بیٹھے رہتے ہیں وہ دین میں سُست ہو کر گناہوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں چنانچہ حدیث شریف میں ہے۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اِنَّ اُنَاسًا مِّنْ اُمَّتِیْ یَتَفَقَّهُوْنَ فِی الدِّیْنِ وَیَقْرَءُوْنَ الْقُرْاٰنَ یَقُوْلُوْنَ نَاْتِی الْاُمَرَآءَ فَنُصِیْبُ مِنْ دُنْیَاهُمْ وَنَعْتَزِلُهُمْ بِدِیْنِنَا وَلَا یَکُوْنُ ذٰلِكَ کَمَا لَا یُجْتَنٰی مِنَ الْقَتَادِ اِلَّا الشَّوْكُ کَذٰلِكَ لَا یُجْتَنٰی مِنْ قُرْبِهِمْ اِلَّا قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ کَاَنَّهٗ یَعْنِی الْخَطَایَا (رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ) یعنی ابن ماجہ وغیرہ میں ابن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تحقیق تمہں لوگ میری اُمّت میں سے دین میں فقیہ ہونگے اور قرآن مجید پڑھیں گے۔ کہیں گے کہ ہم امیروں کے پاس اس غرض کیلئے جاتے ہیں کہ ہم ان کی دُنیا سے کچھ لیں گے اور اُن سے اپنے دین کو الگ

رکھیں گے۔ اور دونو کا جمع ہونا کہ دین میں بھی لائق ہو اور امیروں سے بھی صحبت رکھے۔ ایسا نہیں ہو سکتا جیسا کانٹے دار درخت سے سوائے کانٹے کے کچھ نہیں پیدا ہوتا۔ اسی طرح امیروں کی نزدیکی سے کچھ حاصل نہیں ہوتا مگر نقصان اور زیان۔ اور محمد بن صباح رحمۃ اللہ علیہ نے جو بخاریؒ مسلمؒ ابوداؤدؒ اور احمدؒ کے استاد ہیں فرماتے ہیں کہ اُمرا کے قرب سے سوائے گناہ اور زیان کے کچھ حاصل نہیں ہوتا اور وہ حیطۂ بیان سے باہر ہے +

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دیندار علماء کو اُمراء کی صحبت سے سوائے نقصانِ دین اور گناہ کے کچھ فائدہ نہیں ہے۔ لہٰذا علماء کو ان کی صحبت سے بچنا چاہئے +

یہ تو مسلمان اُمرا کا حال ہے۔ افسوس ہے۔ اُن علماء پر جو اس زمانہ میں عالم کہلا کر کفاروں سے صحبت اور میل کی آرزو رکھتے ہیں اور ان کی تعریف و اوصاف میں رطب اللسان ہیں اور ان کی صحبت کو باعثِ فخر سمجھتے ہیں۔ اور بیجا اور ناجائز خوشامد کر کے اپنے ایمان کو ضائع کرتے ہیں۔ یہ محض دنیاوی عزت اور جاہ و حشمت کے لئے ایسا کیا جاتا ہے +

اللہ تبارک و تعالےٰ تمام علماء کو رشد و ہدایت بخشے تاکہ وہ ظاہر و باطن میں عین رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نقشِ قدم پر چل کر باعثِ ترقیٔ اسلام ہوں۔ اور عوام الناس انکو دیکھ کر اپنے عقائد کو درست کریں +

اللہ تبارک و تعالےٰ سورۂ فاطر میں فرماتا ہے۔ اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمٰٓؤُا۔ یعنی اسی طرح بس اللہ تعالیٰ سے اُس کے بندوں میں عالم ہی ڈرتے ہیں۔ پس جو لوگ حقیقت میں عالم ہیں وہ اللہ تعالےٰ کی حکمت اور عظمت کی شان اور اس کی رضامندی کے احکام اور فرمان سے ڈرتے ہیں نفس اور شیطان کی پیروی سے اپنے تئیں الگ رکھتے ہیں۔ دُنیا کی دوستی اور اسکی ناپائدار خوبیوں پر نہیں بھولتے۔ اللہ کے دشمنوں کی تابعداری اور خوشامد میں لگے نہیں رہتے۔ ان کی رضامندی اور محبت کا دم شب و روز نہیں بھرتے۔ ان کے بھلے سے اپنا بھلا نہیں جانتے۔ ان کی بُرائی سے اپنی بُرائی نہیں سمجھتے۔ برخلاف ان علماؤں کے جو اپنا

شیوہ ہدایت کا چھوڑ کر شیطان کے خلیفہ بنتے ہیں بلکہ مسلمان دینداروں کی جس میں حقارت ہو انکی پیروی میں لگے رہتے ہیں۔ ایسے عالموں کے حق میں اللہ تعالیٰ نے سورہ جمعہ میں فرمایا ہے۔ حُمِّلُوا التَّوْرٰىةَ ثُمَّ لَمْ یَحْمِلُوْھَا کَمَثَلِ الْحِمَارِ یَحْمِلُ اَسْفَارًا۔ یعنی اُن لوگوں کی مثال جن پر توریت لادی گئی۔ پھر انہوں نے اُس کو نہ اٹھایا ایسی ہے جیسے گدھا کہ پیٹھ پر کتابیں لادرہا ہے۔ سوائے بوجھ اٹھانے کے ان سے کچھ کام نہیں ہوتا اور بجز فساد اور گمراہی کے اور نیکوں کو بدراہ کرنے کے انہیں کوئی شیوہ نہیں سوجھتا۔ اور کتابوں کے پڑھنے سے انہیں ہرگز فائدہ نہیں پہنچتا بلکہ اپنے فن میں اور پکے ہوتے ہیں۔ دین کی دولت دنیا کی زینت حاصل کرنے میں کھوتے ہیں +

ایسے طاعات کے بیان میں جن کی محافظت سے اُمید ہے کہ دوسرے طاعات کا سلسلہ قائم ہو جائے

ایک اُن میں علم دین کا حاصل کرنا ہے۔ خواہ کتب سے حاصل کیا جائے یا صحبت علماء سے بلکہ تحصیل کتب کے بعد بھی علماء کی صحبت ضروری ہے۔ اور ہماری مُراد علماء سے وہ علماء ہیں جو اپنے علم پر خود عمل کرتے ہوں اور شریعت و حقیقت کے جامع ہوں۔ اتباع سُنت کے عاشق ہوں توسط پسند ہوں۔ افراط و تفریط سے بچتے ہوں۔ خلق اللہ پر شفیق ہوں۔ تعصب و عناد اُن میں نہو گو اس وقت بھی بفضلہ تعالیٰ اس قسم کے علماء جا بجا پائے جاتے ہیں اور انشاء اللہ تعالیٰ ہمیشہ رہیں گے جیسا کہ ہمارے رسول اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وعدہ ہے:۔ لَا یَزَالُ طَائِفَةٌ مِّنْ اُمَّتِیْ مَنْصُوْرِیْنَ عَلَی الْحَقِّ لَا یَضُرُّھُمْ مَنْ خَذَلَھُمْ۔ ایسے علماء کی صحبت و خدمت جس قدر میسر ہو جائے غنیمت کبریٰ اور نعمت عظمیٰ جانے۔ اگر ہر روز ممکن نہو تو ہفتہ میں آدھ گھنٹہ ضرور التزام کرے۔ اس کے برکات خود دیکھ لے گا +

ایک اُن میں سے نماز ہے جس طرح ہو سکے پانچوں وقت پابندی سے نماز پڑھتا رہے حتیٰ

الامکان جماعت حاصل کرنے کی بھی کوشش کرے اور بامر مجبوری جس طرح ہاتھ آئے غنیمت جانے۔ اس سے دربارِ الٰہی میں ایک تعلق وارتباط قائم رہے گا اس کی برکت سے انشاء اللہ تعالیٰ اس کی حالت درست رہے گی۔ جیسا کہ اللہ تعالےٰ ارشاد فرماتا ہے۔ اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ یعنی تحقیق نماز بے حیائی اور بُرے کاموں سے بچائے رکھتی ہے +

ایک ان میں سے لوگوں سے کم بولنا اور کم ملنا اور جو کچھ بولنا ہو سوچکر بولنا ہے۔ ہزاروں آفتوں سے محفوظ رہنے کا یہ ایک اعلیٰ درجہ کا آلہ ہے +

ایک اُن میں سے محاسبہ و مراقبہ ہے یعنی اکثر اوقات یہ خیال رکھے کہ میں اپنے مالک کے پیش نظر ہوں۔ میرے سب اقوال و افعال واحوال پر ان کی نظر ہے یہ مراقبہ ہوا۔ اور محاسبہ یہ کہ کوئی وقت مثلاً سوتے وقت تنہا بیٹھکر تمام دن کے اعمال یاد کر کے یوں خیال کرے کہ اس وقت میرا حساب ہو رہا ہے اور میں جواب سے عاجز ہو ہو جاتا ہوں +

ایک اُن میں سے توبہ واستغفار ہے جب کبھی کوئی لغزش ہو جائے تو توقف نہ کرے۔ کسی وقت یا کسی چیز کا انتظار نہ کرے۔ فوراً تنہائی میں جاکر سجدہ میں گر کر خوب معذرت کرے۔ اور اگر رونا آئے تو روئے۔ ورنہ رونے کی صورت ہی بنائے +

یہ پانچ چیزیں ہوئیں علم وصحبتِ علماء۔ نمازِ پنجگانہ۔ قلتِ کلام وقلتِ مخالطت۔ محاسبہ مراقبہ۔ توبہ واستغفار۔ انشاء اللہ تعالےٰ ان اُمورِ پنجگانہ کی پابندی سے جو کچھ مشکل بھی نہیں تمام طاعات کا دروازہ کُھل جائے گا +

ایسے معاصی کے بیان میں کہ ان کے بچنے سے بفضلہ تعالیٰ قریب قریب تمام معاصی سے نجات ہو جاتی ہے

ایک ان میں غیبت ہے۔ اس سے طرح طرح کے مفاسد دنیوی و اُخروی پیدا ہوتے ہیں۔

چنانچہ آجکل ہمیں بہت لوگ مبتلا ہیں۔ اس سے بچنے کا سہل طریق یہ ہے کہ بلا ضرورت شدید کسی کا تذکرہ کرے سنے نہ اچھا نہ بُرا۔ اپنے ضروری کاموں میں مشغول رہے۔ ذکر کرے تو اپنا ہی کرے۔ اپنا دھندا کیا تھوڑا ہے جو اوروں کے ذکر کرنے کی فرصت اس کو ملتی ہے +

ایک اُن میں ظلم ہے۔ خواہ مالی یا جانی یا زبانی مثلاً کسی کا حق مار لیا قلیل یا کثیر یا کسی کو ناحق تکلیف پہنچائی یا کسی کی بے آبروئی کی +

ایک اُن میں اپنے کو بڑا سمجھنا۔ اوروں کو حقیر سمجھنا۔ ظلم و غیبت وغیرہ اسی مرض سے پیدا ہوتے ہیں۔ اور بھی خرابیاں اس سے پیدا ہوتی ہیں۔ حقد و حسد و غضب و غیر ذٰلک +

ایک اُن میں غصہ ہے۔ اور یہ اکثر دیکھا گیا ہے کہ انسان غصہ کے فرو ہونیکے بعد پچھتاتا ہے کیونکہ حالتِ غضب میں قوتِ عقلیہ مغلوب ہو جاتی ہے۔ سو جو کام اس وقت ہو گا عقل کے خلاف ہی ہو گا جو بات ناگفتنی تھی وہ منہ سے نکل گئی۔ جو کام ناکردنی تھا وہ ہاتھ سے ہو گیا۔ بعد غصہ اُترنے کے جس کا کوئی تدارک نہیں ہو سکتا۔ کبھی کبھی عمر بھر کے لئے صدمہ میں گرفتاری ہو جاتی ہے +

ایک اُن میں غیر محرم عورت یا مرد سے کسی قسم کا علاقہ رکھنا۔ خواہ اس کو دیکھنا۔ یا اس سے دل خوش کرنے کے لئے ہم کلام ہونا۔ یا تنہائی میں اس کے پاس بیٹھنا۔ یا اس کے پسندِ طبع کے موافق اُس کے خوش کرنے کو اپنی وضع یا کلام کو آراستہ و نرم کرنا۔ میں سچ سچ عرض کرتا ہوں کہ اس تعلق سے جو جو خرابیاں پیدا ہوتی ہیں اور جو جو مصائب پیش آتے ہیں وہ احاطۂ تحریر سے باہر ہیں +

ایک اُن میں طعام مشتبہ یا حرام کھانا ہے کہ اس سے تمام ظلمات و کدورات نفسانیہ پیدا ہوتی ہیں کیونکہ غذا اسی سے بن کر تمام اعضاء و عروق میں پھیلتی ہے۔ پس جیسی غذا ہو گی۔ ویسا ہی اثر تمام جوارح میں پیدا ہو گا۔ اور ویسے ہی افعال اس سے سرزد ہونگے +

یہ چھ معاصی ہیں جن سے اکثر معاصی پیدا ہوتے ہیں ان کے ترک سے انشاء اللہ تعالےٰ اوروں کا ترک بہت سہل ہو جائے گا بلکہ اُمید ہے کہ خود بخود متروک ہو جائیں گے۔ اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنَا +

شاگرد کے آداب یہ ہیں کہ استاد کا نام لے کر نہ پکارے۔ اور جب استاد کو دیکھے تو اس کی تعظیم کے واسطے کھڑا ہو جائے اور حاضر و غائب اس کو اپنا استاد جانتا رہے۔ اس کے پاس باادب اور دو زانو بیٹھے۔ اس کے سامنے بات کم کرے اور مسئلہ بے ضرورت نہ پوچھے جب تک استاد سے اجازت نہ لیلے۔ کچھ نہ کہے اور نہ پوچھے۔ اور جو کچھ وہ جواب دے اُس پر اعتراض نہ کرے اور یہ نہ کہے کہ آپکا یہ مشورہ اچھا اور بہتر نہیں ہے۔ استاد کے سامنے خانہ داری کے راز و نیاز بیان نہ کرے۔ اپنی آنکھ استاد کی طرف رکھے۔ اِدھر اُدھر نہ دیکھے۔ اگر استاد کے چہرہ پر کچھ ملال پائے تو ملال کی وجہ دریافت کر کے اُس کا شریکِ حال ہو اور اُس کے رنج و ملال کے واسطے حتی الامکان کوشش کرے۔ جب استاد اُٹھے تو اسکی نعلین اپنے ہاتھ سے اُٹھا کر اُس کے قدموں کے سامنے رکھ دے۔ راستے میں استاد سے سؤال نہ کرے۔ اگر باپ و اُستاد دو نو ساتھ ہی کسی کام کو فرمائیں تو پہلے اُستاد کے حکم کو بجالائے کہ بہترین پدر استاد ہے بموجب اس حدیث کے اَفْضَلُ الْاٰبَاءِ اَبُوا الْعِلْمِ یعنی بہترین و افضلترین باپوں میں علم کا باپ یعنی استاد ہے۔ (۲) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اَلْاٰبَاءُ ثَلٰثَةٌ اٰبَاءٌ اَبٌ وَلَدَكَ وَاَبٌ زَوَّجَكَ وَاَبٌ عَلَّمَكَ وَخَيْرُ الْاٰبَاءِ مَنْ عَلَّمَكَ یعنی آدمی کے باپ تین ہیں۔ ایک وہ جس کے نطفہ سے پیدا ہوا۔ ایک خسر۔ اور ایک اُستاد۔ اور بہتر سب باپوں میں اُستاد ہے ٭

فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے معلموں کے حق میں اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِلْمُعَلِّمِيْنَ وَاَطِلْ اَعْمَارَهُمْ وَبَارِكْ لَهُمْ فِيْ كَسْبِهِمْ یعنی اے رب میرے مغفرت کر معلموں کو اور دراز کر اُن کی عمریں اور برکت دے ان کے کسب میں ٭

اور فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اَللّٰهُمَّ اَغْنِ الْعُلَمَاءَ وَاغْفِرْ لِلْمُتَعَلِّمِيْنَ یعنی اے رب غنی کر علماء کو اور مغفرت کر متعلموں کی ٭

فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ و[illegible] نے۔ اَكْرِمُوا الْاُسْتَاذَ وَاِنْ كَانَ فَاسِقًا یعنی استاد کی تعظیم کرو اگرچہ فاسق ہو۔ اور استاد کو کسی حالت میں حقیر نہ جانو۔ جیسا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ

آلہ وسلم نے فرمایا۔ مَنْ حَقَّرَ الْاُسْتَاذَ نَسِیَ مَا قَرَأَهٗ یعنی جو شخص اُستاد کی حقارت کریگا پس بھول جائے گا جو کچھ پڑھا ہوگا۔

چاہئے کہ جب اُستاد کے دروازے پر حاضر ہو تو آواز نہ دے اور اُس کے برآمد ہونے کا منتظر رہے کہ یہ طریق آداب اور لحاظ کا ہے اور جس کام کے واسطے اُستاد حکم کرے اس کو بجان و دل بجالائے اُستاد کے کام کرنے میں اپنی حقارت نہ سمجھے۔ غرضکہ اُستاد کو ہر حال میں بزرگ اور برتر جانے جیسا کہ انحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔ اَبْنَاءُ الْكِرَامِ اِذَا تَعَلَّمُوْا تَوَاضَعُوْا وَاَبْنَاءُ اللِّئَامِ اِذَا تَعَلَّمُوْا تَكَبَّرُوْا یعنی بزرگ زادے اور حلال زادے جو علم سیکھیں تو تواضع اور فروتنی کریں ساتھ ہر شخص کے خصوصاً اپنے اُستاد سے۔ اور کمینے اور حرام زادے جو علم سیکھتے ہیں تو تکبر کرتے ہیں اور اُستاد کی خدمت کما حقہ نہیں بجالاتے ہیں۔

دیکھئے خود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے۔ مَنْ عَلَّمَ اٰیَةً مِّنْ کِتَابِ اللّٰهِ فَهُوَ مَوْلَاهُ یعنی اگر کسی شخص نے کسی سے قرآن مجید کی ایک آیت سیکھی وہ اس کا صاحب اور حاکم ہوا۔

یا الٰہ العالمین اپنے پاک حبیب کے تصدق تمام مسلمانوں کو صلاحیت دے کہ وہ اپنے استادوں کے آداب اور حقوق کو بجالایا کریں۔ آمین ثم آمین۔

علم کی آٹھ کارآمد باتیں

احیاء العلوم میں امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ حاتم اصم رحمۃ اللہ علیہ جو بڑے اولیاء اللہ سے ہیں اُن کے اُستاد شقیق بلخی رحمۃ اللہ علیہ نے اُن سے پوچھا کہ تو کتنی مدت سے میرے پاس رہتا ہے۔ حاتم اصم رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ تینتیس برس سے۔ شقیق رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ تو نے اس مدت میں کتنا علم سیکھا۔ حاتم رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ آٹھ مسئلے سیکھے ہیں۔ میں نے شقیق رحمۃ اللہ علیہ سے کہا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔ میری عمر تیرے ساتھ صرف ہوگئی اور

تو نے آٹھ مسئلے سیکھے ہیں۔ حاتم رح نے کہا۔ اے اُستاد۔ جھوٹ بولنا تو مجھے پسند نہیں سچی بات تو یہی ہے کہ میں نے آٹھ مسئلوں کے سوا اور مسئلہ نہیں سیکھا۔ شقیق رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ان آٹھ مسئلوں کو بیان کرتا کہ میں سُنوں۔ حاتم رحمۃ اللہ علیہ نے کہا۔ پہلا مسئلہ یہ ہے کہ میں نے جو اس مخلوق کی طرف نگاہ کی تو میں نے دیکھا کہ ہر ایک محبوب یعنی پیاری چیز کو دوست رکھتا ہے۔ مثلاً کوئی مکان کو دوست رکھتا ہے۔ کوئی عورت کو۔ کوئی لباس کو۔ کوئی باغ کو کوئی بچوں کو۔ کوئی کسی چیز کو لیکن وہ محبوب اُس کا تادمِ زیست ہی ہے۔ بعد مرنے کے قبر میں کچھ ساتھ نہیں جاتا۔ جب قبر میں جاتا ہے تو وہ محبوب اس سے جدا ہو جاتا ہے۔ پس میں نے خیال کیا کہ اس خاتی کو کیا محبوب رکھوں۔ لہٰذا نیکیوں کو میں نے اپنا محبوب کیا کہ جب قبر میں داخل ہونگا تو میرا محبوب بھی میرے ساتھ جائے گا۔ پھر شقیق رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ تو نے خوب سیکھا یعنی واقعی یہی نیکیاں۔ نماز۔ روزہ۔ حج۔ زکوٰۃ۔ صدقہ دینا۔ علم دین پڑھانا وغیر ذٰلک یہی چیزیں ساتھ جائیں گی۔ اور جو روپیے مال و منال تادمِ زیست ہی محبوب ہیں۔ مرنے پر کون کسی کے کام آتا ہے۔ پھر شقیق رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ دوسرا کیا ہے۔ حاتم رحمۃ اللہ علیہ نے کہا:۔

دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ میں نے اللہ تعالیٰ کے اس قول میں نظر کی۔ وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى ہ یعنی اور جو کوئی ڈرا اپنے پروردگار کے سامنے کھڑے رہنے سے اور باز رکھا نفس کو خواہش نفسانی سے تو بلاشبہ اُس کا ٹھکانا جنت ہے۔ پس میں نے اپنے دل میں کہا کہ حق تعالیٰ کا قول حق ہے۔ اس میں کچھ شبہ نہیں۔ لہٰذا میں نے اپنے نفس پر دفع کرنے خواہش نفسانی میں کوشش کی یہانتک کہ میں اطاعت الٰہی پر خوب مضبوط و مستعد ہوا۔ سبحان اللہ کیا اچھی سمجھ حاصل ہوئی کہ خواہش نفسانی کو دفع کرونگا تو اس کے عوض میں جنت پاؤنگا اور واقع میں بات یہی ہے کہ جو کوئی خاوند حقیقی کے سامنے کھڑے رہنے سے ڈرے گا اور خواہشِ نفسانی کو دفع کرے گا۔ خواہ مخواہ اچھی باتوں کے کرنے پر مستعد ہوگا اور بُری باتوں سے بچیگا اور جنت کا مستحق ہوگا۔ حیف ہے کہ ایسی دولت بے زوال کو ہاتھ سے دے

اور اُسی کے حاصل کرنے کی فکر نہ کرے۔ پھر حاتم رح نے کہا:۔

تیسرا مسئلہ یہ ہے کہ میں نے جو خلق کی طرف نظر کی تو دیکھا کہ جس شخص کے پاس کوئی چیز قیمتی اور ذی قدر ہوتی ہے اُس کو بہت عزیز رکھتا ہے اور اُسی کی محافظت کرتا ہے۔ پھر میں نے اللہ تعالیٰ کے اس قول میں نظر کی مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ ٥ یعنی جو کچھ تمہارے پاس ہے فانی ہے اور جو کچھ اللہ تعالیٰ کے پاس ہے باقی ہے۔ پس جب کچھ قیمتی اور ذی قدر چیز میرے ہاتھ لگے اُس کو میں نے اللہ صرف کیا تاکہ میرے لئے اُس کے پاس باقی رہے۔ حاصل یہ کہ لوگ جو کسی چیز کو عزیز رکھتے ہیں اور اُس کی محافظت کرتے ہیں یہ محض بیجا ہے کہ فانی کو عزیز رکھنا چاہئے بلکہ جو کچھ ہو اُسی کے نام پر دیجئے تاکہ اُس کے خزانہ غیب میں رہے اور بعد مرنے کے ابدالآباد تک کے کام آئے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے ؎

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا ہر چہ داری صرف کن در راہِ او

یعنی تو بھلا اور بہتری نہ پائے گا جب تک محبوب شے کو خدا کی راہ میں صرف نہ کریگا۔

چوتھا مسئلہ یہ ہے کہ میں نے جو اس خلق کی طرف دیکھا تو دیکھا کہ ہر ایک حسب نسب اور مال کی طرف رجوع کرتا ہے۔ بس میں نے خیال کیا کہ یہ سب ہیچ ہے۔ پھر میں نے اللہ تعالیٰ کے قول کی طرف نظر کی کہ فرماتا ہے۔ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ یعنی البتہ تم میں اللہ کے نزدیک اور بزرگ اور عزیز تم میں بہت پرہیزگار ہے۔ پس میں نے تقویٰ کے حاصل کرنے میں کوشش کی تاکہ میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک بزرگ و عزیز ہوں۔ حاصل یہ کہ مال و جاہ وغیرہ کی کچھ حقیقت نہیں۔ اس سے اللہ کے نزدیک عزیز و ذی قدر نہیں ہوتا بلکہ جتنا تقویٰ زیادہ ہوگا اتنا ہی اللہ کا پیارا ہوگا۔ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے۔ مَنْ بَطَّاَ بِهٖ عَمَلُهٗ لَمْ يُسْرِعْ بِهٖ نَسَبُهٗ۔ یعنی جس کے عمل نے تاخیر کی اُس کا نسب کچھ کام نہیں آتا۔

پانچواں مسئلہ یہ ہے کہ میں نے خلق کو دیکھا کہ بعض بعضوں پر لعن طعن کرتے ہیں اور اصل اس سب کی حسد ہے۔ پھر میں نے اللہ تعالیٰ کے قول کی طرف نظر کی۔ نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ

مَعِيشَتَهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۔ یعنی ہم نے تقسیم کی ہے درمیان انکے معیشت اُن کی زندگانی دُنیا میں۔ پس چھوڑ دیا میں نے حسد اور دوست رکھتا ہوں خلق کو۔ اور جانتا ہوں کہ بلاشبہ قسمت اللہ کی طرف سے ہے کہ ہر ایک کے لئے جو کچھ مقدر ہے وہ پہنچتا ہے۔ پھر حسد کر کے کیوں کسی کو لعن طعن کیجئے +

چھٹا مسئلہ یہ ہے کہ میں نے لوگوں کو دیکھا کہ ظلم وستم کرتے ہیں بعض ان کے بعض پر اور جنگ وجدال کرتے ہیں بعض بعضوں سے۔ پس میں نے اللہ تعالیٰ کے اس قول کی طرف رجوع کیا۔ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا ۔ یعنی بلاشبہ شیطان تمہارے لئے دشمن ہے۔ پس پکڑو اُس کو دشمن۔ پس میں نے فقط اُسی سے دشمنی باندھی اور میں اس سے بچاؤ کرنے میں کوشش کرتا ہوں اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے اسپر گواہی دی کہ وہ دشمن میرا ہے پس میں نے عداوتِ خلق اس واسطے ترک کی +

ساتواں مسئلہ یہ ہے کہ میں نے جو خلق کو دیکھا تو دیکھا کہ ہر ایک اُن میں سے کثرت مال کا طالب ہے۔ پس اپنے نفس کو ذلیل کرتا ہے اور اس چیز میں داخل ہوتا ہے کہ اس کے لئے حلال نہیں ہے یعنی وجہ حرام سے مال کھاتا ہے۔ پھر میں نے اللہ تعالیٰ کے قول کی طرف نظر کی۔ وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا ۔ یعنی اور نہیں ہے کوئی چلنے والا زمین میں مگر اللہ پر ہے رزق اُس کا۔ پس میں نے سمجھا کہ میں تو ایک اُنہیں میں سے ہوں کہ جن کا رزق اللہ تعالیٰ پر ہے۔ پس میں اُس چیز میں مشغول ہوا جو مجھ پر اللہ تعالیٰ کے لئے ہے یعنی اُس کی اطاعت میں جو مجھ پر لازم ہے مشغول ہوا۔ اور میں نے وہ چیز ترک کی جو اُس کے پاس میرے لئے ہے یعنی رزق کا کہ وہ متکفل ہے اُس کے لئے کچھ سعی نہیں کرتا +

آٹھواں مسئلہ یہ ہے کہ میں نے جو خلق کی طرف نظر کی تو اُن کو دیکھا کہ کوئی تو اپنی زمین پر بھروسہ کرتا ہے۔ کوئی اپنی تجارت پر۔ کوئی اپنی کاریگری پر اور کوئی اپنی تندرستی اور حُسن پر گویا تمام لوگ مخلوق پر بھروسہ کئے ہوئے ہیں۔ پس میں نے اللہ تعالیٰ کے اس قول کی طرف

رجوع کی۔ وَمَن یَّتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ فَھُوَ حَسْبُہٗ یعنی اور جو کوئی اللہ تعالےٰ پر بھروسہ کرتا ہے۔ پس وہ اس کو کافی ہے ۔

پس جب حاتم رحمۃ اللہ علیہ یہ مسائل بیان کر چکے تو شقیق بلخی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اے حاتم رحمہ تجھ کو اللہ تعالےٰ نیک توفیق دے یہ مسائل قرآن شریف کا خلاصہ اور لُبّ لباب ہیں ۔

عزیزو جو تجھے اس دم میسر یہ زمانہ ہے ۔۔۔ جو کرنا ہے سو کر لے پھر نہیں یہ ہاتھ آنا ہے
نہ ہو مغرور اپنے مال و منصب جاہ و حشمت پر ۔۔۔ کہ آخر ایک دن مٹی کے اندر گھر بنانا ہے
پدر مادر برادر اور جو ہیں سب آشنا تیرے ۔۔۔ جنازہ جب ترا نکلا تو پھر اک بیگانہ ہے
کفن پہنا کے جب تجھ کو لٹا دیں قبر کے اندر ۔۔۔ کہو یہ مال و دولت کچھ ترا ہمراہ جانا ہے
وہاں منکر نکیر آکر سوالی جب کہ ہوں تجھ پر ۔۔۔ اگر حق کہہ دیا بہتر نہیں تو گرز کھانا ہے
بحسن و شکل نورانی تو ہے گر یوسف ثانی ۔۔۔ نہیں یہ شکل دکھلائی وہاں کچھ کام آنا ہے
ذرا دیکھو سلیمان کو دارا جمشید کو دیکھو ۔۔۔ بھلا لاکھوں سے بھی یک دو کسی کا کچھ نشانا ہے
مجھے بتلاؤ بھی تو تم کہاں سام اور کہاں رستم ۔۔۔ ہوئے سب زیر و یکدم گم کہاں انکا ٹھکانا ہے
یہ پیکِ مرگ نے یارو کسی کو جب نہیں چھوڑا ۔۔۔ تو پھر کیوں ناحق اس دنیا کے پیچھے تو دیوانا ہے
گنوائی زندگی اپنی سدا کھانے اور پینے میں ۔۔۔ بڑھاپا آگیا سر پر تو پھر افسوس کھانا ہے
یہاں رہنے سے ہونا لاں وہاں چلنے کا کر ساماں ۔۔۔ غنیمت یہ زمانہ اور مبارک آشیانا ہے
طہارت اور وضو کے ساتھ توبہ کر گناہوں سے ۔۔۔ خلوص دل سو رب کی بندگی میں سر جھکانا ہے
فرائض اور وجوب اور ہر سنن اور ہر نوافل سے ۔۔۔ فراغت کر جناب کبریا میں ہاتھ اٹھانا ہے
مناجات و دعا کرنا کہ ہو مقبول سب طاعت ۔۔۔ بصدق دل ندامت عاجزی سو گڑگڑانا ہے
سدا تسبیح و ذکر حق میں رکھ مشغول دل اپنا ۔۔۔ اگر اے جان نعمت جنت تجھے منظور کھانا ہے

جو ہیں اب زندگی کے دن اسی کو تو غنیمت گن
جو یہ گذرا تو اک دن حیف ہو دولت اٹھانا ہے

دُوسَرا بَابْ

علم عقاید کا بیان

علمائے اسلام نے احکامِ الٰہی کی دو قسمیں بیان فرمائی ہیں۔ ایک تو وہ جن میں ہاتھ پاؤں اور زبان وغیرہ اعضا کے عمل کی احتیاج ہو جیسے نماز۔ روزہ۔ حج۔ زکوٰۃ وغیرہ۔ دوسرے وہ جن میں اعمال جوارح کی حاجت نہ ہو بلکہ ان کا صرف مان لینا ہی کافی ہو جیسے اللہ تعالےٰ کو ایک جاننا اور اس کو سَمِیع۔ بَصِیر۔ عَلِیْم وغیرہ وغیرہ تمام اوصاف کو برحق جاننا اور حشر ونشر۔ اور بہشت و دوزخ اور عذاب قبر اور سکرات موت وغیرہ کو سچا جاننا +

فقہائے عظام رح نے رفاہِ عام کی خاطر قرآن مجید اور احادیث نبویہ سے پہلی قسم کے تمام احکام کو فراہم کرکے تفصیل سے علیحدہ مرتب کیا اور اس کا نام فقہ رکھا۔ اور دوسری قسم کے احکام کو الگ تفصیل سے لکھا اور اس کا نام علم عقاید رکھا +

غرض شرع اسلام کے مسائل کا انحصار پانچ قسموں پر ہے :۔ (۱) اعتقادات۔ (۲) عبادات۔ (۳) معاملات۔ (۴) عقوبات۔ (۵) کفارات +

اول۔ اعتقادات بھی پانچ ہیں :۔ (۱) اللہ تعالےٰ پر ایمان لانا۔ (۲) ملائکہ پر ایمان لانا۔ (۳) اللہ تعالےٰ کی کتابوں پر ایمان لانا۔ (۴) اللہ تعالیٰ کے رسولوں پر ایمان لانا۔ (۵) قیامت پر ایمان لانا +

دوم۔ عبادات کی بھی پانچ قسمیں ہیں :۔ (۱) نماز۔ (۲) روزہ۔ (۳) زکوٰۃ۔ (۴) حج۔ (۵) جہاد +

سوم۔ معاملات بھی پانچ ہیں۔ (۱) معاوضات یعنی لین دین۔ (۲) مناکحات یعنی بیاہ شادی (۳) مخاصمات یعنی لڑائی جھگڑے۔ (۴) امانات۔ (۵) شرکات یعنی ساجھی وغیرہ +

چہارم۔ عقوبات بھی پانچ ہیں:۔(۱) قتل عمد کی سزا جیسے قصاص وغیرہ یعنی بدلہ لینا اور قتل کرنا۔(۲) مال لینے کی سزا جیسے چور کے ہاتھ کاٹ ڈالنا وغیرہ۔(۳) ہتک ستر کی سزا جیسے کوڑے لگانا۔ پتھر برسانا زنا وغیرہ میں۔(۴) ہتک عزت کی سزا جیسے قذف کی حد (قذف کے معانی زنا کا عیب لگانے کے ہیں)۔(۵) خلع بیعت کی سزا جیسے قتل کرنا +

پنجم۔ کفارات بھی پانچ ہیں:۔(۱) کفارہ قتل۔(۲) کفارہ ظہار یعنی اپنی بیوی کو ماں بہن بنانے کا۔(۳) کفارہ روزہ توڑنے کا۔(۴) کفارہ جھوٹی قسم کھانے کا۔(۵) جنایات حج کا +

اقسامِ علمِ عقاید

علمائے اسلام نے عقاید کی تین قسمیں بیان کی ہیں۔ جن کی تشریح بتفصیل ذیل ہے:۔

قسم اول

پہلی قسم کے عقاید وہ ہیں جو یقینی اور قطعی ہوں۔ پھر ان کی تین قسمیں ہیں:۔(۱) جو قرآن مجید کی ظاہر عبارت سے ثابت ہیں۔(۲) جن کا مضمون رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بہ نقل متواتر ثابت ہو خواہ لفظ حدیث متواتر ہوں یا نہ ہوں۔(۳) جن پر اُمّت کا اجماع ہو گیا۔ خواہ وہ دلیل جس کی وجہ سے اُمّت نے اس مسئلہ پر اتفاق کیا ہے قطعی ہو یا نہ ہو یا ہم کو معلوم ہو یا نہ ہو۔ کیونکہ اُمّت بالخصوص صحابہ کرام رضی اللہ تعالےٰ عنہم وتابعین کا کسی ایسے امر پر اتفاق کرنا جو شارع کی مراد کے برخلاف ہو ناممکن ہے۔ ان مسائل کا منکر تنہا دائرہ اسلام سے خارج بلکہ احاطہ خطرات سلیمہ سے بھی خارج شمار کیا جاتا ہے کیونکہ یہ مسائل منصف کے نزدیک قانونِ فطرت کے بھی مطابق ہیں +

قسم دوم

دوسری قسم کے وہ عقاید ہیں جو دلائل عقلیہ سے ثابت ہیں جن کے ثبوت پر شریعت کا مدار ہے

یا اکثر باتیں شرع کی اُن پر موقوف ہیں۔ اُن کی تائید میں کوئی شرعی دلیل ہو۔ یا نہو جیسا کہ (۱) ثبوت باری تعالے (۲) مسئلہ ثبوت صفات باری تعالے۔ (۳) مسئلہ ثبوتِ نبوت۔ (۴) مسئلہ عصمت انبیاء (۵) مسئلہ عصمتِ ملائکہ۔ (۶) مسئلہ ثبوتِ حقائق الاشیاء۔ (۷) مسئلہ علم حقائق الاشیاء۔ (۸) مسئلہ حدوث عالم

قسم سوم

تیسری قسم کے وہ عقاید ہیں جو اخبار احاد سے ثابت ہیں۔ یا علماء نے اُن کو قرآن وحدیث سے بطور استنباط ثابت کیا ہے۔ لیکن اُن میں باہم فرقہ اسلامیہ کا اختلاف ہے جسکی وجہ سے جدے جدے ناموں سے نامزد کئے گئے۔ اس لئے اُن کو باہمی امتیاز کے لئے ہر ایک فریق نے اپنی کتب عقاید میں درج کیا۔ جیسا کہ (۱) مسئلہ قدم قرآن۔ (۲) مسئلہ فضیلتِ انبیاء بر ملائکہ۔ (۳) مسئلہ فضیلت صحابہ کرام رضی اللہ تعالے عنہم یکے بر دیگرے۔ (۴) مسئلہ اَلْاَعْمَالُ الصَّالِحَۃُ جُزْءُ الْاِیْمَانِ۔ (۵) مسئلہ اَلْاِیْمَانُ وَالْاِسْلَامُ وَاحِدٌ۔ (۶) مسئلہ کَرَامَاتُ الْاَوْلِیَاءِ حَقٌّ۔ (۷) مسئلہ ایصال ثواب۔ (۸) مسئلہ امامت (۹) مسئلہ جبر وقدر وَغَیْرُ ذٰلِکَ مِنَ الْخِلَافِیَاتِ +

ان مسائل میں اہل سُنت سلف صالحین صحابہ کرام رضی اللہ تعالے عنہم وتابعین رحمۃ اللہ علیہم کے پیرو ہیں اور اُن کے مخالف لوگ محض اپنے خیالات سے ان نصوص کا انکار یا تاویل کرتے ہیں مثلاً (۱) شیعہ مسئلہ امامت میں غلو کی وجہ سے اکثر صحابہ رض خصوصاً حضرت ابوبکر صدیق۔ عمر خطاب۔ عثمان غنی رضی اللہ تعالے عنہم کو خاطی اور بُرا کہتے ہیں۔ اکثر احادیث صحیحہ کا انکار اور قرآن مجید کی آیات کی تاویل کرتے ہیں۔ (۲) خوارج ونواصب جو حضرت علی رض۔ امام حسین رض۔ حضرت عثمان رض اور ان صحابہ رض کو جن کا باہم سردار قائم کرنے میں اختلاف ہو کر قتال وجدال کی نوبت پہنچی۔ سب کو بُرا کہتے ہیں +

بہتر فرقوں کا حدوث

ان فرقوں کا حدوث اس طور پر ہُوا کہ اہل اسلام اور جمہور مسلمین سے سب سے اول جس نے

مخالفت کی اور نیا گروہ بنا وہ خوارج یعنی خارجی لوگ ہیں یہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے
عہد خلافت میں پیدا ہوئے۔ ان کے پیدا ہونے کی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خبر دی تھی۔
یہ جماعت عرب کے وہ لوگ تھے جو پہلے حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے ساتھ تھے پھر سخت مخالفت
اور مقابلہ کے لئے آمادہ ہو گئے۔ یہ لوگ علیؓ۔ عثمانؓ۔ معاویہؓ۔ حسینؓ اور یزید سب کو برا جانتے ہیں +

اسی عہد میں ایک اور جماعت نکلی جو بظاہر حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے طرفداروں میں
سے بھی۔ اُن کو یہ افراط وتفریط عارض ہوئی کہ حضرت علی رضؓ سے جن جن صحابہ کرام رضی اللہ تعالےٰ عنہم
کو مسئلہ خلافت میں خلاف ہوا تھا یا ان انتظامی باتوں میں نزاع بڑھتے بڑھتے لڑائی تک نوبت
آگئی تھی سب کو مخالف قرآن واحادیث مردود وکافر ومرتد کہنے لگے۔ بعض کو یہاں تک خبط ہوا۔ کہ

شیعہ حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو خدا کہنے لگے۔ وہ در اصل مشرکین زندیق لوگ تھے۔
جنہوں نے ظاہر میں اسلام اختیار کر لیا تھا۔ اس فریق کا نام شیعہ یا رافضیہ ہے یہ لوگ
بھی قرآن واحادیث کا مطلب اپنی خواہش اور قرار دادہ باتوں کے موافق کرتے ہیں۔ اور جس طرح
خوارج نے جھوٹی روایات اثبات مدعا کے لئے بنانی شروع کیں۔ اسی طرح اس فریق نے
بھی۔ یہ لوگ حضرت ابوبکر صدیقؓ۔ عمر خطابؓ۔ عثمان غنیؓ۔ عایشہ صدیقہؓ۔ عباسؓ۔ عبداللہ بن عباسؓ
طلحہؓ اور زبیر رضوان اللہ تعالےٰ عنہم اجمعین وغیرہ بڑے بڑے جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ تعالےٰ
عنہم کو برا کہتے ہیں۔ اور امامت حضرت علی رضؓ اور اُن کی اولاد کا موروثی حق دیتے ہیں۔ انکے
نزدیک وہ مسلمانوں کی رائے اور اختیار کی بات نہ تھی کہ بلحاظ حُسن خدمات ولیاقت ودیانت
وتقوےٰ واصابت رائے جس کو مسلمانوں نے خصوصاً مہاجرین وانصار کے جلیل القدر صحابہ
رضی اللہ تعالےٰ عنہم نے انتخاب کر لیا وہ خلیفہ ہو گیا +

جس طرح خوارج کے باہم تھوڑی باتوں پر اختلاف کرنے سے کئی فریق ہو گئے۔ اسی طرح
شیعہ میں بھی کئی فریق ہو گئے۔ چنانچہ زیدیہ۔ اسماعیلیہ۔ امامیہ وغیرہ فریق ہو گئے +

قدریہ پھر تابعین کے عہد میں بلکہ اخیر زمانہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالےٰ عنہم میں ایک اور فرقہ پیدا

ہوُا جس کو قدریہ کہتے ہیں۔ ان کی دو جماعت ہوگئیں۔ ایک منکر قدر و تقدیر کہ بندہ جو کچھ کرتا ہے آپ کرتا ہے۔ قضا و قدر کچھ نہیں۔ یہ مختار مطلق ہے +

جبریہ دوسرا کہنے لگا کہ جو کچھ ہے تقدیر سے ہے۔ بندہ کو کچھ بھی اختیار نہیں۔ اینٹ لکڑی کی طرح مجبور محض ہے۔ قضا و قدر جدھر لے چلتی ہے چلتا ہے۔ ان کو جبریہ کہنے لگے +

معتزلہ ان کے تھوڑے دنوں بعد تابعین کے عہد میں ایک اَور فرقہ نکلا جو کہتے تھے کہ اہلِ معاصی کے لئے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شفاعت نہیں۔ نہ آخرت میں دیدارِ الٰہی ممکن ہے یہ فریق فلسفی اور حکیمانہ خیالات کا پابند تھا۔ اسی کے موافق قرآن و احادیث کو کرنا چاہتا تھا +

مرجیہ ان کے بعد فرقہ مرجیہ پیدا ہوُا جو کہتے تھے کہ صرف ایمان لانا کافی ہے۔ عمل کی کوئی ضرورت نہیں۔ مسلمان ہو کر خواہ کوئی زنا کرے۔ نماز نہ پڑھے۔ زکوٰۃ نہ دے۔ روزے نہ رکھے۔ اس کو کچھ خوف نہیں۔ قطعاً عذاب نہ ہوگا +

جہمیہ ان کے بعد خلافتِ عباسیہ کے قریب وسط میں ایک اَور فرقہ پیدا ہوُا جس کا نام جہمیہ ہے یہ لوگ صفاتِ باری کے منکر تھے۔ اور طرح طرح کی بدعات خلافِ جمہورِ اہلِ اسلام ایجاد کر رکھی تھیں +

ہندوستان میں تین فرقے اَور پیدا ہوگئے ہیں۔ ایک نیچری۔ دوم چکڑالوی۔ سوم مرزائی وغیرہ جن کا عقیدہ جمہورِ اہلِ اسلام کے خلاف ہے۔ غرض تہتروان فرقہ جس سے یہ سب فرقے نکلے ہیں فرقہ ناجیہ اہلِ سُنّت والجماعت کا ہے +

فرقہ ناجیہ

اہلِ اسلام کے سب فرقوں میں فقط اہلِ سُنّت والجماعت کا فرقہ ناجیہ ہے۔ چنانچہ امام احمد۔ ترمذی اور ابوداؤد نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ہے۔ عنقریب میری اُمت میں بہتر فرقے ہوجائیں گے۔ وہ سب کے سب دوزخی ہونگے۔ مگر ایک فرقہ نہ ہوگا۔ صحابہ

کرام رضی اللہ تعالےٰ عنہم نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ آلہ وسلم وہ کونسا فرقہ ہے۔ فرمایا جو میرے طریقے اور میرے صحابہ کے طریقہ پر ہوگا +

سو اسی کے مطابق ہوا کہ خلفائے راشدین کے بعد اُمت میں باعتبار جزئیات عقاید کے اختلاف شروع ہوا حضرتؐ اور حضرتؐ کے صحابہ کرام اور اہل بیت کا طریقہ جو چلا آتا تھا اُس میں بعض بعض نے کجی اور شرارت کر کے چند لوگوں کو بہکا پھسلا کر اپنے ساتھ کر لیا۔ اور بعض بعض امور میں جمہور سے مخالف ہو گئے اور اُن کے گروہ کا ایک جدا نام قرار پایا یہاں تک کہ بہتر تک نوبت پہنچی۔ اور جس میں سے وہ جدا ہو کر الگ ہوئے تھے وہ گروہِ اعظم اہل بیت اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ آلہ وسلم کے طریقہ پر جو تھا تہتر واں فرقہ ہے اور اس کا نام فرقہ ناجیہ یعنی نجات پانے والا ہے۔ اور یہ اہل سنت والجماعت کا فریق ہے +

مسائل جزئیہ میں اختلاف کی وجہ

اہل سُنت والجماعت اصول وعقاید میں سب متفق ہیں۔ ہاں جزئیات میں کسی قدر اختلاف ہے۔ سو جزئیات عملیات میں اختلاف ہونا موجب وسعت ہے۔ کما قیل۔ اِخْتِلَافُ الْعُلَمَاءِ رَحْمَةٌ۔ یعنی علماء کا اختلاف رحمت ہے +

جزئیات میں اختلاف کی وجہ یہ ہے :-

اوّل تو موقع اجتہاد میں ہر مجتہد اپنی اپنی رائے کا تابع ہوتا ہے۔ پس جسکی رائے میں جو مسئلہ جس طرح آیا اُس نے اس کو مسلم رکھا۔ اور کو اس سے اختلاف ہوا۔ مثلاً (۱) اللہ تعالیٰ نے سورہ بقر ع ۲۸ میں ارشاد فرمایا ہے۔ وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْءٍ۔ یعنی اور طلاق دی ہوئی عورتیں تین قروء تک نکاح نہ کریں +

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی رائے اس طرف گئی کہ قروء سے مراد یہاں طُہر ہے تو اُن کے نزدیک عدت طُہر قرار پایا +

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی رائے سلیم اس طرف گئی کہ اس سے حیض مراد ہے۔ سو اُن کے نزدیک عدت حیض قرار پایا +

اللہ تعالیٰ نے سورہ مائدہ ع ۲ میں ارشاد فرمایا ہے۔ وَامْسَحُوا بِرُءُوسِكُمْ یعنی اور (وضو میں) اپنے سر کا مسح کرو +

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے قرأن اور ادلہ سے تمام سر کا مسح ثابت کیا ہے۔ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے چوتھائی سر کا۔ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ ثابت کیا ہے۔ کہ اگر ایک بال کا مسح بھی کرے گا تو کافی ہوگا۔ علیٰ ہذا القیاس +

دوم۔ بعض احادیث ایک امام کو بسبب کم واسطہ ہونے کے بسند صحیح پہنچی۔ بعض کو بسبب آجانے بیچ میں کسی راوی ضعیف کے سند غیر صحیح سے پہنچی۔ پس اوّل نے اُس کو عمل کے قابل سمجھا۔ دوسرے نے ضعیف جان کر چھوڑ دیا۔ اختلاف مسئلہ میں واقع ہوا +

سوم۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اُمت کی آسانی کے لئے ایک کام کو مختلف طور سے ادا کیا کرتے تھے۔ کیونکہ اگر ایک ہی طور پر ہو تو بعض کو وقت پیش آئے۔ مثلاً نماز میں اکثر آپ سوائے تکبیر تحریمہ کے ہاتھ نہ اُٹھاتے تھے۔ اور کبھی اُٹھا بھی لیتے تھے۔ پس جس صحابی رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے رفع یدین کرتے دیکھا۔ اُسکی روایت امام شافعی رح کو پہنچی۔ اُنھوں نے رفع یدین نماز میں سُنت سمجھا۔ اور جس صحابی رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے رفع یدین نہ کرتے دیکھا۔ اُسکی روایت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کو پہنچی۔ اُن کے نزدیک نماز میں رفع یدین نہ کرنا سُنت ٹھیرا +

چہارم۔ بعض کام کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابتدا میں کیا۔ پھر اُس کو ترک کر دیا۔ جس صحابی رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے کرتے دیکھا اور پھر اُس کو ترک کی خبر نہ پہنچی۔ اُس نے اُس کو سُنت سمجھا۔ پس اُسکی روایت جس امام کو پہنچی۔ اُس کے نزدیک سُنت ٹھیرا۔ اور جس صحابی رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے آپ کو ترک کرتے دیکھا۔ اُس کی روایت دوسرے امام کو پہنچی۔ اُس نے ترک کرنا سُنّت جانا۔ علیٰ ہذا القیاس +

اس قسم کے اسباب سے جزئیات میں اختلاف واقع ہوا۔ ورنہ عقاید سب کے ایک ہیں۔ دو ایک جا جو اختلاف ہے سو تحقیقی علمی ہے کچھ اختلاف کی بات نہیں +

خلاصہ یہ کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا جو بعض مسائل فقہیہ میں اختلاف ہے سو یہ کچھ اختلاف ایسا نہیں ہے کہ جس سے دونوں کو الگ الگ فریق سمجھا جائے۔ اس لئے کہ اصول سب کا ایک ہے۔ مسایل اجتہادیہ میں اپنی اپنی سمجھ اور احادیث کی صحت وضعف واعتبار و عدم اعتبار اور ان کے معانی سمجھنے کا فرق ہے۔ ایسا اختلاف صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور تابعین رحمۃ اللہ علیہم میں بھی تھا اور رہنا بھی چاہیے تھا۔ اس لئے کہ ہر ایک کی سمجھ اور علم اور حفظ یکساں نہیں +

فِقۂِ اَکۡبَرۡ

علم عقاید میں بیشمار کتابیں عربی فارسی اُردو زبانوں میں مُروج ہیں مگر ان سب کا لبِ لباب اور خلاصہ فقہ اکبر[1] ہے جس کو تبرکًا وتیمنًا اس جگہ مع ترجمہ اردو ہدیۂ ناظرین کیا جاتا ہے تاکہ حنفی بھائی نماز حنفی مُدلّل کو پڑھنے سے پہلے اپنے عقاید کو حنفی مذہب کے مطابق جانچ اور پڑتال کر لیں کیونکہ آج کل عوام النّاس کیا خواص لوگوں کے عقاید میں فتور اور فساد پڑگیا ہے۔ حتی کہ خاص حنفیوں میں سخت اختلاف ہوگیا ہے کہ جس سے حق و باطل میں تمیز نہیں ہوسکتی۔ اسی وجہ سے میں نے یہ کتاب نماز حنفی تیار کی ہے تاکہ حنفی مذہب کی سچی سچی باتیں جیسا کہ سلف صالحین میں پائی جاتی تھیں۔ عوام النّاس کو معلوم ہوجائیں اور ہوا پرست اور خود غرض اور جدت پسند علماء کے دام تزویر سے بچ جائیں ؎

جہاں مثلِ زلیخا مشتری تھا جن مضامین کا　　تماشا ہے وہ یوسف بن کے ہیں بازار میں آئے

اُصُولُ التَّوْحِیْدِ وَمَا یَصِحُّ الْاِعْتِقَادُ عَلَیْہِ یَجِبُ اَنْ یَّقُوْلَ اٰمَنْتُ	ایمان مجمل کی تعریف

[1] گو فقہ اکبر کی نسبت بعض علماء کا خیال ہے کہ یہ امام صاحبؒ کی تصنیف نہیں ہے لیکن مشہور نام یہی ہے کہ امام صاحبؒ کی تصنیف ہے۔ (مصنفؒ) ۱۲

بِاللّٰہِ وَمَلٰئِکَتِہٖ وَکُتُبِہٖ وَرُسُلِہٖ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْبَعْثِ بَعْدَ الْمَوْتِ وَالْقَدْرِ خَیْرِہٖ وَشَرِّہٖ مِنَ اللّٰہِ تَعَالٰی وَالْحِسَابُ وَالْمِیْزَانُ وَالْجَنَّۃُ وَالنَّارُ حَقٌّ کُلُّہٗ یعنی یہ کتاب ہے اصل توحید اور اعتقاد صحیح کے بیان میں واجب ہے ہر مسلمان پر کہ کہے صدق دل سے یقین لایا میں اللہ پر اور اس کے سب فرشتوں پر اور کتابوں پر اور رسولوں پر اور قیامت کے دن پر اور جی اٹھنے پر پیچھے مرنے کے۔ اور خیر و شر کی تقدیر پر کہ اللہ تعالٰے کی بنائی ہے۔ (یعنی مقدر کرنے والا خیر وشر کا حق تعالٰے ہے۔ اور قدر کے معنی ہیں مقرر کرنا حق تعالٰے کا ہر چیز کو اپنے مرتبے میں کہ اس طرح پائی جائے گی برائی ہو یا بھلائی) اور حساب ہونا اور تلنا اعمال کا قیامت میں اور بہشت اور دوزخ سب حق ہے +

بیان معنی واحد

وَاللّٰہُ تَعَالٰی وَاحِدٌ لَا مِنْ طَرِیْقِ الْعَدَدِ وَلٰکِنْ مِّنْ طَرِیْقِ اَنَّہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ لَا یُشْبِہُ شَیْئًا مِّنَ الْاَشْیَاءِ مِنْ خَلْقِہٖ وَلَا یُشْبِہُہٗ شَیْءٌ مِّنْ خَلْقِہٖ لَمْ یَزَلْ وَلَمْ یَزَالُ بِاَسْمَائِہٖ وَصِفَاتِہٖ الذَّاتِیَّۃِ وَالْفِعْلِیَّۃِ یعنی اللہ تعالٰی ایک ہے۔ عدد سے نہیں۔ پر اس راہ سے۔ کہ اسکا کوئی ساجھی نہیں۔ (یعنی واحد کے دو معنی ہیں۔ ایک یہ کہ اکیلا ہے ویسا دوسرا نہیں۔ دوسرے دو میں کا ایک۔ اللہ پہلے معنی کی راہ سے ایک ہے۔ دوسرے معنی عدد والے یہاں مراد نہیں۔ اس واسطے کہ عدد حوادث میں سے ہیں) نہ اولاد والا اور نہ کسی کی اولاد ہے۔ نہ کوئی اسکا ہم قوم ہے۔ مشابہ نہیں کسی چیز کے چیزوں سے اپنی مخلوق میں سے اور نہ اس جیسی اور چیز ہے خلق میں۔ (یعنی خدا ذات اور صفات میں سب مخلوق سے نرالا ہے) ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہنے والا اپنے ناموں اور صفتوں ذاتی اور فعلی سے (یعنی ہمیشہ سے ہے ابتدا نہیں ہمیشہ رہنے والا بے انتہا) +

صفت ذاتی

اَمَّا الذَّاتِیَّۃُ فَالْحَیٰوۃُ وَالْقُدْرَۃُ وَالْعِلْمُ وَالْکَلَامُ وَالسَّمْعُ وَالْبَصَرُ وَالْاِرَادَۃُ یعنی صفت ذاتی بے موت کے زندگی ہے اور قدرت ہر چیز پر اور جاننا ہر چیز کا اور سننا اور دیکھنا پر کان آنکھ کے سوا اور ارادہ قدیم +

صفت فعلی

وَاَمَّا الْفِعْلِیَّۃُ فَالتَّخْلِیْقُ وَالتَّرْزِیْقُ وَالْاِنْشَاءُ وَالْاِبْدَاءُ وَالصُّنْعُ یعنی لیکن

صفت فعلی (یعنی صفت فعل) وہ ہے کہ اسکی ضد اللہ میں پائی جائے جیسے غضب کہ اس کی ضد رحمت اللہ میں پائی جاتی ہے۔ اور ذاتی وہ کہ اسکی ضد اللہ میں نہ پائی جائے جیسے علم کہ ضد اسکی جہل ہے اللہ میں نہیں پائی جاتی۔ فتاویٰ ظہیریہ میں لکھا ہے کہ جو کوئی قسم کھاوے صفت فعلی پر اللہ کے تو وہ شرعاً قسم نہیں ہے جیسے قسم اللہ کے غضب کی۔ اور اگر قسم کھائے صفت ذاتی پر وہ شرعاً قسم ہوجاتی ہے۔ جیسے کہے وَعِزَّةِ اللّٰهِ قسم ہے اللہ کی عزت کی)۔ سو پیدا کرنا مخلوق کا اور روزی دینا اور پیدا کرنا اور ایجاد کرنا اور از سر نو پیدا کرنا۔ (یعنی تخلیق انشا صنع سب کے سب معنی پیدا کرنا اس چیز کا جو پہلے نہ تھی اس کی اور مثال ہو یا نہ ہو۔ اور ابداع کہتے ہیں پیدا کرنا ایسی چیز کا کہ اس کے پہلے کوئی مثال نہ ہو) +

(تتمہ) وَغَيْرُ ذٰلِكَ مِنْ صِفَاتِ الْفِعْلِ لَمْ يَزَلْ وَلَا يَزَالُ بِصِفَاتِهٖ وَاَسْمَائِهٖ لَمْ تَحْدُثْ لَهٗ صِفَةٌ وَلَا اِسْمٌ لَمْ يَزَلْ عَالِمًا بِعِلْمِهٖ وَالْعِلْمُ صِفَةٌ فِي الْاَزَلِ وَقَادِرًا بِقُدْرَتِهٖ وَالْقُدْرَةُ صِفَةٌ فِي الْاَزَلِ وَخَالِقًا بِتَخْلِيْقِهٖ وَالتَّخْلِيْقُ صِفَةٌ فِي الْاَزَلِ وَفَاعِلًا بِفِعْلِهٖ وَالْفِعْلُ صِفَةٌ فِي الْاَزَلِ وَالْفَاعِلُ هُوَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَالْمَفْعُوْلُ مَخْلُوْقٌ وَفِعْلُ اللّٰهِ تَعَالٰى غَيْرُ مَخْلُوْقٍ وَصِفَاتُهٗ فِي الْاَزَلِ غَيْرُ مُحْدَثَةٍ وَّمَخْلُوْقَةٍ۔ یعنی اور سوا ان کے جو صفتیں فعلی ہیں وہ اپنی صفتوں اور ناموں کے ساتھ ازلی ہے۔ ابتدا نہیں نہ کوئی صفت اس کی نو پیدا ہے۔ نہ کوئی نام اس کا ہمیشہ سے وہ جانتا ہے اپنے علم سے اور علم اسکی صفت ہے قدیم سے اور ہمیشہ وہ قادر ہے ساتھ قدرت اپنی کے۔ وہ اسکی صفت قدیمی ہے اور ہمیشہ وہ پیدا کرنے والا ہے ساتھ اپنے پیدا کرنے کے۔ اور پیدا کرنا اس کی صفت ازلی ہے۔ اور کام کرنے والا ہے اور کام کرنا اس کی صفت ازلی ہے۔ (یعنی فعل یعنی تخلیق) اور پیدا کرنے والا سب کا اللہ تعالیٰ ہے۔ اور فعل کا اثر مخلوق ہے اور فعل اللہ تعالیٰ کا قدیم ہے اور صفتیں اس کی ازلی ہیں۔ نو پیدا اور مخلوق نہیں۔ (یعنی محدث اور مخلوق کے ایک ہی معنی ہیں) +

صفتوں کا مخلوق نہ ہونا وَمَنْ قَالَ اَنَّهَا مَخْلُوْقَةٌ اَوْ مُحْدَثَةٌ اَوْ وَقَفَ وَشَكَّ فِيْهَا فَهُوَ كَافِرٌ بِاللّٰهِ تَعَالٰى یعنی اور جو کہے کہ اس کی صفتیں مخلوق ہیں یا نو پیدا یا توقف اور شک کرے۔ (یعنی توقف

یہ ہے کہ بالفعل قدیم حادث بالکل کچھ نہ کہے آگے کے سمجھ لینے پر موقوف رکھے اور شک یہ کہ یقیناً قدیم ہونے کا نہ کرے خواہ دونوں طرفوں کا علم برابر ہو یا نہ ہو) وہ کافر منکر ہے خدا تعالےٰ کا +

صفت قرآن

وَالْقُرْاٰنُ كَلَامُ اللّٰهِ تَعَالٰى فِي الْمَصَاحِفِ مَكْتُوْبٌ وَفِي الْقُلُوْبِ مَحْفُوْظٌ وَعَلَى الْاَلْسِنَةِ مَقْرُوْءٌ وَعَلَى النَّبِيِّ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ مُنَزَّلٌ وَلَفْظُنَا بِالْقُرْاٰنِ مَخْلُوْقٌ وَكِتَابَتُنَا لَهٗ مَخْلُوْقٌ وَقِرَاءَتُنَا لَهٗ مَخْلُوْقٌ یعنی اور قرآن کلام اللہ تعالےٰ کا ہے مصحفوں میں لکھا ہوا۔ اور دلوں میں یاد۔ اور زبانوں پر پڑھا گیا۔ اور پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اتارا گیا۔ اور ادا کرنا ہمارا قرآن کو لفظوں سے مخلوق ہے اور لکھنا ہمارا اُس کو اور پڑھنا ہمارا اُس کو مخلوق ہے۔ (یعنی لفظ اور قرءت دونوں کے ایک معنی ہیں پر مراد لفظ سے یہاں زبان سے پڑھنا ہے اور قرءت سے خیال کرنا دل میں) +

[illegible]

وَمَا ذَكَرَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى فِي الْقُرْاٰنِ عَنْ مُوْسٰى وَغَيْرِهٖ مِنَ الْاَنْبِيَاءِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ وَعَنْ فِرْعَوْنَ وَاِبْلِيْسَ فَاِنَّ ذٰلِكَ كُلَّهٗ كَلَامُ اللّٰهِ تَعَالٰى اِخْبَارًا عَنْهُمْ وَكَلَامُ اللّٰهِ تَعَالٰى غَيْرُ مَخْلُوْقٍ وَكَلَامُ مُوْسٰى وَغَيْرِهٖ مِنَ الْمَخْلُوْقِيْنَ مَخْلُوْقٌ وَالْقُرْاٰنُ كَلَامُ اللّٰهِ تَعَالٰى لَا كَلَامُهُمْ یعنی اور جو ذکر کیا ہے اللہ تعالیٰ نے قرآن میں حضرت موسیٰ اور اُن کے سوا انبیاء علیہم السلام اور فرعون اور شیطان کے احوال سے یہ سب کلام اللہ تعالیٰ کا ہے خبر دیتا ہے اُن سے۔ اور کلام خدائے تعالےٰ کا مخلوق نہیں۔ اور کلام حضرت موسیٰ علیہ السلام اور مخلوقات کا مخلوق ہے۔ اور قرآن کلام اللہ تعالےٰ کا ہے نہ کلام اُنکا +

[illegible]

وَسَمِعَ مُوْسٰى كَلَامَ اللّٰهِ كَمَا فِي قَوْلِهٖ تَعَالٰى وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا وَقَدْ كَانَ اللّٰهُ مُتَكَلِّمًا وَلَمْ يَكُنْ كَلَّمَ مُوْسٰى یعنی اور سنا ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کلام خدا تعالیٰ کا۔ جیسا خدا کے قول میں ہے۔ اور بات کی اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے۔ اور بیشک متکلم تھا اللہ تعالےٰ اُس حال میں کہ نہیں بات کی تھی حضرت موسیٰ علیہ السلام سے +

خدا تعالےٰ کا پیدا کرنے سے پہلے خالق ہونا

وَقَدْ كَانَ اللّٰهُ تَعَالٰى خَالِقًا فِي الْاَزَلِ وَلَمْ يَخْلُقِ الْخَلْقَ یعنی اور بیشک اللہ تعالےٰ خالق تھا ازل میں اور ابھی نہیں پیدا کیا تھا خلق کو +

اللہ تعالیٰ کی کلام اور مخلوق کی کلام میں فرق

فَلَمَّا کَلَّمَ اللّٰہُ مُوْسٰی کَلَّمَہٗ بِکَلَامِہِ الَّذِیْ ھُوَ لَہٗ صِفَۃٌ فِی الْاَزَلِ وَصِفَاتُہٗ کُلُّھَا بِخِلَافِ صِفَاتِ الْمَخْلُوْقِیْنَ یعنی پھر جب کلام کیا اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے کلام کیا اس کلام کے ساتھ جو اسکی صفت ازلی ہے۔ اور اسکی سب صفتیں برخلاف صفتوں مخلوقات کے ہیں +

اللہ تعالیٰ کی صفات اور ہماری صفات میں فرق

یَعْلَمُ لَا کَعِلْمِنَا وَیَقْدِرُ لَا کَقُدْرَتِنَا وَیَرٰی لَا کَرُؤْیَتِنَا وَیَتَکَلَّمُ لَا کَکَلَامِنَا وَیَسْمَعُ لَا کَسَمْعِنَا یعنی جانتا ہے پر وہ ہمارا سا علم نہیں اور قدرت رکھتا ہے نہ ہمارے سی قدرت۔ اور دیکھتا ہے نہ ہمارا سا دیکھنا اور کلام کرتا ہے نہ ہمارا سا کلام کرنا اور سنتا ہے نہ ہمارا سا سننا +

اللہ تعالیٰ کی کلام کے آلات اور ہمارے آلات میں فرق

نَحْنُ نَتَکَلَّمُ بِالْاٰلَاتِ وَالْحُرُوْفِ وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ یَتَکَلَّمُ بِلَا اٰلَۃٍ وَّحُرُوْفٍ وَّالْحُرُوْفُ مَخْلُوْقَۃٌ وَّکَلَامُ اللّٰہِ تَعَالٰی غَیْرُ مَخْلُوْقٍ یعنی ہم کلام کرتے ہیں ساتھ آلات کے اور حروف کے (یعنی اسباب جیسے زبان منہ۔ دانت) اور اللہ پاک کلام کرتا ہے بغیر اسباب اور حروف کے۔ اور حروف مخلوق ہیں۔ اور کلام اللہ تعالیٰ کا مخلوق نہیں +

اللہ تعالیٰ کا جوہر۔ عرض اور جسم وغیرہ سے خالی ہونا۔

وَھُوَ شَیْءٌ لَا کَالْاَشْیَآءِ وَمَعْنَی الشَّیْءِ اِثْبَاتُہٗ بِلَا جِسْمٍ وَّلَا جَوْھَرٍ وَّلَا عَرَضٍ وَّلَا حَدَّ لَہٗ یعنی اور وہ شئے ہے نہ اور چیزوں کی طرح (یعنی نہ اور چیزوں کی طرح کہ جسم سے خالی نہیں ہوتیں پس اگلا قول بلا جسم اس کا بیان ہے) اور شئے کے معنی موجود کے ہیں بغیر جسم کے اور نہ جوہر ہے اور نہ عرض (جوہر کہتے ہیں جو اپنے آپ کسی جگہ میں قرار پکڑے۔ اور عرض اسمیں پایا جاتا ہے جیسے کپڑا کہ اسمیں سفیدی پائی جاتی ہے۔ عرض وہ چیز کہ غیر میں ہو کر کسی جگہ میں قرار پکڑے جیسے سفیدی کپڑے میں) اور نہ کوئی اس کی حد ہے (حد کے دو معنی ہیں۔ ایک نہایت یعنی وہ نہایت نہیں رکھتا کہ وہ جسم میں ہوتی ہے۔ دوسری حقیقت کہ کئی جزء سے پوری ہو یعنی اس کا جزو نہیں تو اس کی حد اور حقیقت نہیں) +

اللہ تعالیٰ کا شریک اور مثل نہ ہونا وَلَا ضِدَّ لَہٗ وَلَا نِدَّ لَہٗ وَلَا مِثْلَ لَہٗ یعنی نہ کوئی اُسکا جھگڑالو ہے اور نہ شریک اُس کا اور نہ کوئی اُس کی مانند +

اللہ تعالیٰ کے ہاتھ منہ اور نفس کا مطلب وَلَہٗ یَدٌ وَّ وَجْہٌ وَّنَفْسٌ کَمَا ذَکَرَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی فِی الْقُرْاٰنِ فَھُوَ صِفَاتٌ بِلَا کَیْفٍ وَّلَا یُقَالُ اِنَّ یَدَہٗ قُدْرَتُہٗ اَوْ نِعْمَتُہٗ لِاَنَّ فِیْہِ اِبْطَالَ الصِّفَۃِ وَھُوَ قَوْلُ اَھْلِ الْقَدَرِ وَالْاِعْتِزَالِ وَلٰکِنْ یَدُہٗ صِفَۃٌ بِلَا کَیْفٍ غَضَبُہٗ وَرِضَاہُ صِفَتَانِ بِلَا کَیْفٍ یعنی اور اُس کے لئے ہاتھ اور مُنہ اور نفس ہے جیسا کہ ذکر کیا ہے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں (یعنی یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ اللہ کا ہاتھ اُن کے ہاتھ کے اوپر ہے وَیَبْقٰی وَجْہُ رَبِّکَ اور باقی رہیگی ذات پروردگار تیرے کی اور تَعْلَمُ مَا فِیْ نَفْسِیْ وَلَا اَعْلَمُ مَا فِیْ نَفْسِکَ یعنی جانتا ہے تو جو میرے جی میں ہے اور نہیں جانتا ہوں میں جو تیرے نفس میں ہے) پس یہ صفتیں ہیں اور کیفیت اُن کی معلوم نہیں اور نہ کوئی کہے کہ ہاتھ سے قدرت یا نعمت مُراد ہے کیونکہ اسمیں تو اُس کی صفت باطل ہوتی ہے (یعنی حقیقت میں اُس کے ہاتھ اور مُنہ اور نفس ہیں لیکن جیسے وہ نرالا ہے ایسے وہ بھی ہیں نہ ہمارے جیسے) اور یہ قول قدریوں اور معتزلیوں کا ہے. ہاتھ اُس کا جو اُس کی صفت ہے معلوم نہیں کیونکر ہے غضب اور رضامندی اُس کی دونوں صفتیں ہیں معلوم نہیں کیسی ہیں +

اشیاء کا پیدا ہونا خَلَقَ اللّٰہُ تَعَالٰی الْاَشْیَآءَ لَا مِنْ شَیْءٍ وَّکَانَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَالِمًا فِی الْاَزَلِ بِالْاَشْیَآءِ قَبْلَ کَوْنِھَا وَھُوَ الَّذِیْ قَدَّرَ الْاَشْیَآءَ وَقَضَاھَا وَلَا یَکُوْنُ فِی الدُّنْیَا وَلَا فِی الْاٰخِرَۃِ شَیْءٌ اِلَّا بِمَشِیَّتِہٖ وَعِلْمِہٖ وَقَضَآئِہٖ وَقَدَرِہٖ وَکَتْبِہٖ فِی اللَّوْحِ الْمَحْفُوْظِ لٰکِنْ کَتَبَہٗ بِالْوَصْفِ لَا بِالْحُکْمِ یعنی پیدا کیا اللہ تعالیٰ نے ساری چیزوں کو نہ کسی چیز سے اور ہے اللہ تعالیٰ جاننے والا قدیم سے سب چیزوں کو پہلے ان کے پیدا ہونے سے اور وہ ذات پاک ہے کہ مقدر کیا اُس نے سب چیز کو اور محکوم کیا اپنا اور نہیں ہوتی ہے کوئی چیز دنیا میں اور نہ آخرت میں بغیر اُس کے ارادے اور علم اور حکم اور تقدیر اور لکھنے اُس کے کے بیچ لوح محفوظ کے پر لکھنا اُس کا وصف کے ساتھ ہے نہ حکم کے۔ (کتب بالفتح کہتے ہیں لکھنے کو یعنی یوں لکھا کہ فلانا آدمی فلانی چیز پیدا کرے بھلائی کے

ان صفتوں کے ساتھ فلانے زمانے فلانے مکان میں اپنے اختیار سے کریگا اس طرح کہ حکم ہے فلانے پر زبردستی اس کام کے کرنے کا ۔

قضا و قدر وَالْقَضَاءُ وَالْقَدَرُ وَالْمَشِيَّةُ صِفَاتُهٗ فِي الْاَزَلِ بِلَا كَيْفٍ يَعْلَمُ اللّٰهُ تَعَالٰى الْمَعْدُوْمَ فِي حَالِ عَدَمِهٖ مَعْدُوْمًا وَيَعْلَمُ اَنَّهٗ كَيْفَ يَكُوْنُ اِذَا اَوْجَدَهٗ وَيَعْلَمُ اللّٰهُ تَعَالٰى الْمَوْجُوْدَ فِي حَالِ وُجُوْدِهٖ مَوْجُوْدًا وَيَعْلَمُ كَيْفَ يَكُوْنُ فَنَاؤُهٗ وَيَعْلَمُ اللّٰهُ تَعَالٰى الْقَائِمَ فِي حَالِ قِيَامِهٖ قَائِمًا فَاِذَا قَعَدَ فَقَدْ عَلِمَهٗ قَاعِدًا فِي حَالِ قُعُوْدِهٖ مِنْ غَيْرِ اَنْ يَتَغَيَّرَ عِلْمُهٗ اَوْ يَحْدُثَ لَهٗ عِلْمٌ وَلٰكِنَّ التَّغَيُّرَ وَالْاِخْتِلَافَ يَحْدُثُ عِنْدَ الْمَخْلُوْقِيْنَ یعنی اور قضا اور قدر اور مشیت انکی صفتیں قدیم میں پر کیفیت معلوم نہیں یعنی قضا اور قدر دو حکم ہیں ایک سے اجمالی مراد ہے دوسرے سے تفصیلی اور مشیت وہ ارادہ جو دونوں حکم کے ساتھ علاقہ رکھے جانتا ہے اللہ ناپیدا کو وقت ناپیدا ہونے کے ناپیدا۔ اور جانتا ہے جیسے ہوجائے گا جب پیدا کریگا۔ اور جانتا ہے اللہ تعالےٰ موجود کو ہونے کے وقت موجود۔ اور جانتا ہے کیونکر ناپیدا ہوگا۔ اور جانتا ہے اللہ تعالیٰ کھڑے کو کھڑے ہونے کے وقت میں کھڑا پھر جب وہ بیٹھے تو جان لیتا ہے اس کو بیٹھا بیٹھنے کے وقت پر علم اسکا نہیں بدلتا نہ نیا پیدا ہوتا ہے مگر بدلنا اور تغیر پیدا ہوتا ہے مخلوقات میں ۔

ایمان و کفر کی تخلیق خَلَقَ اللّٰهُ تَعَالٰى الْخَلْقَ سَلِيْمًا مِنَ الْكُفْرِ وَالْاِيْمَانِ ثُمَّ خَاطَبَهُمْ وَاَمَرَهُمْ وَنَهَاهُمْ فَكَفَرَ مَنْ كَفَرَ بِفِعْلِهٖ وَاِنْكَارِهٖ وَجُحُوْدِهٖ بِخِذْلَانِ اللّٰهِ اِيَّاهُ وَاٰمَنَ مَنْ اٰمَنَ بِفِعْلِهٖ وَاِقْرَارِهٖ وَتَصْدِيْقِهٖ بِتَوْفِيْقِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَنُصْرَتِهٖ لَهٗ اَخْرَجَ ذُرِّيَّةَ اٰدَمَ مِنْ صُلْبِهٖ فَجَعَلَهُمْ عُقَلَاءَ فَخَاطَبَهُمْ وَاَمَرَهُمْ وَنَهَاهُمْ فَاَقَرُّوْا لَهٗ بِالرُّبُوْبِيَّةِ فَكَانَ ذٰلِكَ مِنْهُمْ اِيْمَانًا فَهُمْ يُوْلَدُوْنَ عَلٰى تِلْكَ الْفِطْرَةِ وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَقَدْ بَدَّلَ وَغَيَّرَ وَمَنْ اٰمَنَ وَصَدَّقَ فَقَدْ ثَبَتَ عَلَيْهِ وَدَاوَمَ وَلَمْ يُجْبِرْ اَحَدًا مِنْ خَلْقِهٖ عَلَى الْكُفْرِ وَلَا عَلَى الْاِيْمَانِ وَلَا خَلَقَهُمْ مُؤْمِنًا وَلَا كَافِرًا وَلٰكِنْ خَلَقَهُمْ اَشْخَاصًا وَالْاِيْمَانُ وَالْكُفْرُ فِعْلُ الْعِبَادِ يَعْلَمُ اللّٰهُ تَعَالٰى مَنْ يَكْفُرُ فِي حَالِ كُفْرِهٖ كَافِرًا فَاِذَا اٰمَنَ بَعْدَ ذٰلِكَ عَلِمَهٗ مُؤْمِنًا فِي حَالِ اِيْمَانِهٖ وَاَحَبَّهٗ مِنْ غَيْرِ اَنْ

يَتَغَيَّرُ عِلْمُهُ وَصِفَتُهُ وَجَمِيعُ أَفْعَالِ الْعِبَادِ مِنَ الْحَرَكَةِ وَالسُّكُونِ كَسْبُهُمْ عَلَى الْحَقِيقَةِ وَاللّٰهُ
تَعَالٰى خَلَقَهَا وَهِيَ كُلُّهَا بِمَشِيَّتِهِ وَعِلْمِهِ وَقَضَائِهِ وَقَدَرِهِ وَالطَّاعَاتُ كُلُّهَا مَا كَانَتْ وَاجِبَةً
بِأَمْرِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَبِمَحَبَّتِهِ وَبِرِضَائِهِ وَمَشِيَّتِهِ وَقَضَائِهِ وَتَقْدِيرِهِ وَالْمَعَاصِيْ كُلُّهَا بِعِلْمِهِ وَ
قَضَائِهِ وَتَقْدِيرِهِ وَمَشِيَّتِهِ لَا بِمَحَبَّتِهِ وَلَا بِرِضَائِهِ وَلَا بِأَمْرِهِ یعنی پیدا کی اللہ تعالیٰ نے ساری
خلقت خالی کفر اور ایمان سے۔ پھر خطاب کیا اور حکم کیا انکو اور منع کیا پھر نہ مانا کافر نے اپنے اختیار
اور انکار سے اور انکار کرنے سے (یعنی جحود کہتے ہیں دیدہ و دانستہ انکار کرنے کو) بسبب چھوڑنے اللہ
کے اسکو (خذلان بالکسر مدد کرنا اور توفیق نہ دینا اس سے معلوم ہوا کہ خذلان ضد ہے توفیق کی) اور مومن
ہوا جو ایمان لایا ہے اپنے اختیار سے اور اقرار زبانی اور دل میں مان لینے سے بسبب توفیق اللہ کے اور
اُس کے مدد دینے کے اُس کو نکالا اُس نے اولاد آدم کو اُس کی پشت سے چیونٹیوں کی شکل پھر اُن کو
عقل دی اور خطاب اور حکم کیا اُن کو بھلائی کا اور منع کیا بُرائی سے۔ پھر اقرار کیا انہوں نے اُسکے
پروردگار ہونے کا پس ہوا یہ اُن سے ایمان۔ پیدا کئے جاتے ہیں اسی ایمان پر (یعنی میثاق کے دن اللہ
تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی پیٹھ سے اولاد اُس کی کو چیونٹیوں کی شکل نکال کر پوچھا۔ کیا میں تمہارا
رب نہیں ہوں؟ انہوں نے اقرار کیا۔ یہی اُن کا ایمان تھا اب جو پیدا ہوتا ہے اسی ایمان پر) اور جو کافر
ہو جاتا ہے اُس کے پیچھے وہ بدل ڈالتا ہے ایمان کو۔ اور جو ایمان لاتا ہے اور تصدیق کرتا ہے پس تحقیق
وہ ثابت رہتا ہے اپنے اقرار پر۔ اور نہیں زبردستی کرتا کسی کو کفر پر اور نہ ایمان پر۔ اور نہیں پیدا کیا اُن
کو مسلمان اور نہ کافر پر پیدا کیا اُن کو شخص شخص اور ایمان اور کفر بندوں کا کام ہے جانتا ہے اللہ تعالیٰ
کافر کو کفر کی حالت میں کافر پھر جب وہ ایمان لاتا ہے جان لیتا ہے اُس کو مومن ایمان لانے کیوقت
اور دوست رکھتا ہے اس کو بِپر علم اور صفت اُس کی بدلتی نہیں۔ اور سب کام بندوں کے حرکت اور
سکون سے کئے ہوئے ہیں انہیں کے حقیقۃً۔ اور اللہ تعالیٰ نے اُن کو پیدا کیا ہے۔ اور یہ سب کام اللہ
کے ارادہ اور علم اور حکم اور تقدیر سے ہیں۔ اور سب عبادتیں تھوڑی یا بہت ثابت ہیں اللہ کے امر سے
اور اُس کی محبت اور خوشنودی سے (یعنی امر سے جیسے قول اللہ تعالیٰ کا أَطِيعُوا اللّٰهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

محبت سے جیسے قول اللہ تعالےٰ کا اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ رضا سے جیسے قول اس کا رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمْ اور ارادہ اور حکم اور تقدیر سے اور سب گناہ اُس کے علم اور حکم اور تقدیر اور ارادہ سے ہیں نہ محبت اور خوشنودی اور امر سے +

انبیاء کا معصوم ہونا وَالْاَنْبِیَآءُ عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ کُلُّھُمْ مُنَزَّھُوْنَ عَنِ الصَّغَآئِرِ وَ الْکَبَآئِرِ وَالْکُفْرِ وَالْقَبَآئِحِ وَکَانَتْ مِنْہُمْ زَلَّاتٌ وَّخَطِیْئَاتٌ یعنی اور سارے نبی اُن پر درود اور سلام سب پاک ہیں گناہوں صغیرہ اور کبیرہ اور کُفر اور بُرائیوں سے اور ہوئی ہیں اُن سے لغزشیں اور خطائیں (یعنی لغزش جیسے آدمؑ نے گیہوں کھایا اس خیال سے کہ درخت خاص کے کھانے کو منع کیا ہے مطلق گیہوں کو نہیں۔ یا اس خیال سے کہ فرشتہ ہونے اور ہمیشہ رہنے کے لئے جنت میں منع ہے مطلق کھانا منع نہیں جیسے شیطان نے بہکایا تھا۔ اور خطا جیسے موسیٰؑ نے گھونسا مارا ایک کو فرعون کی قوم سے وہ مرگیا +

پیغمبر عرب کی تعریف وَمُحَمَّدٌ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ حَبِیْبُہٗ وَعَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ وَنَبِیُّہٗ وَصَفِیُّہٗ وَنَقِیُّہٗ وَلَمْ یَعْبُدِ الصَّنَمَ وَلَمْ یُشْرِكْ بِاللّٰہِ تَعَالٰی طَرْفَۃَ عَیْنٍ وَلَمْ یَرْتَکِبْ صَغِیْرَۃً وَّلَا کَبِیْرَۃً قَطُّ یعنی اور محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام دوست اُس کے اور بندے اور رسول اور نبی اور مختار اور پاک کئے ہوئے اُس کے ہیں اُنہوں نے کبھی بُت کی پوجا نہیں کی اور نہ شرک کیا ساتھ اللہ تعالےٰ کے ایک پلک مارنے تک اور کبھی گناہ صغیرہ اور کبیرہ نہیں کیا +

صحابہ کبار کی تعریف اَفْضَلُ النَّاسِ بَعْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اَبُوْبَکْرِ نِ الصِّدِّیْقُ ثُمَّ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ الْفَارُوْقُ ثُمَّ عُثْمَانُ ذُوالنُّوْرَیْنِ ثُمَّ عَلِیُّ بْنُ اَبِیْ طَالِبٍ رِضْوَانُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْنَ کَانُوْا عَابِدِیْنَ عَلَی الْحَقِّ وَمَعَ الْحَقِّ نَتَوَلّٰھُمْ جَمِیْعًا وَّلَا نَذْکُرُ اَحَدًا مِّنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰہِ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ اِلَّا بِخَیْرٍ یعنی بہتر سب آدمیوں سے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ابوبکرؓ (یعنی حضرتؐ نے فرمایا سورج نہیں نکلا اور نہ ڈوبا بعد پیغمبروں اور رسولوں کے ابوبکرؓ سے افضل پر بعد انبیاء کے اصدیق ہیں۔ (تفسیر کبیر میں لکھا ہے جب صدیقؓ نے قصہ معراج کا سُن کر کہا

اَشْھَدُ اَنَّکَ رَسُوْلُ اللّٰہِ حَقًّا فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ آلہ وسلم نے اَشْھَدُ اَنَّکَ صِدِّیْقٌ حَقًّا
تب ہی سے اُن کا نام صدیق ہوا پھر عمر بن خطاب فاروق رضؓ (ابن عباس رضہم روایت ہے کہ ایک یہودی
اور منافق حضرتؐ کے پاس جھگڑتے آئے حضرتؐ نے حق بتایا یہودی کا منافق نے کہا میں عمرؓ کو حاکم بناتا ہوں۔
جب اُن کے پاس آئے تو یہودی نے کہا حضرت صلی اللہ علیہ آلہ وسلم نے میرا حق بتایا یہ ناراض ہو کر تمہارے
پاس آیا ہے۔ حضرت عمرؓ نے منافق سے پوچھا۔ اُس نے اقرار کیا۔ تب اُنہوں نے کہا ٹھیرو گھر سے ہو کر آتا ہوں
گھر سے تلوار لے کر آئے اور منافق کا سر کاٹ دیا اور کہا یہ اُس شخص کا حال ہے جو خدا اور رسول کا انصاف
کیا ہوا نہ مانے۔ جبریل علیہ السلام نے کہا عمرؓ نے خوب جدا کیا حق کو باطل سے۔ اُس روز سے اُن کا نام فاروق ہوا
(فاروق کے معنی بہت فرق کرنے والا) پھر عثمان ذی النورین (یعنے ذو النور دو نور والے۔ وہ دو نور
حضرتؐ کی صاحبزادیاں رقیہ اور ام کلثوم تھیں کہ اُن کو منسوب ہوئیں۔ جب وہ مریں حضرتؐ نے فرمایا اگر تیسری
ہوتی تو میں اُسی کے ساتھ نکاح کر دیتا) پھر علی بن ابی طالب خوشنود ہو جیو اللہ تعالےٰ اُن سب سے۔ تھے
عبادت کرنے والے حق پر اور حق کے ساتھ (یعنی بعضے نسخوں میں عابرین ہے یعنی گذرنے والے تھے حق پر
اور ثابت رہنے والے تھے حق کے ساتھ ہمیشہ) دوستی رکھتے ہیں ہم سب سے اور نہیں یاد کرتے ہم کسی کو صحابۂ
رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سے مگر ساتھ نیکی کے +

مسلمان کا گناہوں کے سبب کافر نہ ہونا

وَلَا نُکَفِّرُ مُسْلِمًا بِذَنْبٍ مِّنَ الذُّنُوْبِ وَاِنْ کَانَتْ کَبِیْرَۃً اِذَا لَمْ یَسْتَحِلَّھَا وَلَا نُزِیْلُ عَنْہُ اسْمَ الْاِیْمَانِ وَنُسَمِّیْہِ مُؤْمِنًا حَقِیْقَۃً وَیَجُوْزُ اَنْ یَّکُوْنَ مُؤْمِنًا فَاسِقًا غَیْرَ کَافِرٍ یعنی اور نہیں کافر ٹھیراتے ہم کسی مسلمان کو گناہ کے سبب سے
گناہوں سے اگرچہ کبیرہ ہو جب تک اُس کو حلال نہ جانے۔ اور نہیں دور کرتے ہم اُس سے ایمان کا نام اور
نام رکھتے ہیں ہم اُس کا مسلمان حقیقۃً اور ہو سکتا ہے کہ کوئی مسلمان گناہ کبیرہ کرے اور کافر نہ ہو +

مسلمان کا گناہوں کے سبب دوزخ میں جانے یا نہ جانے کا حکم

وَالْمَسْحُ عَلَی الْخُفَّیْنِ سُنَّۃٌ وَالصَّلٰوۃُ خَلْفَ کُلِّ بَرٍّ وَّ فَاجِرٍ مِّنَ الْمُؤْمِنِیْنَ جَائِزَۃٌ وَلَا نَقُوْلُ اِنَّ الْمُؤْمِنَ لَا یَضُرُّہُ الذُّنُوْبُ وَلَا نَقُوْلُ اِنَّہٗ لَا یَدْخُلُ النَّارَ وَلَا نَقُوْلُ اِنَّہٗ یُخَلَّدُ فِیْھَا وَاِنْ کَانَ فَاسِقًا بَعْدَ

اَنْ یَّخْرُجَ مِنَ الدُّنْیَا مُؤْمِنًا وَّلَانَقُوْلُ حَسَنَاتُنَا مَقْبُوْلَۃٌ وَّسَیِّئَاتُنَا مَغْفُوْرَۃٌ کَقَوْلِ الْمُرْجِیَۃِ وَ
لٰکِنْ نَقُوْلُ مَنْ عَمِلَ عَمَلًا حَسَنًا بِجَمِیْعِ شَرَائِطِھَا خَالِیَۃً عَنِ الْعُیُوْبِ الْمُفْسِدَۃِ وَلَمْ یُبْطِلْھَا حَتّٰی
یَخْرُجَ مِنَ الدُّنْیَا مُؤْمِنًا فَاِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی لَایُضِیْعُھَا بَلْ یَقْبَلُھَا مِنْہُ وَیُثِیْبُہٗ عَلَیْھَا وَمَا کَانَ
مِنَ السَّیِّئَاتِ دُوْنَ الشِّرْکِ وَالْکُفْرِ وَلَمْ یَتُبْ عَنْھَا صَاحِبُھَا حَتّٰی مَاتَ مُؤْمِنًا فَاِنَّہٗ فِیْ
مَشِیَّۃِ اللّٰہِ اِنْ شَآءَ عَذَّبَہٗ وَاِنْ شَآءَ عَفَا عَنْہُ وَلَمْ یُعَذِّبْہُ بِالنَّارِ اَبَدًا وَالرِّیَآءُ اِذَا وَقَعَ
فِیْ عَمَلٍ مِّنَ الْاَعْمَالِ فَاِنَّہٗ یُبْطِلُ اَجْرَہٗ وَکَذَا الْعُجْبُ یعنی اور مسح کرنا موزوں پر سنت ہے۔ اور نماز پڑھنا
پیچھے ہر نیک و بد مسلمان کے روا ہے۔ اور یہ نہیں کہتے ہم کہ گناہ مسلمان کو ضرر نہیں کرتا۔ اور ہم نہیں کہتے
کہ وہ دوزخ میں نہیں جاوے گا۔ اور یہ نہیں کہتے ہم کہ وہ ہمیشہ رہے گا اس میں اگرچہ بدکار ہو ہو گیا ہو دنیا
سے مسلمان۔ اور ہم یہ نہیں کہتے کہ نیکیاں ہماری خواہ مخواہ مقبول۔ اور گناہ ہمارے معاف ہیں جیسے مرجیہ
کہتے ہیں۔ پر کہتے ہیں ہم جو نیک کام کرے گا ساتھ سب شرطوں کے۔ خالی تباہ کرنے والے عیبوں سے
اور نہ باطل کرے گا اس کو یہاں تک کہ جاوے گا دنیا سے مسلمان تو اللہ تعالیٰ نہیں ضائع کرے گا
اس کو۔ بلکہ قبول کرے گا اس سے اور جزا دے گا اس کو اس کے اوپر۔ اور جو گناہ چھوٹا ہو شرک اور کفر
سے اور اس سے توبہ نہ کی ہو کرنے والے مسلمان نے مرتے دم تک تو وہ اللہ کے ارادہ میں ہے چاہے
تو عذاب کرے اور چاہے بخشے۔ اور دوزخ میں نہ ڈالے گا اس کو ہمیشہ کے لئے۔ اور جب دکھاوا واقع
ہو کسی کام میں عبادات سے تو بیشک تباہ کرتا ہے اس کے ثواب کو۔ اور یہی حال ہے خود پسندی کا +

معجزہ اور کرامت وَالْاٰیَاتُ لِلْاَنْبِیَاءِ وَالْکَرَامَاتُ لِلْاَوْلِیَاءِ حَقٌّ وَاَمَّا الَّتِیْ تَکُوْنُ
لِاَعْدَآئِہٖ مِثْلُ اِبْلِیْسَ وَفِرْعَوْنَ وَالدَّجَّالِ کَمَا رُوِیَ فِی الْاَخْبَارِ اَنَّہٗ کَانَ وَیَکُوْنُ لَھُمْ فَلَا
نُسَمِّیْھَا اٰیَاتٍ وَّلَا کَرَامَاتٍ وَّلٰکِنْ نُسَمِّیْھَا قَضَآءَ حَاجَاتِھِمْ وَذٰلِکَ لِاَنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی یَقْضِیْ
حَاجَاتِ اَعْدَآئِہٖ اِسْتِدْرَاجًا لَّھُمْ وَعُقُوْبَۃً لَّھُمْ فَیَغْتَرُّوْنَ وَیَزْدَادُوْنَ طُغْیَانًا وَّکُفْرًا وَّذٰلِکَ
کُلُّہٗ جَائِزٌ وَّمُمْکِنٌ یعنی اور معجزے نبیوں کے اور کرامتیں ولیوں کی حق ہیں۔ اور وہ کام عادت کے برخلاف
جو اللہ کے دشمنوں سے ہوتے ہیں جیسے شیطان اور فرعون اور دجال چنانچہ حدیثوں میں آیا ہے کہ ہوتے ہیں

اور ہوں گے اُن کا نام ہم آیات اور کرامات نہیں رکھتے (یعنی خلاف عادت کی باتیں شیطان سے جیسے ایک دم بھر میں ساری زمین پر پھیلنا اور بہکانا سارے مشرق اور مغرب کے لوگوں کو ایک وقت میں اور آدمی کے بدن میں خون کی طرح دوڑنا اور فرعون سے جیسے جاری ہونا رود نیل کا اس کے حکم کے موافق اور ٹھیر جانا اُس کے گھوڑے کی ٹانگوں کا۔ اور گھٹ جانا چڑھتے اترتے وقت اُس کے قصر کا موافق خواہش کے اور دجال سے جیسے مارنا جلانا آدمیوں کا لیکن اُن کو قضاحاجات کہتے ہیں اور یہ اس لئے کہ اللہ تعالےٰ حاجت روائی کرتا ہے اپنے دشمنوں کی فریب دینے کے لئے دنیا میں اور عذاب کے لئے آخرت میں پھر وہ دھوکا کھاتے ہیں اور زیادہ سرکشی اور کفر کرتے ہیں (یعنی جیسے فرعون کا حال ہوا چنانچہ اس نے چارسو برس عیش کیا اور اُس کے باورچی خانہ کا ایک پیالہ ٹوٹا فائدہ بعضے نسخہ میں ہے عُتُوًّا وَّ كُفْرًا یعنی پھر وہ بڑھتے ہیں بُرائی میں اور کفر میں) اور یہ سب جائز ہیں اور عقل سے کچھ دور نہیں +

دیدار ذاتِ باری کی کیفیت وَكَانَ اللّٰهُ تَعَالٰى خَالِقًا قَبْلَ اَنْ يَّخْلُقَ وَرَازِقًا قَبْلَ اَنْ يَّرْزُقَ وَاللّٰهُ تَعَالٰى يُرٰى فِى الْاٰخِرَةِ وَيَرَاهُ الْمُؤْمِنُوْنَ وَهُمْ فِى الْجَنَّةِ بِاَعْيُنِ رُءُوْسِهِمْ بِلَا تَشْبِيْهٍ وَّلَا كَيْفِيَّةٍ وَّلَا يَكُوْنُ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ خَلْقِهٖ مَسَافَةٌ یعنی اور اللہ تعالےٰ صفت خالقیت کی پہلے پیدا کرنے خلق سے تھی اور رزاق تھا پہلے رزق دینے سے (یعنی جیسے آدمی میں صفت سخاوت کی ہے اگرچہ کوئی لینے والا نہو) اور اللہ تعالےٰ دیکھا جائے گا آخرت میں۔ اور دیکھیں گے اُس کو مسلمان بہشت میں سر کی آنکھوں سے بغیر تشبیہ کے (یعنی جسم اور صورت نہ ہوگی) اور کیفیت کے (یعنی جہت اور مکان میں مقابل ہو کر نظر نہیں آئیگا) اور نہ ہوگی اُس میں اور اُس کی خلق میں کچھ دوری +

تعریف ایمان وَالْاِيْمَانُ هُوَ الْاِقْرَارُ وَالتَّصْدِيْقُ وَاِيْمَانُ اَهْلِ السَّمَاۗءِ وَالْاَرْضِ لَا يَزِيْدُ وَلَا يَنْقُصُ وَالْمُؤْمِنُوْنَ مُسْتَوُوْنَ فِى الْاِيْمَانِ وَالتَّوْحِيْدِ مُتَفَاضِلُوْنَ فِى الْاَعْمَالِ وَالْاِسْلَامُ هُوَ التَّسْلِيْمُ وَالْاِنْقِيَادُ لِاَوَامِرِ اللّٰهِ تَعَالٰى فَمِنْ طَرِيْقِ اللُّغَةِ فَرْقٌ بَيْنَ الْاِيْمَانِ وَالْاِسْلَامِ

ایمان اور اسلام میں فرق وَلٰكِنْ لَّا يَكُوْنُ اِيْمَانٌ بِلَا اِسْلَامٍ وَّلَا يُوْجَدُ اِسْلَامٌ بِلَا اِيْمَانٍ فَهُمَا كَالظَّهْرِ مَعَ الْبَطْنِ وَالدِّيْنُ اِسْمٌ وَّاقِعٌ عَلَى الْاِيْمَانِ وَالْاِسْلَامِ وَالشَّرَاۗئِعِ كُلِّهَا نَعْرِفُ اللّٰهَ تَعَالٰى

حَقَّ مَعْرِفَتِهٖ كَمَا وَصَفَ نَفْسَهٗ فِيْ كِتَابِهٖ بِجَمِيْعِ صِفَاتِهٖ وَلَيْسَ يَقْدِرُ اَحَدٌ اَنْ يَّعْبُدَ اللّٰهَ تَعَالٰى حَقَّ عِبَادَتِهٖ كَمَا هُوَ لَهٗ وَلٰكِنَّهٗ يَعْبُدُ بِاَمْرِهٖ كَمَا اَمَرَ وَيَسْتَوِي الْمُؤْمِنُوْنَ كُلُّهُمْ فِي الْمَعْرِفَةِ وَالْيَقِيْنِ وَالتَّوَكُّلِ وَالْمَحَبَّةِ وَالرِّضَاءِ وَالْخَوْفِ وَالرَّجَاءِ وَالْاِيْمَانِ فِيْ ذٰلِكَ وَيَتَفَاوَتُوْنَ فِيْمَا دُوْنَ الْاِيْمَانِ فِيْ ذٰلِكَ كُلِّهٖ یعنی اور ایمان وہ اقرار کرنا زبان سے ہے۔ اور جی میں مان لینا۔ اور ایمان آسمان والوں اور زمین والوں کا نہ بڑھتا ہے اور نہ گھٹتا ہے۔ اور مسلمان سب برابر ہیں اصل ایمان اور وحدانیت میں یعنی اصل ایمان کم زیادہ نہیں ہوتا مگر مراتب بڑھتے گھٹتے ہیں۔ ایمان گویا بینائی ہے اور کفر نابینائی پس آنکھوں والے ہونے میں سب مسلمان برابر ہیں کوئی ناجتا نہیں (کم و بیش ہیں عمل کرنے میں۔ اور اسلام کہتے ہیں مان لینا دل میں۔ اور بجالانا حکموں اللہ کا ظاہر میں پس لغت کی راہ سے ایمان اور اسلام کے معنوں میں فرق ہے لغت میں ایمان کہتے ہیں جی میں یقین کرنے کو۔ اور اسلام کہتے ہیں حکم مان لینے کو خواہ جی سے یا زبان یا ہاتھ پاؤں سے یعنی اسلام عام ہے یہاں سے حق تعالیٰ فرماتا ہے قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰكِنْ قُوْلُوْا اَسْلَمْنَا یعنی اعراب بولے ہم ایمان لائے کہ تم ایمان نہیں لائے مگر زبان سے تم نے اقرار کیا مگر شرع میں ایمان بغیر اسلام کے نہیں ہوتا اور نہ پایا جاتا ہے اسلام بغیر ایمان کے۔ پس وہ دونوں گویا برابر استر میں ایک چیز کے۔ اور دین کہتے ہیں (یعنی شرع میں کہتے ہیں اقرار کرنا زبان سے اور دل سے مان لینا جیسا کہ وہ ہے ساتھ تمام ناموں اور صفتوں کے یہ بات اسمیں پائی جائے گی جو قبول کرے گا اللہ کے جملہ احکام بغیر تصدیق دل کے مقبول نہیں ہوتا) ایمان کو اور اسلام کو بھی اور سب شریعتوں کو بھی پہچانتے ہیں ہم اللہ تعالیٰ کو جیسا چاہئے ہم کو جس طرح پر بیان کیا ہے اللہ نے آپ کو اپنی کتاب میں ساتھ سب صفتوں کے یعنی اور وہ جو مشہور ہے مَا عَرَفْنَاكَ حَقَّ مَعْرِفَتِكَ یعنی نہیں پہچانا ہم نے تم کو جیسا چاہئے اس کے معنی یہ ہیں کہ تیری ذات حقیقتہً ہم کو معلوم نہیں) اور نہیں قدرت ہے کسی میں کہ عبادت کرے اللہ تعالیٰ کی جیسی کہ چاہئے جس عبادت کے وہ لائق ہے مگر وہ عبادت کرتا ہے اللہ کے حکم سے جیسا کہ اس کو حکم ہے۔ اور ہیں سب مسلمان علم اور یقین اور بھروسا کرنے اور محبت اور رضامندی اور خوف اور امید میں یعنی

معرفت سے مراد علم اُس کا ہے ساتھ اسماء اور صفات کے۔ اور یقین وہ علم ہے کہ جس میں جانب خلاف کا احتمال نہ ہو ایمان کی قوّت سے۔ اور توکّل اللہ ہی پر بھروسا کرنا۔ اور محبت سے مراد اللہ و رسول کی طاعت اور رضاء سے مراد پسند رکھنا تقدیر کو بھلائی ہو یا مصیبت۔ اور خوف سے مراد ڈرنا عذاب اور غضب اُسکے سے۔ اور رجا سے مراد شوق اُمّید دونوں لازم ملزوم ہیں۔ اگر رجا کے ساتھ خوف نہ ہو تو اُس کو امن کہتے ہیں۔ اگر خوف کے ساتھ رجا نہ ہو تو اُس کو یاس کہتے ہیں) اور ایمان میں بیچ برابر ہونے ان چیزوں کے (یعنی سب مسلمان اس اعتقاد میں برابر ہیں معرفت یقین توکّل وغیرہ میں) اور کم اور زائد ہوتے ہیں (مثلاً کسی میں کم توکّل ہے کسی میں زائد مگر اصل ایمان میں سب برابر ہیں) لوگ سوا ایمان کے ان سب چیزوں میں *

ثواب و عذاب گنہگاراں وَاللّٰہُ تَعَالٰی مُتَفَضِّلٌ عِبَادِہٖ عَادِلٌ قَدْ یُؤْتِیْ مِنَ الثَّوَابِ أَضْعَافَ مَا یَسْتَوْجِبُہُ الْعَبْدُ تَفَضُّلًا مِّنْہُ وَقَدْ یُعَاقِبُ عَلَی الذَّنْبِ عَدْلًا مِّنْہُ وَقَدْ یَعْفُوْا فَضْلًا مِّنْہُ یعنی اور اللہ تعالٰے فضل والا ہے اپنے بندوں پر منصف ہے کبھی دیتا ہے دوگنا چوگنا ثواب بندے کے حق سے اپنے فضل سے۔ اور کبھی عذاب کرتا ہے گناہ پر اپنے انصاف سے۔ اور کبھی بخشتا ہے اپنے فضل سے *

شفاعت گنہگاراں وَشَفَاعَۃُ الْاَنْبِیَاءِ عَلَیْہِمُ السَّلَامُ حَقٌّ وَشَفَاعَۃُ النَّبِیِّ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ لِلْمُؤْمِنِیْنَ الْمُذْنِبِیْنَ وَلِاَہْلِ الْکَبَائِرِ مِنْہُمُ الْمُسْتَوْجِبِیْنَ الْعِقَابَ حَقٌّ یعنی اور بخشوانا نبیوں علیہم السلام کا قیامت میں برحق ہے۔ اور بخشوانا ہمارے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کا گنہگار مومنوں کو اور گناہ کبیرہ کرنے والے مسلمانوں کو جو لایق عذاب کے ہیں حق ہے *

اعمال کا تولنا اور حوض کوثر کا برحق ہونا وَوَزْنُ الْاَعْمَالِ بِالْمِیْزَانِ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ حَقٌّ وَحَوْضُ النَّبِیِّ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ حَقٌّ وَالْقِصَاصُ فِیْ مَا بَیْنَ الْخُصُوْمَۃِ بِالْحَسَنَاتِ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ حَقٌّ وَاِنْ لَّمْ یَکُنْ لَّہُمُ الْحَسَنَاتُ فَطَرْحُ السَّیِّئَاتِ عَلَیْہِمْ حَقٌّ جَائِزٌ یعنی اور تولنا اعمال کا ترازو میں قیامت کے دن حق ہے۔ اور حوض کوثر پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے حق ہے (یعنی حدیث شریف میں آیا ہے۔ میرا حوض مہینے کی راہ کا ہے کنارے اُس کے برابر ہیں پانی دودھ سے زیادہ

سفید ہے خوشبو اُس کی مشک سے بہتر ہے کوزے اُس کے جیسے آسمان کے تارے جو پئے کبھی پیاسا نہ ہو، اور بدلہ جھگڑنے والے لوگوں میں نیکیوں کے ساتھ قیامت میں حق ہے۔ پھر اگر اُن کی نہ ہونگی نیکیاں تو بُرائیوں کا اُن پر پڑنا حق ہے اور جائز یعنی حدیث شریف میں آیا ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ آلہ وسلم نے فرمایا جس پر حق العبد ہو وہ آج بخشوالے پہلے اس سے کہ اسکے پاس درم دینار نہ رہیں کہ قیامت میں اگر نیکیاں والا ہے تو بندہ کے حق کے عوض اس کی نیکیاں دلائی جائیں گی۔ اور اگر اسکے پاس نیکیاں نہیں ہیں تو حق والے کی بُرائیاں اُس کے سر ڈالی جائیں گی پھر دوزخ میں ڈالا جائے گا۔

بہشت اور دوزخ کا مخلوق ہونا وَالْجَنَّةُ وَالنَّارُ مَخْلُوْقَتَانِ الْيَوْمَ لَا تَفْنِيَانِ اَبَدًا وَّلَا تَمُوْتُ الْحُوْرُ الْعِيْنُ اَبَدًا وَّلَا يَفْنٰى عِقَابُ اللّٰهِ تَعَالٰى وَلَا ثَوَابُهٗ سَرْمَدًا وَاللّٰهُ تَعَالٰى يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ فَضْلًا مِّنْهُ وَيُضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ عَدْلًا مِّنْهُ وَاِضْلَالُهٗ خِذْلَانُهٗ وَتَفْسِيْرُ الْخِذْلَانِ اَنْ لَّا يُوَفِّقَ الْعَبْدَ عَلٰى مَا يَرْضَاهُ عَنْهُ وَهُوَ عَدْلٌ مِّنْهُ وَكَذَا عُقُوْبَةُ الْمَخْذُوْلِ عَلَى الْمَعْصِيَةِ یعنی اور بہشت اور دوزخ پیدا کئے ہوئے ہیں اب موجود ہیں کبھی اُن کو فنا نہیں اور نہ مریں گیں حوریں بڑی آنکھوں والیاں اور نہ کبھی فنا ہوگا عذاب اللہ تعالےٰ کا اور نہ ثواب اُس کا یعنی عذاب دوزخیوں سے اور ثواب بہشتیوں سے بعد حساب کتاب کے موقوف نہ ہوگا اور اللہ تعالےٰ راہ بتاتا ہے جس کو چاہتا ہے اپنے فضل سے۔ اور گمراہ کرتا ہے جس کو چاہتا ہے اپنے انصاف سے۔ اور گمراہ کرنا اللہ کا کیا ہے خذلان اُس کا۔ اور معنی خذلان کے توفیق نہ دینا اللہ کا بندے کو اُس چیز جس چیز سے راضی ہے۔ اور یہ انصاف ہے اس کا اور ایسے ہی عذاب کرنا توفیق نہ دیئے ہوئے کا گناہ پر انصاف ہے یعنی انصاف ہے ظلم نہیں ظلم کہتے ہیں غیر کے مال میں تصرف کرنا۔ اور اللہ تعالےٰ اپنے مال میں تصرف کرتا ہے نہ غیر کے +

شیطان اور ایمان وَلَا يَجُوْزُ اَنْ يَّقُوْلَ اِنَّ الشَّيْطَانَ يَسْلُبُ الْاِيْمَانَ مِنَ الْعَبْدِ الْمُؤْمِنِ قَهْرًا وَّجَبْرًا لٰكِنْ يَّقُوْلُ الْعَبْدُ يَدَعُ الْاِيْمَانَ ثُمَّ يَسْلُبُ مِنْهُ الشَّيْطَانُ یعنی اور یہ کہنا جائز نہیں کہ شیطان چھین لے جاتا ہے ایمان کو مسلمان بندے سے زبردستی اور زور سے۔ لیکن یوں کہے کہ بندہ

چھوڑ دیتا ہے ایمان کو۔ پھر لے اڑتا ہے اُس سے شیطان ✤

سوال منکر نکیر اور عذاب قبر وغیرہ کا برحق ہونا۔ وَسُوَالُ مُنْكَرٍ وَّنَكِيْرٍ حَقٌّ كَائِنٌ فِي الْقَبْرِ وَاِعَادَةُ الرُّوْحِ اِلَى الْجِسْمِ فِيْ قَبْرِهٖ حَقٌّ وَضَغْطَةُ الْقَبْرِ وَعَذَابُهٗ حَقٌّ كَائِنٌ لِّلْكُفَّارِ كُلِّهِمْ وَلِبَعْضِ عُصَاةِ الْمُؤْمِنِيْنَ یعنی اور سوال منکر اور نکیر کا قبر میں ہونے والا حق ہے۔ اور پھر پڑنا روح کا جسم میں گور کے بیچ حق ہے۔ اور تنگی گور کی اور عذاب اُس کا حق ہے۔ ہونیوالا ہے سارے کافروں اور بعض گنہگار مسلمانوں کے لئے ✤

عجمی زبان میں اسمائے صفات باری تعالیٰ کا جائز ہونا وَكُلُّ شَيْءٍ ذَكَرَهُ الْعُلَمَاءُ بِالْفَارِسِيَّةِ مِنْ صِفَاتِ اللّٰهِ تَعَالٰى عَزَّ اسْمُهٗ فَجَائِزٌ الْقَوْلُ بِهٖ سِوَى الْيَدِ بِالْفَارِسِيَّةِ وَيَجُوْزُ اَنْ يُّقَالَ بِرُوْيِ خُدَاي عَزَّ وَجَلَّ بِلَا تَشْبِيْهٍ وَّلَا كَيْفِيَّةٍ یعنی اور جو چیز کہ ذکر کیا ہے اُس کو عالموں عجمی زبان والے نے (یعنی عربی کے سوائے فارسی ہو یا کوئی اور زبان) اللہ عز اسمہٗ کی صفتوں سے تو اُس کا بولنا درست ہے۔ (یعنی صفات متشبہات جیسے وجہ اور قدم اور ساق) سوائے ید کے فارسی میں اور جائز ہے بولنا بروئے خدائے عزوجل بغیر تشبیہ اور کیفیت کے ✤

اللہ کا بندہ سے قرب وبعد کے معنی وَلَيْسَ قُرْبُ اللّٰهِ تَعَالٰى وَلَا بُعْدُهٗ مِنْ طَرِيْقِ طُوْلِ الْمَسَافَةِ وَقِصَرِهَا وَلٰكِنْ عَلٰى مَعْنَى الْكَرَامَةِ وَالْهَوَانِ وَالْمُطِيْعُ قَرِيْبٌ مِّنْهُ بِلَا كَيْفٍ وَّالْعَاصِيْ بَعِيْدٌ مِّنْهُ بِلَا كَيْفٍ وَّالْقُرْبُ وَالْبُعْدُ وَالْاِقْبَالُ يَقَعُ عَلَى الْمُنَاجِيْ وَكَذٰلِكَ جِوَارُهٗ فِي الْجَنَّةِ وَالْوُقُوْفُ بَيْنَ يَدَيْهِ بِلَا كَيْفٍ یعنی اور نہیں ہے نزدیک ہونا بندے کا اللہ تعالےٰ سے۔ اور دور ہونا مسافت کی درازی اور کمی سے۔ ولیکن بزرگی اور اہانت کے معنی سے۔ اور بندہ فرمانبردار نزدیک ہے اُس سے بغیر کیفیت کے۔ اور گنہگار دور ہے اُس سے بغیر کیفیت کے۔ اور نزدیکی اور دوری اور متوجہ ہونا بولتے ہیں مناجات کرنے والے پر۔ اور ایسے ہی ہمسایہ ہونا بندے اور اللہ کا جنت میں۔ اور کھڑا ہونا سامنے اُس کے بغیر کیفیت کے ✤

فضائل آیات قرآن وَالْقُرْاٰنُ مُنَزَّلٌ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَهُوَ فِي الْمَصَاحِفِ مَكْتُوْبٌ وَّاٰيَاتُ

القرآن فی معنی الکلام مستویة فی الفضیلة والعظمة الا ان لبعضها فضیلة الذکر وفضیلة المذکور مثل اٰیة الکرسی لان المذکور جلال الله تعالٰی وعظمته وصفاته فاجتمعت فیها فضیلتان فضیلة الذکر وفضیلة المذکور ولبعضها فضیلة الذکر فحسب مثل قصة الکفار ولیس للمذکور فیها فضل وهم الکفار وکذلک الاسماء والصفات کلها مستویة فی العظم والفضل لا تفاوت بینهما یعنی اور قرآن پیغمبر پر نازل ہوا ہے اور صحیفوں میں لکھا ہے۔ اور سب آیتیں قرآن کی بیچ معنی کلام کے برابر ہیں فضیلتِ لفظی اور عظمتِ معنوی میں۔ مگر بعض کو فضیلتِ لفظی اور معنوی دونوں ہیں جیسے آیۃ الکرسی کے۔ کیونکہ اس میں ذکر ہے اللہ تعالٰے کی ہیبت کا اور عظمت اور صفتوں کا پس جمع ہوئیں اسمیں دو فضیلتیں لفظی اور معنوی۔ اور بعض کو فقط فضیلتِ لفظی ہے جیسے قصے کافروں کے اور نہیں ہے اُن میں کچھ معنوں کی بزرگی کہ وہ کافر لوگ ہیں (یعنی جیسے سورۂ تبت یدا) اور ایسے ہی اللہ کے نام اور صفتیں سب برابر ہیں بزرگی لفظی اور معنوی میں فرق نہیں ان دونوں میں (یعنی نام جیسے اللہ احد وصمد فرد صفت جیسے له الملك له الحمد له المجد والکبریاء اور برابر ہیں اطلاق کرنے میں اللہ پر اور اس بات میں کہ صفتیں اُس کی نہ عین ہیں نہ غیر اگرچہ بعض ناموں کو فضیلت ہو جیسے اسم اعظم ننانوین ناموں سے افضل ہے۔ امام غزالی رح کہتے ہیں کہ اسم اعظم اللہ ہے سب ناموں سے بہتر کہ سوا اللہ کے کسی پر حقیقةً یا مجازاً اطلاق نہیں کیا جاتا اور دلالت کرتا ہے اسی ذات پر جس میں سب صفتیں الٰہی ہیں +

حضرت کے والدین کا مذہب

ووالدا رسول الله صلی الله علیه وسلم ماتا علی الکفر وابو طالب عمه مات کافرا وقاسم وطاهر وابراهیم کانوا ابناء رسول الله صلی الله علیه واٰله

حضرت کی اولاد وغیرہ

وسلم وفاطمة ورقیة وزینب وام کلثوم کن جمیعا بنات رسول الله صلی الله علیه واٰله وسلم یعنی اور ماں باپ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ واٰلہ وسلم کے کافر مرے۔ اور ابو طالب چچا حضرت صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کا کافر مرا۔ اور قاسم اور طاہر اور ابراہیم تھے بیٹے پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ واٰلہ وسلم

لہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ واٰلہ وسلم کے والدین اور اُن کے چچا ابو طالب کا مسئلہ مختلف فیہ ہے تحقیق کے لئے دیکھو میری کتاب سوانح عمری رسول مقبول صلعم

کے، اور فاطمہؓ اور رقیہؓ اور زینبؓ اور ام کلثومؓ سب بیٹیاں تھیں رسول خدا صلے اللہ علیہ و آلہ کی یعنی حضرت کی چاروں بیٹیاں اور قاسم اور طاہر خدیجہؓ سے، اور ابراہیم ماریہ قبطیہ سے تھے اور لڑکپن کے ہو کر فوت ہوئے۔

شبہ کے وقت اعتقاد کا حکم وَاِذَا اَشْکَلَ عَلَی الْاِنْسَانِ شَیْئٌ مِّنْ دَقَائِقِ عِلْمِ التَّوْحِیْدِ فَاِنَّہٗ یَنْبَغِیْ لَہٗ اَنْ یَّعْتَقِدَ فِی الْحَالِ مَا ھُوَ الصَّوَابُ عِنْدَ اللّٰہِ تَعَالٰی اِلٰی اَنْ یَّجِدَ عَالِمًا فَیَسْاَلَہٗ وَلَا یَسَعُہٗ تَاخِیْرُ الطَّلَبِ وَلَا یُعْذَرُ بِالْوَقْفِ وَیَکْفُرُ اِنْ وَقَفَ یعنی اور جب شبہ آوے مسلمان آدمی کو کسی چیز میں علم کلام کے دقیقوں میں تو اس کو ضرور ہے کہ اعتقاد کرے بالفعل اجمالاً اس چیز کا جو حق ہے اللہ تعالیٰ کے نزدیک، جب تک کہ پاوے کسی عالم کو تو پوچھ کر اعتقاد تفصیلی کرے، اور نہیں جائز ہے اس کو دیر کرنا طلب میں تردد کے وقت، اور عذر قبول نہیں توقف کرنے میں، اور کافر ہو جاتا ہے آدمی اگر توقف کرے (یعنی جس چیز میں شک ہو اور وہ ایمان کی بات ہے، اور اپنے شک کو پوچھنے سے رفع نہ کرے باوجود قدرت کے تو کافر ہے)۔

معراج اور آثار قرب قیامت کا حق ہونا وَخَبَرُ الْمِعْرَاجِ حَقٌّ وَمَنْ رَدَّہٗ فَھُوَ مُبْتَدِعٌ ضَالٌّ وَخُرُوْجُ الدَّجَّالِ وَیَاجُوْجَ وَمَاجُوْجَ وَطُلُوْعُ الشَّمْسِ مِنْ مَّغْرِبِھَا وَنُزُوْلُ عِیْسٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ مِنَ السَّمَاءِ وَسَائِرُ عَلَامَاتِ یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ عَلٰی مَا وَرَدَتْ بِہِ الْاَخْبَارُ الصَّحِیْحَۃُ حَقٌّ کَائِنٌ وَاللّٰہُ تَعَالٰی یَھْدِیْ مَنْ یَّشَاءُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ یعنی اور خبر معراج کی حق ہے، اور جو اس کو نہ مانے وہ بدعتی گمراہ ہے (یعنی معراج حضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو جاگتے میں اسی بدن کے ساتھ ہوا تھا۔ پہلے آسمان پر تشریف لے گئے پھر جہاں اللہ تعالیٰ نے چاہا) اور نکلنا دجال کا اور یاجوج اور ماجوج کا۔ اور نکلنا سورج کا مغرب کی طرف سے۔ اور اترنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان سے اور باقی نشانیاں قیامت کی جیسا کہ وارد ہوا ہے صحیح حدیثوں میں حق ہے مقرر ہونے والا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ہدایت کرتا ہے جسکو چاہتا ہے راہ سیدھی کی۔

وصیت نامۂ امام اعظمؒ

بارہ خصائل مذہب حنفیہ کا بیان لَمَّا مَرِضَ اَبُوْ حَنِیْفَۃَ رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی قَالَ اِعْلَمُوْا

اَصْحَابِی وَاِخْوَانِی وَفَّقَکُمُ اللّٰہُ تَعَالٰی اَنَّ فِی مَذْھَبِ اَھْلِ السُّنَّۃِ وَالْجَمَاعَۃِ اِثْنٰی عَشَرَ نَوْعًا مِّنَ الْخِصَالِ فَمَنْ کَانَ یَسْتَقِیْمُ عَلٰی ھٰذِہِ الْخِصَالِ لَا یَکُوْنُ مُبْتَدِعًا وَّلَا یَکُوْنُ صَاحِبَ الْھَوَاءِ فَعَلَیْکُمْ اَصْحَابِیْ وَاِخْوَانِیْ اَنْ تَکُوْنُوْا فِیْ ھٰذِہِ الْخِصَالِ حَتّٰی تَکُوْنُوْا فِیْ شَفَاعَۃِ نَبِیِّنَا مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ یعنی کہتے ہیں جب بیمار ہوئے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ تو فرمایا جانو میرے یارو اور بھائیو (بھائی سے دینی بھائی مراد ہیں بقول اللہ تعالےٰ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَۃٌ) خدا تم کو توفیق دے کہ مذہب اہل سنت وجماعت میں بارہ خصلتیں ہیں جو ٹھیرے اُن پر وہ بدعتی نہیں۔ (بدعتی جو دین کے کاموں میں نئی رسمیں نکالے اور نہ جی کے چاؤ والا یعنی جو جی چاہے سو اپنی حرص پوری کرے شرع کے مخالف اور موافق پر دھیان نہ کرے) سو تم پر لازم ہے میرے یارو اور بھائیو کہ ان خصلتوں کو مضبوط پکڑو تاکہ ہو تم بیچ شفاعت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ آلہٖ وسلم کے قیامت کے دن +

پہلی فصل

ایمان کی حقیقت اَوَّلُھَا الْاِیْمَانُ اِقْرَارٌ بِالِّلسَانِ وَتَصْدِیْقٌ بِالْقَلْبِ وَالْاِقْرَارُ وَحْدَہٗ لَا یَکُوْنُ اِیْمَانًا لِاَنَّہٗ لَوْ کَانَ اِیْمَانًا لَکَانَ الْمُنٰفِقُوْنَ کُلُّھُمْ مُؤْمِنِیْنَ وَکَذٰلِکَ الْمَعْرِفَۃُ وَحْدَھَا لَا تَکُوْنُ اِیْمَانًا لِاَنَّھَا لَوْ کَانَتْ اِیْمَانًا لَکَانَتْ اَھْلُ الْکِتٰبِ کُلُّھُمْ مُؤْمِنِیْنَ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی فِیْ حَقِّ الْمُنَافِقِیْنَ وَاللّٰہُ یَشْھَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ لَکٰذِبُوْنَ وَقَالَ فِیْ حَقِّ اَھْلِ الْکِتٰبِ یَعْرِفُوْنَہٗ کَمَا یَعْرِفُوْنَ اَبْنَاءَھُمْ الْاٰیَۃَ یعنی ایمان کیا ہے زبان سے کہنا اور دل سے ماننا جو کچھ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ آلہٖ وسلم پر اُترا۔ اور فقط زبان سے کہنے کا نام ایمان نہیں۔ ورنہ منافق لوگ مومن ہوتے۔ اور اسی طرح فقط دل سے جاننا ایمان نہیں۔ ورنہ سارے اہل کتاب مومن ہوتے۔ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے منافقوں کے حق میں۔ اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ منافق جھوٹے ہیں (یعنی وہ دل سے نہیں مانتے گو زبان سے کہتے ہیں کہ ہم نے خدا اور رسول کو مانا) اور کہا اہل کتاب کے حق میں وہ نبی کو ایسا جانتے ہیں

جیسا اپنے بیٹوں کو یعنی فقط دل سے جان لینا اور پہچاننا کفایت نہیں کرتا ماننا بھی ضرور ہے ۔+

ایمان کی کمی بیشی کا بیان اَلْاِیْمَانُ لَا یَزِیْدُ وَلَا یَنْقُصُ لِاَنَّہٗ لَا یُتَصَوَّرُ زِیَادَۃُ الْاِیْمَانِ اِلَّا بِنُقْصَانِ الْکُفْرِ وَلَا یُتَصَوَّرُ نُقْصَانُ الْاِیْمَانِ اِلَّا بِزِیَادَۃِ الْکُفْرِ فَکَیْفَ یَجُوْزُ اَنْ یَّکُوْنَ الشَّخْصُ الْوَاحِدُ فِیْ حَالَۃٍ وَّاحِدَۃٍ مُّؤْمِنًا وَّکَافِرًا حَقًّا وَلَیْسَ فِیْ اِیْمَانِ الْمُؤْمِنِ شَکٌّ کَمَا اَنَّہٗ لَیْسَ فِیْ کُفْرِ الْکَافِرِ شَکٌّ کَقَوْلِہٖ تَعَالٰی اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا وَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْکٰفِرُوْنَ حَقًّا وَّ الْعَاصُوْنَ مِنْ اُمَّۃِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مُؤْمِنُوْنَ حَقًّا وَّلَیْسُوْا بِکَافِرِیْنَ یعنی ایمان زیادہ اور کم نہیں ہوتا کیونکہ زیادتی ایمان کی دھیان میں نہیں آتی ۔مگر اس طرح کہ کفر کی کمی ہو ۔اور اسی طرح ایمان کی کمی نہیں ہو سکتی ۔مگر اس طرح پر کہ کفر کی اسمیں زیادتی ہو ۔اور یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ ایک آدمی ایک ہی حال میں مومن اور کافر حقیقۃً دونوں ہو ۔(یعنی جب ایمان اور کفر میں ضد ہوئی تو ایک شخص میں ایک ہی حالت میں دونو امور اکٹھے کیونکر پائے جائیں گے ۔اسی واسطے گھٹنا بڑھنا نہیں ہو سکتا) اور مومن کے ایمان میں شک نہیں ہوتا ہے ۔جیسا کہ کافر کے کفر میں ۔چنانچہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے وہ لوگ مومن برحق ہیں اور وہ لوگ کافر برحق ہیں ۔اور گنہگار لوگ امتِ محمد صلی اللہ علیہ آلہ وسلم کے یقیناً مسلمان ہیں ۔اور کافر نہیں ہیں ۔+

دوسری فصل

ایمان اور عمل میں فرق اَلْعَمَلُ غَیْرُ الْاِیْمَانِ وَالْاِیْمَانُ غَیْرُ الْعَمَلِ بِدَلِیْلِ اَنَّ کَثِیْرًا مِّنَ الْاَوْقَاتِ یَرْتَفِعُ الْعَمَلُ عَنِ الْمُؤْمِنِ وَلَا یَجُوْزُ اَنْ یُّقَالَ ارْتَفَعَ عَنْہُ الْاِیْمَانُ فَاِنَّ الْحَائِضَ تَرْتَفِعُ عَنْھَا الصَّلٰوۃُ وَلَا یَجُوْزُ اَنْ یُّقَالَ رُفِعَ عَنْھَا الْاِیْمَانُ اَوْ اَمَرَ لَھَا بِتَرْکِ الْاِیْمَانِ وَقَدْ قَالَ لَھَا الشَّرْعُ دَعِی الصَّوْمَ ثُمَّ اقْضِیْہِ وَلَا یَجُوْزُ اَنْ یُّقَالَ دَعِی الْاِیْمَانَ ثُمَّ اقْضِیْہِ وَیَجُوْزُ اَنْ یُّقَالَ لَیْسَ عَلَی الْفَقِیْرِ الزَّکٰوۃُ وَلَا یَجُوْزُ اَنْ یُّقَالَ لَیْسَ عَلَی الْفَقِیْرِ الْاِیْمَانُ یعنی عمل ایمان کے غیر ہے اور

ایمان عمل کے بغیر اس واسطے کہ بہت وقت عمل مومن سے جاتا رہتا ہے۔ اور یہ کہنا صحیح نہیں کہ ایمان اُس سے جاتا رہا۔ جیسا حیض والی عورت کے ذمہ سے نماز اُتر جاتی ہے۔ اور یہ نہیں کہہ سکتے کہ اُس سے ایمان جاتا رہا۔ اور نہ یہ کہ اُٹھا رکھی گئی اس سے نماز پھر ادا کرنے کے لئے ایمان کے جاتے رہنے سے (یعنی اگر چہ اسے نماز کا ادا کرنا نہیں پہنچتا ہے بلکہ معاف ہے لیکن بطور احتمال کے کہا کہ یہ بھی نہ کہنا چاہئے بلکہ یوں کہنا چاہئے حیض کے سبب سے نماز معاف ہوئی) اور شارع نے اس حال میں فرمایا کہ چھوڑ دے روزے پھر قضا کر (یعنی حیض میں روزہ نہ رکھے مگر اور دنوں میں قضا کرے۔ برخلاف نماز کے کہ قضا کی حاجت نہیں سکتے ہیں کہ جب حوا علیہا السلام کو حیض آیا تو آدم علیہ السلام نے نماز کے واسطے حق تعالےٰ سے پوچھا حکم ہوا کہ معاف ہے۔ جب روزے کا وقت آیا حضرتؑ نے اپنے قیاس سے منع کیا حق تعالےٰ نے فرمایا اس کی قضا کرنی چاہئے مجھ سے اگر پوچھتا تو معاف ہو جاتا) اور یہ کہنا صحیح نہیں کہ چھوڑ دے ایمان پھر قضا کر لینا۔ اور یہ کہنا روا ہے کہ فقیر پر زکوٰۃ نہیں۔ اور یہ نہیں کہہ سکتا کہ فقیر پر ایمان واجب نہیں (یہاں تک اس کی مثالیں تھیں کہ عمل جاتا رہتا ہے اور ایمان نہیں جاتا آگے سے اسکی مثال ہے کہ عمل رہے اور ایمان جاتا رہے)

نیکی اور بدی کا خالق اللہ کو جاننا وَلَوْقَالَ تَقْدِیْرُ الْخَیْرِ وَالشَّرِّ مِنْ غَیْرِ اللّٰہِ تَعَالیٰ لَکَانَ کَافِرًا بِاللّٰہِ تَعَالیٰ بَطَلَ تَوْحِیْدُہٗ لَوْکَانَ لَہُ التَّوْحِیْدُ یعنی اور جو کوئی کہے تقدیر خیر اور شر کی سوائے اللہ کے کسی اور نے بنائی ہے وہ کافر ہو گیا۔ اور اگر وہ موحد تھا تو اُسکی توحید جاتی رہی (یعنی توحید خدا کو ایک جاننے کا نام ہے۔ کوئی اور ساجھی نہ ٹھیرائے۔ جیسا یہاں تقدیر خیر شر کو خدا کی بنائی نہیں جانتا تو اور کسی کو ٹھیرائیگا

تیسری فصل

اعمال بندگان کے اقسام نُقِرُّ بِاَنَّ الْاَعْمَالَ ثَلَاثَۃٌ فَرِیْضَۃٌ وَّفَضِیْلَۃٌ وَّمَعْصِیَۃٌ یعنی ہم اقرار کرتے ہیں اس بات کا کہ بندوں کے کام تین طرح کے ہوتے ہیں ایک فرض جس کا کرنا ضروری ہے۔ دوسری فضیلت (یعنی محض ثواب کے کام کہ جن کے کرنے میں عذاب یقیناً نہیں) تیسرے برے

کام۔ یعنی جن کے کرنے میں یقیناً عذاب ہے +

پہلی قسم کا بیان فَالْفَرِیْضَۃُ بِاَمْرِ اللّٰہِ وَمَشِیَّتِہٖ وَمَحَبَّتِہٖ وَرِضَائِہٖ وَقَضَائِہٖ وَتَقْدِیْرِہٖ وَ اِرَادَتِہٖ وَتَوْفِیْقِہٖ وَتَخْلِیْقِہٖ وَحُکْمِہٖ وَعِلْمِہٖ وَکِتَابَتِہٖ فِی اللَّوْحِ الْمَحْفُوْظِ یعنی سو فرض تو ہوتا ہے خدا کے امر سے اور مشیت اور محبت اور رضامندی اور قضا اور تقدیر اور ارادہ اور توفیق۔ اور پیدا کرنے اور حکم اور علم اور اُس کے لکھنے سے لوح محفوظ میں +

دوسری قسم کا بیان وَاَمَّا الْفَضِیْلَۃُ فَلَیْسَ بِاَمْرِ اللّٰہِ تَعَالٰی وَلٰکِنْ بِمَشِیَّتِہٖ وَمَحَبَّتِہٖ وَ رِضَائِہٖ وَقَضَائِہٖ وَتَقْدِیْرِہٖ وَتَوْفِیْقِہٖ وَتَخْلِیْقِہٖ وَاِرَادَتِہٖ وَحُکْمِہٖ وَعِلْمِہٖ وَکِتَابَتِہٖ فِی اللَّوْحِ الْمَحْفُوْظِ یعنی اور فضیلت کے کام خدا کے امر سے نہیں۔ پر مشیت اور محبت اور رضامندی اور تقدیر اور توفیق دینے اور پیدا کرنے اور ارادہ اور حکم اور علم اور لکھنے سے لوح محفوظ میں +

تیسری قسم کا بیان وَاَمَّا الْمَعْصِیَۃُ لَیْسَتْ بِاَمْرِ اللّٰہِ تَعَالٰی وَلٰکِنْ بِمَشِیَّتِہٖ لَا بِمَحَبَّتِہٖ وَبِقَضَائِہٖ لَا بِرِضَائِہٖ وَبِتَقْدِیْرِہٖ لَا بِتَوْفِیْقِہٖ وَبِخِذْلَانِہٖ وَیُؤْخَذُ لَھَا لِاَنَّہٗ فِیْ عِلْمِہٖ وَکِتَابَتِہٖ فِی اللَّوْحِ الْمَحْفُوْظِ یعنی اور گناہ کے کام خدا کے امر سے نہیں۔ پر اُسکی مشیت سے ہیں۔ محبت یعنی امر محبت رضامندی توفیق پہلے کاموں میں ہوتی ہے مشیت قضا تقدیر علم لکھنا بھلے بُرے دونوں میں مواخذہ و خذلان حکومت اور سیاست بُرے کاموں میں اسے نہیں اور قضا سے ہیں۔ رضا سے نہیں تقدیر سے ہیں۔ توفیق سے نہیں خذلان سے ہیں۔ اور اسپر مواخذہ ہے کیونکہ خدا جانتا ہے اور لوح محفوظ میں لکھا ہے +

چوتھی فصل

استوائے عرش کا بیان نُقِرُّ بِاَنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی عَلَی الْعَرْشِ اسْتَوٰی مِنْ غَیْرِ اَنْ یَّکُوْنَ لَہٗ حَاجَۃٌ وَاسْتِقْرَارٌ عَلَیْہِ وَھُوَ الْحَافِظُ لِلْعَرْشِ وَغَیْرِ الْعَرْشِ فَلَوْ کَانَ مُحْتَاجًا لَّمَا قَدَرَ عَلٰی اِیْجَادِ الْعَالَمِ وَتَدْبِیْرِہٖ کَالْمَخْلُوْقِ وَلَوْ صَارَ مُحْتَاجًا اِلَی الْجُلُوْسِ وَالْقَرَارِ فَقَبْلَ خَلْقِ

اَلْعَرْشِ اَیْنَ کَانَ اللّٰہُ تَعَالٰی مُنَزَّہٌ عَنْ ذٰلِکَ عُلُوًّا کَبِیْرًا یعنی اقرار کرتے ہیں ہم کہ اللہ تعالےٰ عرش پر ہے مگر اُس کو اُس کے ساتھ کچھ حاجت نہیں اور نہ ٹھیرا اُس پر (یعنی ٹھیراؤ کام جسم کا ہے اور اللہ جسم سے پاک ہے) اور اُس کی حفاظت میں ہے عرش۔ اور اُس کے سوا بھی اگر محتاج ہوتا تو تمام عالم کو پیدا نہ کرسکتا۔ اور نہ اُس کی تدبیر ہوسکتی مثل مخلوق کے۔ اور جو ہوتا محتاج بیٹھنے کا اور ٹھیرنے کا تو پہلے پیدا کرنے عرش کے کہاں تھا۔ حق تعالےٰ (یعنی عرش نہ تھا تو کس پر ٹھیرتا) ان باتوں سے بہت پاک ہے۔ (تفصیل کیلئے دیکھو میری کتاب التوحید جسمیں اس مسئلہ کو شرح وبسط کے ساتھ لکھا گیا ہے۔ مصنف)

پانچویں فصل

قرآن مجید کا مخلوق نہ ہونا نُقِرُّ بِاَنَّ الْقُرْاٰنَ کَلَامُ اللّٰہِ وَوَحْیُہٗ وَتَنْزِیْلُہٗ وَصِفَتُہٗ لَا ھُوَ وَلَا غَیْرُہٗ بَلْ ھُوَ صِفَتُہٗ عَلَی التَّحْقِیْقِ مَکْتُوْبٌ فِی الْمَصَاحِفِ مَقْرُوْءٌ بِالْاَلْسُنِ مَحْفُوْظٌ فِی الصُّدُوْرِ مِنْ غَیْرِ حُلُوْلٍ فِیْھَا وَالْحُرُوْفُ وَالْحِبْرُ وَالْکَاغَذُ وَالْکُتُبُ کُلُّھَا مَخْلُوْقَۃٌ لِاَنَّھَا اَفْعَالُ الْعِبَادِ وَکَلَامُ اللّٰہِ تَعَالٰی غَیْرُ مَخْلُوْقٍ لِاَنَّ الْکِتَابَۃَ وَالْحُرُوْفَ وَالْکَلِمَاتِ وَالْاٰیَاتِ کُلُّھَا اٰلَۃُ الْقُرْاٰنِ لِحَاجَۃِ الْعِبَادِ اِلَیْہِ وَکَلَامُ اللّٰہِ تَعَالٰی قَائِمٌ بِذَاتِہٖ وَمَعْنَاہُ مَفْھُوْمٌ بِھٰذِہِ الْاَشْیَاءِ فَمَنْ قَالَ بِاَنَّ کَلَامَ اللّٰہِ تَعَالٰی مَخْلُوْقٌ فَھُوَ کَافِرٌ بِاللّٰہِ الْعَظِیْمِ وَاللّٰہُ تَعَالٰی مَعْبُوْدٌ لَا یَزَالُ عَمَّا کَانَ وَکَلَامُہٗ مَقْرُوْءٌ وَمَکْتُوْبٌ مَحْفُوْظٌ مِنْ غَیْرِ مُزَایَلَۃٍ عَنْہُ یعنی ہم اقرار کرتے ہیں کہ قرآن مجید خدا کا کلام ہے اور اُس کا بھیجا ہوا اور اُس کا اُتارا ہوا ہے اور اُسکی صفت ہے۔ نہ عین ہے اللہ کا نہ غیر (یعنی عین نہیں اس راہ سے کہ معنی ذات کے اور ہیں۔ اور صفت کے اور۔ غیر نہیں اس سے کہ مغائر اور جدا اُس سے نہیں پائی جاتی۔ بلکہ ذات ہی میں ہیں جو دونوں میں ذات اور صفت سے کام نکلتا ہے۔ یہاں فقط ذات سے حاصل ہوتا ہے) بلکہ وہ صفت اُس کی تحقیق ہے لکھا ہوا ہے صحیفوں میں۔ پڑھا ہوا ہے زبانوں پر محفوظ ہے سینوں میں بغیر حلول کے (یعنی سینوں میں حاصل اور محفوظ ہے نہ جیسے سپیدی کپڑے میں یا پانی کنوئیں میں) اور حروف اور سیاہی

اور کاغذ اور لکھا ہوا سب چیزیں خدا کی بنائی ہوئی ہیں۔ کیونکہ یہ سب بندوں کے کام ہیں۔ اور خدا کا کلام بنایا ہوا نہیں ہے۔ کیونکہ لکھنا اور حروف اور کلمے اور آیتیں یہ سب اسباب ہیں قرآن کے کیونکہ بندے قرآن پڑھنے میں ان اسباب کے محتاج ہیں۔ اور کلام خدا کا صرف اُس کی ذات سے قائم ہے (یعنی حروف وغیرہ اسباب کی طرف محتاج نہیں) اور معنی اُس کے سمجھے جاتے ہیں ان سب چیزوں سے پھر جو کہے کلام اللہ کا مخلوق ہے۔ پس وہ منکر ہے اللہ عظیم کا۔ اور اللہ تعالےٰ معبود ہے ہمیشہ رہنے والا ہے جیسا پہلے سو ہے (یعنی اُس کو کسی بات اور صفت میں تغیر نہیں) اور کلام اُس کا زبانوں پر پڑھا جاتا ہے اور لکھا جاتا ہے بغیر زوال کے اُس کی ذات سے۔

چھٹی فصل

صحابہ کبار کا سب سے بہتر ہونا نُقِرُّ بِاَنَّ اَفْضَلَ هٰذِهِ الْاُمَّةِ بَعْدَ نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَبُوْبَكْرٍ ثُمَّ عُمَرُ ثُمَّ عُثْمَانُ ثُمَّ عَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ اَجْمَعِيْنَ لِقَوْلِهٖ تَعَالٰى وَالسَّابِقُوْنَ السَّابِقُوْنَ اُولٰٓئِكَ الْمُقَرَّبُوْنَ فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ كُلُّ مَنْ سَبَقَ فَهُوَ اَفْضَلُ وَيُحِبُّهُمْ كُلُّ مُؤْمِنٍ تَقِيٍّ وَّيُبْغِضُهُمْ كُلُّ مُنَافِقٍ شَقِيٍّ یعنی ہم اقرار کرتے ہیں سب سے بہتر اس امت میں بعد محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضرت ابوبکرؓ ہیں۔ پھر حضرت عمرؓ پھر حضرت عثمانؓ۔ پھر حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہم اجمعین۔ اس دلیل سے کہ حق تعالےٰ فرماتا ہے اگلے لوگ آگے ہیں وہی لوگ پاس ہوں گے (یعنی درجے اُن کے بلند ہوں گے کہ پہلے ایمان لاکر شریک ہوئے ہیں حضرتؐ کے ساتھ اور اُن کے سبب اسلام نے رونق پائی) نعمت کے باغوں میں (یعنی مراد فضیلت اور بہتری سے وہ ہے کہ جس سے ثواب اور درجات آخرت کے زائد ملیں۔ اگرچہ کسی بات میں اس ترتیب سے فضیلت نہ ہو۔ یہ بات فضیلت کی موافق مذہب اہل سنت وجماعت کے خلفائے راشدین میں بترتیب خلافت ہے جس کا یہ اعتقاد نہ ہو وہ مسلمان نہیں) جو پہلے ہیں افضل ہیں۔ دوست رکھتا ہے ان اصحابؓ کو ہر مسلمان پرہیزگار۔ اور بغض رکھتا ہے اُن کے ساتھ ہر منافق بدبخت۔

ساتویں فصل

پیدائش اعمال انسان کی حقیقت نُقِرُّ بِاَنَّ الْعَبْدَ مَعَ اَعْمَالِهٖ وَاِقْرَارِهٖ وَمَعْرِفَتِهٖ مَخْلُوْقٌ فَلَمَّا كَانَ الْفَاعِلُ مَخْلُوْقًا بِاَفْعَالِهٖ اَوْلٰى اَنْ يَّكُوْنَ مَخْلُوْقًا وَلَمْ يَكُنْ لَهُمْ طَاقَةٌ لِاَنَّهُمْ ضُعَفَاءُ عَاجِزُوْنَ وَاللّٰهُ تَعَالٰى خَالِقُهُمْ رَازِقُهُمْ لِقَوْلِهٖ تَعَالٰى وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ وَالْكَسْبُ بِالْعِلْمِ حَلَالٌ وَجَمْعُ الْمَالِ مِنَ الْحَلَالِ حَلَالٌ وَجَمْعُ الْمَالِ مِنَ الْحَرَامِ حَرَامٌ یعنی ہم اقرار کرتے ہیں کہ بندے اپنے اعمال اور اقرار اور پہچان سمیت پیدا کئے ہوئے ہیں پھر جب کام کرنے والے مخلوق ہوئے اپنے کاموں کے ساتھ بطریق اولےٰ وہ فقط مخلوق ہوں گے اور کسی طرح ان کو طاقت نہ ہوگی۔ کیونکہ وہ سب کمزور ہیں تھکنے والے۔ اور حق تعالےٰ ان کا پیدا کرنے والا۔ روزی دینے والا ہے جیسا کہ فرمایا ہے "اور اللہ تعالیٰ نے تم کو پیدا کیا پھر تم کو مار یگا پھر تم کو جلائے گا۔ اور علم کی کمائی حلال ہے۔ اور حلال کا مال جمع کرنا حلال ہے۔ اور حرام کا مال جمع کرنا حرام ہے۔

اقسام انسان اَلْخَلْقُ عَلٰى ثَلٰثَةِ اَصْنَافٍ اَلْمُؤْمِنُ الْمُخْلِصُ فِيْ اِيْمَانِهٖ وَالْكَافِرُ الْجَاحِدُ فِيْ كُفْرِهٖ وَالْمُنَافِقُ الْمُدَاهِنُ فِيْ نِفَاقِهٖ وَاللّٰهُ فَرَضَ عَلَى الْمُؤْمِنِ الْعَمَلَ وَعَلَى الْكَافِرِ الْاِيْمَانَ وَعَلَى الْمُنَافِقِ الْاِخْلَاصَ لِقَوْلِهٖ تَعَالٰى يٰاَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمْ مَعْنَاهُ يٰاَيُّهَا الْمُؤْمِنُوْنَ اَطِيْعُوْا وَاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ اٰمِنُوْا وَاَيُّهَا الْمُنٰفِقُوْنَ اَخْلِصُوْا یعنی لوگ تین طرح کے ہوتے ہیں ایک مسلمان خالص ایمان والا۔ دوسرا کافر منکر تیسرا منافق ظاہر میں مسلمان دل میں کافر اور خدائے تعالیٰ نے فرض کیا مومن پر عمل کرنا (یعنی نماز روزہ حج زکوٰۃ وغیرہ) اور کافر پر ایمان لانا اور منافق پر دل سے ایمان لانا۔ حق تعالےٰ فرماتا ہے۔ "اے لوگو پوجو اپنے رب کو۔ اس کے یہ معنی ہیں۔ اے مسلمانو نیک عمل کرو۔ اور اے کافرو ایمان لاؤ۔ اور منافقو دل سے ایمان لاؤ۔

(انشاء اللہ تعالےٰ ان مضامین کو اگلے حصوں میں بڑی شرح و تفصیل سے لکھا جائے گا۔ (مصنف)

آٹھویں فصل

قدرت کا کام کے ساتھ ہونا نُقِرُّ بِاَنَّ الْاِسْتِطَاعَۃَ مَعَ الْفِعْلِ لَا قَبْلَ الْفِعْلِ وَلَا بَعْدَ الْفِعْلِ لِاَنَّہٗ لَوْ کَانَ قَبْلَ الْفِعْلِ لَکَانَ الْعَبْدُ مُسْتَغْنِیًا عَنِ اللّٰہِ تَعَالٰی وَقْتَ الْفِعْلِ وَھٰذَا خِلَافُ النَّصِّ لِقَوْلِہٖ تَعَالٰی وَاللّٰہُ الْغَنِیُّ وَاَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ وَلَوْ کَانَ بَعْدَ الْفِعْلِ لَکَانَ مِنَ الْمُحَالِ حُصُوْلُ الْفِعْلِ بِلَا اِسْتِطَاعَۃٍ یعنی ہم اقرار کرتے ہیں کہ قدرت کام کرنے کی ساتھ کام کے ہے نہ پہلے ہے نہ پیچھے۔ کیونکہ اگر پہلے ہوتی تو بندہ خدا تعالیٰ سے بے پروا ہوتا کام کرتے وقت (یعنی جب بندے کو پہلے سے طاقت ہے تو کام کرنے کے وقت خدا کی مدد کی کچھ حاجت نہیں) اور یہ خلاف نص حق تعالیٰ کے ہے۔ کہ وہ فرماتا ہے اللہ بے پروا ہے اور تم سب محتاج ہو۔ اور اگر کام سے پیچھے ہوتی تو یہ محال ہے کہ کام بے قدرت ہو (یعنی کام کر نہیں سکتا تھا تو کیا کیونکر؟)

نویں فصل

مسح موزہ اور قصر نماز کا حکم نُقِرُّ بِاَنَّ الْمَسْحَ عَلَی الْخُفَّیْنِ وَاجِبٌ لِلْمُقِیْمِ یَوْمًا وَّلَیْلَۃً وَّلِلْمُسَافِرِ ثَلٰثَۃَ اَیَّامٍ وَّلَیَالِیْھَا لِاَنَّ الْحَدِیْثَ وَرَدَ ھٰکَذَا وَمَنْ اَنْکَرَ فَاِنَّہٗ یُخْشٰی عَلَیْہِ الْکُفْرُ لِاَنَّہٗ ثَبَتَ بِالْخَبَرِ الْمُتَوَاتِرِ وَالْقَصْرُ وَالْاِفْطَارُ رُخْصَۃٌ فِی السَّفَرِ بِنَصِّ الْکِتٰبِ لِقَوْلِہٖ تَعَالٰی وَاِذَا ضَرَبْتُمْ فِی الْاَرْضِ فَلَیْسَ عَلَیْکُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوۃِ وَفِی الْاِفْطَارِ قَوْلُہٗ تَعَالٰی فَمَنْ کَانَ مِنْکُمْ مَّرِیْضًا اَوْ عَلٰی سَفَرٍ فَعِدَّۃٌ مِّنْ اَیَّامٍ اُخَرَ یعنی ہم اقرار کرتے ہیں کہ مسح موزوں پر جائز ہے (یعنے دونو ہاتھ کی تین تین انگلیاں بھگو کر داہنے بائیں پاؤں کی پشت پر رکھ کر انگلیوں سے پنڈلیوں کی طرف کھینچے) مقیم کو ایک دن رات۔ اور مسافر کو تین دن رات (یعنی بعد طہارت موزے پہنے پھر جب اُس کا وضو ٹوٹے اُس وقت سے رات دن مقیم کو۔ اور مسافر کو یعنی وہ شخص کہ تین دن کی راہ کو جائے تین رات دن تک موزوں پر مسح کرنا جائز ہے) اور مسافر

پندرہ دن کے رہنے کی نیت سے مقیم ہو جاتا ہے۔ پندرہ دن سے کم کی نیت رہنے کی ہو تو وہ مسافر کا مسافر ہے۔ کیونکہ حدیث شریف میں یوں آیا ہے۔ اور جو نہ مانے اُسپر کُفر کا ڈر ہے کیونکہ وہ ثابت ہے ساتھ حدیث متواتر کے۔ اور کم کرنا نماز کا اور روزے نہ رکھنے سفر میں اجازت ہے نص قرآن سے۔ کیونکہ حق تعالےٰ فرماتا ہے۔ اور جب سفر کرو تم زمین میں تو پھر تم کو گناہ نہیں کہ کم کرو نمازیں (یعنے چہار رکعت فرض کی جگہ دو رکعت پڑھا کرو۔ بلکہ پوری پڑھنے میں گناہ ہے) اور افطار کے مقدمہ میں فرمایا اللہ تعالیٰ نے پھر جو تم میں بیمار ہو یا مسافر تو اُس کو دن اتنے گن کر روزے رکھنا چاہئے (یعنی جتنے روزے رکھنے ہوں رمضان کے سوا اور دنوں میں اتنے رکھ لے۔ ہاں جو روزے سفر میں رکھ سکے تو اُس کو رکھنا ثواب ہے افطار ضرور نہیں۔ اس مضمون کو اگلے حصوں میں بالتفصیل لکھا گیا ہے۔ (مصنف)

دسویں فصل

قلم کا لوح محفوظ پر لکھنا نُقِرُّ بِاَنَّ اللّٰہَ تَعَالیٰ اَمَرَ الْقَلَمَ بِاَنْ یَّکْتُبَ فَقَالَ الْقَلَمُ مَاذَا اَکْتُبُ یَارَبِّیْ فَقَالَ اللّٰہُ تَعَالیٰ مَا ھُوَ کَائِنٌ اِلیٰ یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ لِقَوْلِہٖ تَعَالیٰ وَکُلُّ شَیْءٍ فَعَلُوْہُ فِی الزُّبُرِ وَکُلُّ صَغِیْرٍ وَّکَبِیْرٍ مُّسْتَطَرٌ یعنی ہم اقرار کرتے ہیں۔ کہ خدا تعالیٰ نے حکم کیا قلم کو لکھنے کا قلم نے کہا کیا لکھوں اے میرے پروردگار پس فرمایا اللہ تعالیٰ نے لکھ جو کچھ ہونے والا ہے قیامت تک جیسا کہ فرمایا حق تعالیٰ نے اور جو کچھ یہ کرتے ہیں کتابوں میں لکھا ہوا ہے۔ اور سب چھوٹے بڑے لکھے ہوئے ہیں +

گیارھویں فصل

عذاب قبر اور جنت دوزخ وغیرہ کا برحق ہونا۔ نُقِرُّ بِاَنَّ عَذَابَ الْقَبْرِ کَائِنٌ لَا مُحَالَۃَ وَسُؤَالَ الْمُنْکَرِ وَالنَّکِیْرِ حَقٌّ لِوُرُوْدِ الْاَحَادِیْثِ وَالْجَنَّۃُ وَالنَّارُ حَقٌّ وَھُمَا مَخْلُوْقَتَانِ لَا فَنَاءَ لَھُمَا لِقَوْلِہٖ تَعَالیٰ فِی الْجَنَّۃِ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِیْنَ وَفِیْ حَقِّ النَّارِ اُعِدَّتْ

لِلْکٰفِرِیْنَ خَلَقَهُمَا اللّٰهُ تَعَالٰی لِلثَّوَابِ وَالْعِقَابِ وَالْمِیْزَانُ حَقٌّ لِقَوْلِهٖ تَعَالٰی اِقْرَأْ کِتَابَكَ کَفٰی بِنَفْسِكَ الْیَوْمَ عَلَیْكَ حَسِیْبًا یعنی ہم مانتے ہیں کہ عذاب قبر کا بیشک ہونے والا ہے۔اور سوال منکر نکیر کا ثابت ہے حدیثوں سے۔اور جنت اور دوزخ ثابت ہیں۔اور دونوں پیدا ہو چکے ہیں کبھی فنا نہیں ان کو۔فرمایا حق تعالیٰ نے جنت کے مقدمہ میں تیار ہو چکا ہے پرہیزگاروں کے واسطے۔اور دوزخ کے واسطے کہا تیار ہے کافروں کے لئے۔دونوں خدا کی مخلوق ہیں ثواب اور عذاب کے لئے۔اور ترازو اعمال کے حق ہیں (یعنے تلنا اعمال کا قیامت کے دن ترازو میں حق ہے) خدا کے فرمانے سے پڑھ نامۂ اعمال اپنا تو ہی کفایت کرتا ہے آج کے دن اپنے حساب کرنے میں +

بارھویں فصل

قیامت اور حشر و نشر کا برحق ہونا

نُقِرُّ بِاَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی یُحْیِیْ هٰذِهِ النُّفُوْسَ بَعْدَ الْمَوْتِ یَبْعَثُهُمْ یَوْمًا کَانَ مِقْدَارُهٗ اَلْفَ سَنَةٍ لِلْجَزَاءِ وَالثَّوَابِ وَاَدَاءِ الْحُقُوْقِ لِقَوْلِهٖ تَعَالٰی وَاَنَّ اللّٰهَ یَبْعَثُ مَنْ فِی الْقُبُوْرِ وَلِقَاءُ اللّٰهِ تَعَالٰی لِاَهْلِ الْجَنَّةِ بِلَا کَیْفٍ وَ تَشْبِیْهٍ وَّلَا جِهَةٍ وَّشَفَاعَةُ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حَقٌّ لِکُلِّ مَنْ هُوَ اَهْلُ الْجَنَّةِ وَاِنْ کَانَ صَاحِبَ کَبِیْرَةٍ وَّعَائِشَةُ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا اَفْضَلُ نِسَاءِ الْعَالَمِیْنَ بَعْدَ خَدِیْجَةَ الْکُبْرٰی وَهِیَ اُمُّ الْمُؤْمِنِیْنَ وَمُطَهَّرَةٌ مِّنَ الْقَذْفِ وَاَهْلُ الْجَنَّةِ فِی الْجَنَّةِ خَالِدُوْنَ وَاَهْلُ النَّارِ فِی النَّارِ خَالِدُوْنَ لِقَوْلِهٖ تَعَالٰی فِیْ حَقِّ الْمُؤْمِنِیْنَ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ هُمْ فِیْهَا خَالِدُوْنَ وَفِیْ حَقِّ الْکٰفِرِیْنَ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ یعنی ہم اقرار کرتے ہیں کہ خدائے تعالےٰ جلائے گا ان جیوں کو مرنے کے پیچھے۔اٹھاوے گا ان کو اس دن جس کی مدت ہزار برس کی ہے (یعنی دنیا کے دن سے اگر اندازہ کیا جاوے تو ہزار برس کے برابر قیامت کا دن ہو گا نہیں تو وہاں دن رات برابر ہے) جزا اور ثواب اور لوگوں کے حق دلوانے کو جیسا حق تعالیٰ

نے فرمایا ہے۔ اور اللہ تعالےٰ اُٹھا دے گا جو قبروں میں ہیں۔ اور خدا کا دیدار ہوگا جنتی لوگوں کو بغیر کیفیت اور صورت اور جہت کے۔ اور شفاعت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حق ہے ہر اُس شخص کو جو جنت کے قابل ہے اگرچہ گناہ کبیرہ رکھتا ہو (یعنی کفر سے نیچے کیسا ہی گناہ کرے جنت کا اہل ہے۔ کافر ایمان سے ورے کیسی ہی نیکی کرے دوزخ کا اہل ہے) اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا بہتر ہیں جہان کی سب عورتوں سے حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کے پیچھے۔ اور وہ مومنوں کی ماں ہیں اور پاک ہیں بدی سے۔ اور جنتی جنت میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔ اور دوزخی دوزخ میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔ کیونکہ حق تعالےٰ فرماتا ہے مومنوں کے حق میں یہی لوگ جنتی ہیں وہ اُس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔ اور کافروں کے حق میں کہ یہ لوگ دوزخی ہیں۔ وہ اُس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں ❖

تیسرا باب
علمِ فقہ کی تدوین

فقہ کی نسبت اس زمانہ میں بڑی بڑی چہ میگوئیاں ہو رہی ہیں۔ کوئی کچھ کہتا ہے اور کوئی کچھ۔ ایک زمانہ تھا کہ خواص کیا عوام بھی فقہ کو بڑی وقعت کی نگاہ سے دیکھتے تھے اور گھر گھر اس کے چرچے ہوتے تھے۔ اور عوام الناس اس سے مستفید اور مستفیض ہو کر سعادت دارین حاصل کرتے تھے۔ اب بھی جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے عقل سلیم عطا کی ہے۔ وہ فقہ کی ایسی ہی قدر و منزلت کرتے ہیں جیسی قرآن مجید اور احادیث نبویہ کی۔ کیونکہ فقہ کوئی قرآن و احادیث سے الگ چیز نہیں۔ بلکہ فقہ قرآن و احادیث کا لُبِ لباب اور خلاصہ ہے۔ میں دعوے سے کہتا ہوں کہ بغیر فقیہی ہونے کے کوئی عالم قرآن و حدیث کو کما حقہٗ سمجھ نہیں سکتا۔ کیونکہ فقہ قرآن و حدیث کی کنجی ہے۔ اس کے بغیر مسائل شرعیہ کی عقدہ کشائی نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ طالبانِ مذہب

حقہ کی تسکین کے لیے اس مضمون کو بڑی شرح و بسط اور تحقیق و تدقیق کے ساتھ لکھا جاتا ہے تاکہ ناظرین کے دلمیں فقہ کی بزرگی و عظمت بخوبی ذہن نشین ہو جائے اور کسی طرح کا شک و شبہ نہ رہے۔ وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغُ ؎ بر رسولاں بلاغ باشد و بس ❖

علم حدیث کی تدوین رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد مبارک میں صحابہ کرام رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین جو ہر وقت خدمت نبوی میں حاضر باش رہا کرتے تھے۔ ان کی یہی نیت تھی کہ جو کچھ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اقوال و افعال دیکھیں اور سنیں ان کو محفوظ رکھیں اور اُن پر عمل کریں اور لوگوں کو پہنچائیں۔ جو صحابہ رضی اللہ تعالےٰ عنہم ہر وقت حاضر نہ رہتے تھے وہ بھی اپنی فرصت کے اوقات اسی متبرک جلسہ میں صرف کرتے تھے۔ اور ان جلسوں کے بدولت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اقوال و افعال غیر حاضرین صحابہ رضی اللہ تعالےٰ عنہم تک پہنچا یا کرتے تھے۔ ان اقوال و افعال کا نام تو حدیث ہوا لیکن اس زمانہ میں لکھنے کا دستور نہ تھا اور صحابہ رضی اللہ تعالےٰ عنہم اس کی ضرورت نہ سمجھتے تھے چونکہ ان بزرگوں کی قوتِ حافظہ بہت قوی تھی۔ جو بات ایک بار سُن لیتے یاد ہو جاتی۔ علاوہ اس کے احکام دین روز بروز نئے نئے ظاہر ہوتے رہتے تھے۔ اور بعض احکام منسوخ بھی ہو جایا کرتے تھے۔ اور احادیث کی تدوین و ترتیب اور جمع کرنے کا موقع نہ تھا۔ لہٰذا صحابہ کرام رضی اللہ تعالےٰ عنہم نے اس طرف توجہ نہ فرمائی۔ اُن کو جب کسی حکم شرعی کے متعلق دریافت کرنا ہوتا تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر دریافت کرتے اور جیسا جواب ملتا ویسا ہی عمل کرتے۔ عہد رسالت ہی میں بیشمار صحابہ رضی اللہ تعالےٰ عنہم حدیث دان ہو گئے پھر اُن کے ذریعے سے دُور دُور حدیثیں مشہور ہوئیں۔ لیکن بعض صحابہ رضی اللہ تعالےٰ عنہم کے مزاج میں احتیاط تھی۔ حدیث نبوی کے نقل کرنے سے ڈرتے تھے کہ مبادا کوئی لفظ بدل جائے۔ اس لئے مسئلہ تو بتا دیتے تھے مگر اس طرح نہ کہتے کہ میں یہ حکم حضور نبی سے سنا ہے۔ نیز بعض اوقات صحابہ رضی اللہ تعالےٰ عنہم کو بھی اپنی رائے سے مسئلہ بتانے کا اتفاق پیش آتا تھا۔ پھر اگر اس کے بعد کوئی حدیث اُن کو مل جاتی تو پورا اطمینان ہو جاتا تھا ❖

زمانہ صحابہ میں حدیث دانی کا طریق صحابہ کرام رضی اللہ تعالےٰ عنہم میں بعض حضرات قوت اجتہاد اور استنباطِ مسائل کے ساتھ مخصوص تھے جیسے حضرت خلفائے راشدین یعنی ابوبکر صدیق رضؓ عمر خطابؓ۔ عثمان غنی رضؓ۔ علی مرتضیٰ رضؓ۔ عبداللہ بن مسعود رضؓ۔ عبداللہ بن عمر رضؓ۔ عبداللہ بن عباس رضؓ عبداللہ بن زبیر رضؓ۔ زید بن ثابت رضؓ۔ ابی بن کعب رضؓ۔ معاذ بن جبل رضؓ۔ عائشہ صدیقہ رضؓ۔ ابوموسیٰ اشعری رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین۔ بعض صحابہ رضی اللہ تعالےٰ عنہم صرف یادداشت الفاظ حدیث میں مشہور تھے۔ اور وہ احادیثِ رسول کریم صلے اللہ علیہ آلہ وسلم کو بہت روایت کیا کرتے تھے۔ جیسے ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ اور انس رضی اللہ تعالےٰ عنہ۔ اس قسم کے صحابہ رضی اللہ تعالےٰ عنہم باعتبار اجتہاد کے اول قسم کے صحابہ سے کم درجے کے تھے۔ اگرچہ ان کی بزرگی و فضیلت میں کسی طرح کا کلام نہیں۔ لیکن ایک کو دوسرے پر فضیلت ضرور ہے۔ جن صحابہ کبار رضی اللہ تعالےٰ عنہم کو قوتِ اجتہاد کا مرتبہ حاصل تھا وہ واقعات و حوادث میں جب کہ اُن کو کوئی سند قرآن و حدیث سے نہ ملتی۔ اپنی رائے اور اجتہاد سے حکم دیتے تھے۔

تابعین کے زمانہ میں حدیث دانی کا طریق صحابہ کرام رضی اللہ تعالےٰ عنہم کے بعد تابعینؒ نے اس بارے میں زیادہ تر ترقی کے علاوہ حدیث دانی کی اُن کو اس کی ضرورت بھی ہوتی تھی کہ احکام جزئیہ میں قیاس و اجتہاد سے کام لیں۔ تابعینؒ نے بھی حسب دستورِ صحابہ کرام رضی اللہ تعالےٰ عنہم مسائل دین کی تنقیح و استنباط میں حسب ضرورت کوشش کی۔ اور اسی علم حدیث و اجتہاد کے سبب سے اس طبقہ میں بڑے بڑے تابعین نامی مشہور اہل مذہب اپنے وقت کے امام ہوئے۔ چنانچہ سعید بن مسیبؒ اور سالم بن عبداللہ بن عمرؓ مدینہ منورہ میں مشہور علماء میں سے تھے۔ اور ان کے بعد زہری رحؒ اور قاضی یحییٰ بن سعیدؒ بھی اور ربیعہ بن عبدالرحمٰن مدینہ منورہ میں۔ اور عطا بن ابی رباحؒ مکہ معظمہ میں۔ اور ابراہیم نخعی رحؒ اور شعبی رحؒ کوفہ میں۔ اور حسن بصری رحؒ اور طاؤسؒ بن کیسان یمن میں۔ اور مکحول رحؒ شام میں علمائے دین سے گذرے ہیں۔ ان بزرگوں کو قوتِ اجتہاد اور دین کے اندر سمجھ اعلےٰ درجہ کی عطا ہوئی تھی جس کے سبب سے

مقبول و مرجع خلائق ہوئے۔ ان بزرگوں کے زمانہ میں دُور دُور کے لوگ ان کے پاس آتے اور ان سے علمِ دین و مسائل و احکام شرعی سیکھتے۔ اور زیورِ علم سے آراستہ ہو کر اپنے وطنوں کو واپس ہوتے لیکن اس وقت علمِ فقہ کی کوئی کتاب مُرتب نہ ہوئی تھی۔ اور ان بزرگوں کی تعلیم صرف زبانی ہی تھی جیساکہ لوگوں کو قرآن مجید اور احادیث نبویہ کی تعلیم کر دیتے تھے۔ مسائل دین بھی جو قرآن مجید اور احادیث نبویہ سے نکالے گئے تھے سکھلاتے تھے۔ اسی واسطے یہ بزرگوار امام مشہور ہوئے اور ہر ایک کا مذہب جُداگانہ مُقرر ہو گیا +

تبع تابعین کے زمانہ میں حدیث دانی کا طریق۔

تابعین رح کے بعد تبع تابعین رح کا دورہ شروع ہوا۔ اس دورے میں بھی علماء کا طریقہ وہی رہا جو کہ تابعین رح و صحابہ رضی اللہ تعالےٰ عنہم کا تھا۔ لیکن اب کتابیں بھی لکھی جانے لگیں۔ احادیث جمع ہو کر کتابوں کی صورت میں ہوئیں۔ اور صحابہ رضی اللہ تعالےٰ عنہم و تابعین رح کے اقوال و آثار ہر بحث کے متعلق جُدا جدا ترتیب پا کر ایک طرز خاص پر لکھے گئے۔ یہ زمانہ تقریباً ۱۴۰ھ ہجری ہوگا کہ مدینہ منورہ میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب مُوطا لکھی۔ اور دیگر ائمہ دین نے احادیث کی کتابیں مختلف مسائل و احکام میں لکھنی شروع کیں۔ اس دور کی تصانیف میں سے اب صرف امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا مُوطا باقی ہے۔ پھر تو تصنیف کتب کا دروازہ ہی کُھل گیا۔ اور جملہ علوم دینیہ میں صدہا کتابیں لکھی گئیں۔ شرعی مسائل و احکام جس قدر کہ ہر زمانہ میں ہوتے رہے ہیں اُن کا ثبوت کسی نہ کسی دلیل سے ضرور ہوا ہے اور سب سے بڑی دلیل قرآن مجید ہے۔ پھر احادیث رسول مقبول صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم۔ پھر اجماع اُمت۔ پھر قیاس ہے۔ یعنی کسی کو کوئی بات پیش آئی یا کسی عالم سے کسی نے کچھ سوال کیا۔ تو پہلے وہ حکم قرآن مجید میں دیکھا جائے گا۔ اگر اُس میں نکل آیا تو خیر ورنہ پھر احادیث میں دیکھیں گے۔ اگر کوئی حدیث موافق سوال سائل کے مِل گئی مطلب حاصل ہوا۔ نہیں تو غور کرینگے کہ آیا یہ صورت کسی وقت کسی جگہ پیش آئی ہے اور اسمیں علمائے دین اور مقتدیانِ اُمتِ محمدیہ نے کیا حکم دیا ہے۔ درصورتیکہ کوئی حکم مِل گیا تو اُس کے مطابق عمل

لہ مصنف علیہ الرحمۃ نے کتب احادیث کی ترتیب و تالیف کا دور ذکر فرمایا ہے اس کا یہ مطلب نہیں کہ اس سے پہلے حدیث مکتوب نہیں ہوئی تھی۔ کتابت حدیث کی تاریخ دیکھنی ہو تو سنت خیر الانام اور تدوین حدیث وغیرہ کتابوں کی طرف رجوع کریں بفضلہ تعالیٰ احادیث پر ہر قسم کے اعتراضات کا ازالہ ہو جائے گا۔ (ناشر)

کیا جائے گا۔ ورنہ آخری درجہ قیاس واجتہاد سے کام لیا جائے گا۔ یہ طریقہ احکام شرعیہ نکالنے کا صحابہ کرام

علم فقہ اور فقیہ کی تعریف

رضی اللہ تعالے عنہم کے زمانہ میں تھا۔ اور ان چار دلیلوں سے جو احکام جزئیہ نکلے اور رفتہ رفتہ جمع ہوتے گئے۔ اسی مجموعہ کا نام علم فقہ قرار پایا۔ اور جو علماء دلائل سے احکام بیان کرتے تھے وہ بہ لقب فقیہ مشہور ہوئے۔ اور ان چاروں دلیلوں کا نام اصول رکھا گیا۔ مگر درحقیقت فقہ قرآن واحادیث کا ثمرہ ہے۔ اور جن علمائے دین کی ہمت صرف جمع احادیث نبویہ پر مقصود رہی۔ وہ ائمہ محدثین کہے گئے۔ ان کا کام بس اسی قدر تھا کہ حدیثیں یاد کرلیں۔ ان میں صحت وسقم کا لحاظ کیا۔ اور سلسلہ روایت حدیث رسول اللہ صلے اللہ علیہ آلہ وسلم تک پہنچا دیا۔ الحاصل اب میں اس مضمون کو مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ کے زریں قول پر ختم کرتا ہوں کہ آپ فرماتے ہیں

علم دیں فقہ است قرآں وحدیث　　ہر کہ خواند غیر زیں گردد خبیث

معیار حدیث میں غیر مقلدوں کی غلط فہمی

بعض غیر مقلد عوام حنفیہ کو دھوکا دینے کی غرض سے کہتے ہیں کہ صحاح ستہ میں جو حدیثیں ہیں وہ صحیح ہیں۔ اور باقی اور کتابوں کی حدیثیں قابل اعتماد نہیں۔ سو یہ محض دھوکا ہے۔ کسی محدث نے حدیث صحیح کا یہ معیار نہیں بتایا ہے کہ صحاح ستہ میں جو حدیث ہو وہ تو صحیح ہو اور باقی غیر معتبر۔ اور یہ عقل ونقل کے بھی خلاف ہے کیونکہ اگر معتبر محدث ایسے راویوں سے روایت کرے جو صحاح ستہ کے راوی ہوں۔ یا جن کی عدالت وغیرہ مسلم ہو اور سند میں کوئی علت خفیہ وغیرہ بھی نہ ہو تو اسکی صحت میں کیا کلام ہے۔ اس قسم کی ہزارہا حدیثیں کتب حدیث میں موجود ہیں۔ اُن کی صحت کا حکم کیا ہے محض اس وجہ سے کہ صحاح ستہ میں وہ روایتیں بیان نہیں کی گئیں۔ کسی نے ان کو مجروح یا ضعیف نہیں کہا۔ یہ بھی واضح رہے کہ مجتہدین اربعہ اور تمام ائمہ مجتہدین خصوصًا امام الائمہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اس قاعدہ کے قائل اور اُس پر نہایت مضبوطی سے قائم ہیں کہ جب تک کوئی حکم قرآن مجید یا حدیث نبوی میں ملے۔ ہرگز قیاس نہ کیا جائیگا۔ اور جب ان دونوں میں نہ ملے تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ

صحابہ رضی اللہ تعالٰے عنہم کے اقوال کو بھی قیاس پر ترجیح دیتے ہیں۔ اور احادیث میں تعارض ہونے کے وقت جہاں تک ہو سکتا ہے تطبیق دیتے ہیں۔ اور جب تطبیق ممکن نہ ہو تو قواعد ترجیح کے موافق ترجیح دیتے ہیں۔ غرض کوئی مجتہد حدیث یا قرآن مجید کے مقابلہ میں ہرگز قیاس سے کام نہیں لیتا۔ اس بنا پر کسی عامی کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ کسی مجتہد پر بمقابلہ حدیث و قرآن قیاس کرنے کا الزام لگائے۔ ماہرین قواعد و اصول فقہ پر یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہے۔

علاوہ ازیں اگر محدثین متاخرین کسی حدیث کو ضعیف کہیں تو اُس سے یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ یہ حدیث بجمیع طرق ضعیف ہے۔ ممکن ہے کہ اُس خاص طریقہ سے ضعیف ہو مگر اُس کے اَور طریقے صحیح ہوں ایسا بہت ہوتا ہے۔ اور اسی لئے شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے تصریح کی ہے۔ کہ اگر کسی حدیث کو بخاری، مسلم و ترمذی وغیرہ ضعیف کہیں تو اُس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ حدیث امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بھی ضعیف ہو بلکہ ہو سکتا ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو صحیح طریقہ سے پہنچی ہو اور نیچے سے کسی راوی کے ضعیف ہونے سے بخاری و مسلم کے نزدیک وہ حدیث ضعیف ہو گئی امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ اور اسی طرح اَور ائمہ مجتہدین رح کا تقوٰے اور احتیاط اور علم و فضل جبکہ یقینی طور پر ثابت ہے تو اُن پر خلاف حدیث کرنے کا الزام لگانا محض عناد اور بے باکی اور دھوکا بازی نہیں تو اَور کیا ہے۔ اللہ تعالٰے انصاف عنایت فرمائے اور بدظنی اور بدگمانی سلف صالحین سے مسلمانوں کو بچائے اور اُن کے اتباع کی توفیق عنایت فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

قواعد و اصول مذہب حنفیہ

علمائے متاخرین نے بغرض محفوظ رہنے مذہب امام ابوحنیفہ رح کے چند قواعد اس غرض سے جمع کئے ہیں کہ ان قواعد سے وہ لوگ اُن تمام اعتراضات اور شکوک کو رد کریں جو اس بنا پر ہوں۔ کہ فلاں مسئلہ اس مذہب کا حدیث صحیح کے خلاف ہے۔ اور وہ قواعد یہ ہیں:-

قاعدہ اوّل۔ خاص کے بارے میں حکم ہے کہ وہ صاف طور پر بیان کیا ہوا ہے تو اُس کے

ظاہر معنی کے سوا اور کوئی معنی نہیں ہو سکتے علمائے متاخرین نے اس قاعدہ سے ان امور کو رد کیا ہے۔ فرضیت قرأت سورہ فاتحہ کی نماز میں اور فرضیت تعدیل ارکان وغیرہ کی۔ اور علما کا بیان یہ ہے کہ لفظ اُسْجُدُوا اور اِقْرَؤُا کا خاص ہے۔ اس کے معنی صاف طور پر بیان کئے ہوئے ہیں تو اگر اس کے معنی میں کچھ اور بڑھا کر بیان کیا جائے تو یہ لازم آئے گا کہ اس کے ظاہر اصل معنی کے سوا کوئی دوسرے معنی بیان کئے گئے +

قاعدہ دوسرا۔ زیادت کتاب پر بمنزلہ نسخ کے ہے تو یہ زیادت نہ ہوگی۔ مگر آیت صریح یا حدیث مشہور صریح سے +

قاعدہ تیسرا۔ حدیث مرسل مانند حدیث مسند کے ہے +

قاعدہ چوتھا۔ ترجیح نہ ہوگی کسی حدیث کو بسبب کثرت راویوں کے بلکہ ترجیح بسبب فقہ راوی کے ہوگی +

قاعدہ پانچواں۔ جرح قابل قبول نہیں مگر جب اس کی تفسیر کی جائے اور یہ قاعدہ اس سبب سے ثابت ہے کہ جرح وتعدیل اکثر اجمالی ہے +

قاعدہ چھٹا۔ ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ جس روایت کو امام بخاری اور مسلم نے صحیح کہا اور ان لوگوں نے جو ان کی مانند ہوئے تو ہم پر واجب نہیں کہ ہم اس کو قبول کریں۔ اور کس طرح ہم اس کو قبول کر سکتے ہیں۔ اس واسطے کہ اکثر راویوں میں لوگوں نے اپنے اجتہاد کی بنا پر اختلاف کیا ہے کسی راوی کے بارہ میں بعض نے جرح کیا ہے۔ اور بعض نے تعدیل کی ہے تو ممکن ہے کہ جس راوی کو لوگوں نے مجروح کیا ہو۔ وہ ہمارے امام رح کے نزدیک عادل ہو۔ اور ایسا ہی یہ بھی ممکن ہے کہ جس راوی کو لوگوں نے ضعیف کہا ہو یا اس کے بارہ میں وضع حدیث کی تہمت لگائی ہو۔ وہ راوی ہمارے امام رح کے نزدیک مستوجب اس طعن کا نہ ہو تو ہم لوگوں پر واجب نہیں کہ ان لوگوں کا قول قبول کریں۔ اور کس طرح ہم لوگ قبول کر سکتے ہیں۔ اس واسطے کہ ممکن ہے کہ جس راوی کو لوگوں نے مجروح کیا ہو وہ

عادل ہو اور قابلِ اعتبار بھی ہو۔ تو اب ہم اسی قول پر اعتماد کرینگے جو ہمارے مذہب کے اصحاب نے ذکر کیا ہے +

قاعدہ ساتواں۔ بعض فتاووں میں مرقوم ہے کہ جب کسی مسئلہ میں قول امام اعظم رح اور قول صاحبینؒ رح کا کسی حدیث کے خلاف ہو تو اس صورت میں واجب ہے کہ امام اعظم رح اور صاحبینؒ کے قول کی اتباع کیجائے[1] جسکی سند اس وقت اُسے نہ مل سکے کیونکہ یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ امام اعظمؒ اور صاحبینؒ کی کس قدر شان اور عظمت ہے اور ان بزرگوں نے اس بات میں بڑی تحقیق و تدقیق کی ہے کہ کس حدیث میں معارضہ ہے اور کس حدیث سے استنباط ہے یعنی یہ سب کچھ تحقیق کر کے ان حضرات نے کسی مسئلہ میں حکم فرمایا ہو۔ اور ان ائمہ کا قول خلاف حدیث کے نہیں ہے اور ان آئمہ کرام رح کی شان میں ہمارا گمان نہیں کہ ان کو حدیث نہ پہنچی ہو۔ اس واسطے کہ ان ائمہ کا زمانہ قریب ہوا ہے زمانۂ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اور ان آئمہ کا علم صحاح ستہ والوں سے بدرجہا وسیع تھا +

قاعدہ اٹھواں جس روایت کو صرف راوی غیر فقیہ نے روایت کیا ہو۔ اور وہ ایسی روایت نہیں کہ اسمیں رائے کو دخل ہو سکے تو اُس کو قبول کرنا واجب نہیں +

قاعدہ نواں۔ عام قطعی ہے مانند خاص کے تو تخصیص نہیں ہوسکتی عام میں خاص کے ذریعہ سے مگر اس وقت میں ایسی تخصیص ہوسکتی ہے کہ وہ خاص قطعی ہو تو یہ تخصیص بمنزلہ نسخ کے ہوگی البتہ جب عام مخصوص منہ البعض ہو تو تخصیص میں یہ شرط نہیں کہ خاص قطعی ہو +

اس باب کا خلاصہ مطلب یہ ہوا کہ فقہ کی ضرورت اور اہمیت ہر ایک مفسر اور محدث کے لئے نہایت ہی ضروری اور لابدی امر ہے۔ کیونکہ بغیر فقیہ ہونے کے احادیث و قرآن سے مسائل شرعیہ کا صحیح صحیح استنباط نہیں ہوسکتا۔ اسی واسطے بڑے بڑے اکابر غیر مقلد بھی فقہ حنفی کے محتاج دیکھے گئے ہیں۔ جسکا ذکر اگلے حصوں میں بالتفصیل کیا گیا ہے +

[1] اس سے کوئی جاہل اور بے وقوف یہ خیال نہ کرے کہ اماموں کے قول کو حدیث پر ترجیح دی جاتی ہے، حالانکہ یہ نہیں ہے۔ بلکہ اماموں کا یہ قول بھی حدیث سے ہی مستنبط ہے جو صحاح ستہ میں موجود نہیں ہے۔ لیکن اور کتابوں میں موجود ہے جسکی تخریج اس کتاب میں انکی

چوتھا باب
تقلید کا بیان

تقلید ایک ایسا فعل ہے کہ جس سے دُنیا کا کوئی شخص خالی نہیں۔ گو ظاہراً لوگ تقلید کی مخالفت کرتے ہوئے نظر آتے ہیں مگر حقیقت میں وہ لوگ بھی تقلید کی زنجیر میں جکڑے ہوئے ہوتے ہیں۔ چنانچہ کوئی تو یورپ والوں کے فیشن کا ایسا دلدادہ اور عاشق ہے کہ کورانہ اور اندھا دھند تقلید کرنے پر لٹو ہو رہا ہے۔ کوئی مشرکوں اور بدعتیوں کا گرویدہ ہو کر اپنے نعمتِ ایمان کو ضائع کر رہا ہے اور کوئی بھنگیوں اور چرسیوں کی مجلس میں بیٹھ کر دولتِ اسلام کو خیرباد کر رہا ہے۔ کوئی سچی اور حقیقی تقلید میں قرآن و حدیث کے مطالعہ میں منہمک ہے اور سلف صالحین اور مجتہدین کا مقلد ہو کر حقیقی اسلام کے مطالب و مقاصد کو حل کر رہا ہے حقیقت میں سچی تقلید تو یہی ہے جس سے بیوقوف اور جاہل لوگ متنفر ہو رہے ہیں۔ حالانکہ قرآن مجید کا صحیح صحیح مطلب اور احادیث کے تعارض کا فیصلہ بدون تقلید مجتہدین کے معلوم نہیں ہو سکتا چنانچہ میں مختصراً تقلید کی تشریح ناظرین کی تقویتِ ایمان کے لئے ہدیۂ ناظرین کرتا ہوں۔ اُمید واثق ہے کہ ناظرین میری اس ناچیز تحریر کو پڑھ کر میری ہاں میں ہاں ملائیں گے اور تعصب کی عینک کو اُتار کر انصاف اور ایمان کی عینک کو لگا کر قرآن مجید اور احادیث نبویہ کی مشعل کو ہاتھ میں لے کر اس تحریر پر غور و خوض کریں گے۔ وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغُ۔

حدیث کے صحت و ضعف کی تنقیح میں اختلاف

قرآن شریف کی صحیح تفسیر اور ہمارے مشکلات و مبہمات کے انکشاف کا قابل اعتماد ذخیرہ احادیث نبویہ ہی میں ہے۔ لیکن احادیث نبویہ کے ذریعہ سے بھی حل مشکلات اور کشف مبہمات کر لینا کوئی معمولی کام نہیں ہے پہلا مرحلہ تو احادیث کی صحت و ضعف کی تنقیح کا ہے جس کی بنیاد راویوں کی قوت اور ضعف ہے

اور یہ وہ دریائے ناپیدا کنار ہے جس میں بڑے بڑے ائمہ حدیث نہایت اضطراب کے ساتھ ہاتھ پاؤں مارتے ہیں۔ اسماء الرجال کی کوئی سی کتاب اٹھاؤ تو بکثرت دیکھو گے کہ ایک ہی شخص کو ایک امام ثقہ قابلِ اعتماد قرار دیتا ہے اور دوسرا اُس کو جھوٹا ناقابل اعتماد کہتا ہے۔ چنانچہ مثال کے طور پر کتاب میزان الاعتدال سے چند راویوں کا نمونہ دکھلایا جاتا ہے۔

(۱) محمد بن اسحاق بن یسار رح۔ شعبہ رحمۃ اللہ علیہ اِس کو امیر المؤمنین فی الحدیث کہتے ہیں۔ لیکن امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اِس کو دجال کا لقب دیتے ہیں۔

(۲) عبد اللہ بن لہیعہ رح۔ امام احمد حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کثرت حدیث اور اسکے ضبط و اتقان میں ابن لہیعہ رح کے برابر مصر میں کون تھا۔ لیکن امام جوزجانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اسکی حدیث پر نور نہیں ہے اور وہ حجت ہونے کے لائق نہیں ہوسکتی۔

(۳) احمد بن صالح المصری رح۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ ثقہ تھے اور ان کے حق میں کسی کو میں نے گفتگو کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔ لیکن یحییٰ بن معین انہی کو دروغ گوئی سے متہم کرتے ہیں۔

(۴) احمد بن عیسیٰ مصری رح۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ ان سے روایت کرتے ہیں۔ لیکن یحییٰ بن معین رح ان کو دروغ گو فرماتے ہیں۔

(۵) اسماعیل بن اویس رح۔ امام بخاری رح اور مسلم رح دونو کے استاد ہیں۔ لیکن نضر بن سلمہ رح اُن کو جھوٹا بتلاتے ہیں۔

(۶) حارث اعور رح۔ شعبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ بڑا جھوٹا تھا۔ مگر یحییٰ بن معین اسے قابلِ اعتماد ثقہ قرار دیتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔

تقلید کی ضرورت غرض احادیث نبویہ کی صحت و ضعف راویوں کی قوت و ضعف کے علاوہ اور بھی بہت سی باتوں سے متعلق ہے جو فن اصول حدیث کے واقف پر مخفی اور پوشیدہ نہیں ہیں۔ اِس لئے کسی حدیث کی بابت یہ فیصلہ کرنا کہ وہ مقبول اور لائق اعتماد ہے یا نہیں۔ ائمہ علم حدیث

کے سوا اور کسی کا کام نہیں ہے۔ اور ان کے بعد کے لوگوں کو خواہ وہ کیسے ہی متبحر فی العلوم اور امامت کے رتبہ پر کیوں نہ ہوں۔ چار و ناچار اس باب میں ائمہ حدیث ہی کی پیروی اور تقلید کرنی پڑے گی۔ لیکن کسی حدیث کے مقبول اور لائق عمل ثابت ہونے کے بعد بھی ہم دیکھتے ہیں کہ بہت سی حدیثوں کے ذریعہ سے بھی افعال و اعمال کے فرق مراتب اور امتیاز مدارج کے سمجھنے میں جس کی ضرورت ہم کافی طور سے پہلے ثابت کر چکے ہیں ہم ویسے ہی نابلد اور قاصر رہتے ہیں جس طرح آیت کریمہ کے ذریعہ سے ثابت کرنے میں۔ مثلاً باب الوضو کی حدیثیں جس طرح چہرہ اور ہاتھ پاؤں کا دھونا بیان کیا گیا ہے۔ اسی طرح مسواک کرنا۔ ہر ایک عضو کا دہنے طرف سے شروع کرنا بیان کیا گیا ہے۔ اب صرف حدیث سے یہ بتلانا مشکل ہے کہ چہرے اور ہاتھ پاؤں کا دھونا تو فرض اور ضروری ہے۔ لیکن مسواک کرنا اور اعضا کا دھونا دہنے طرف سے شروع کرنا غیر ضروری اور صرف مسنونیت کے درجہ پر ہے۔ اسی طرح باب الغسل میں جس طرح تمام بدن کا دھونا بیان کیا گیا ہے۔ اسی طرح اس کے شروع میں معمولی وضو کرنا بھی بیان کیا گیا ہے۔ مگر اب یہ کہنا مشکل ہے کہ تمام جسم کا دھونا تو فرض اور ضروری ہے۔ لیکن شروع میں وضو کر لینا چنداں ضروری نہیں ہے۔ یا یہ کہ اس وضو میں سے کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے کا حصہ تو فرض اور ضروری ہے۔ باقی حصہ بہت ضروری نہیں ہے صرف مسنون اور مندوب ہی ہے۔ کیونکہ مذکورہ بالا حدیثوں میں اس قسم کی تعیین و تشخیص نہیں بیان کی گئی ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضورؐ روزے کی حالت میں صبح صادق کے بعد غسل جنابت فرماتے تھے۔ لیکن کون کہہ سکتا ہے کہ ہمارے لئے بھی ایسا کرنا فضیلت اور مزید ثواب کا باعث ہے۔ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ آپؐ روزے کی حالت میں ازواج مطہرات کے بوسہ لیتے، اور اس سے بھی زیادہ اختلاط فرماتے تھے۔ لیکن کیا کوئی اس پر فتویٰ دے سکتا ہے کہ ہمارے لئے بھی روزوں میں ایسا کرنا فضیلت اور مزید ثواب کا باعث ہے۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے منقول ہے کہ آپ نے ایک قوم کی کوڑی پر کھڑے کھڑے پیشاب کیا۔ تو کیا کھڑے کھڑے پیشاب کرنا ہمارے لئے بھی مسنون و باعث ثواب سمجھا

جائے گا۔ آپ حج کے موقع پر کعبہ سے واپس ہوتے ہوئے وادی مُحصب میں ضرور ٹھیرتے تھے لیکن عائشہ صدیقہؓ اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہما فرماتے ہیں کہ وادی مُحصب میں ٹھیرنا کوئی بات نہیں ہے۔ لَيْسَ بِشَيْءٍ صحیح حدیث ہے۔ سَبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوقٌ وَقِتَالُهٗ كُفْرٌ۔ اب کونسا مسلمان ہے جو حضرت علیؓ اور عائشہ صدیقہؓ طلحہؓ اور زبیر رضی اللہ تعالےٰ عنہم کی تکفیر کا فتویٰ دیگا +

ایک اور صحیح حدیث میں ہے کہ احنف بن قیس رضی اللہ تعالےٰ عنہ علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی امداد کے لئے تشریف لئے جاتے تھے۔ راستے میں ابوبکرہ صحابی رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے ملاقات ہوئی اور ان کو احنف رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا ارادہ معلوم ہوا تو فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ آلہ وسلم سے سُنا ہے کہ جب دو مسلمان تلواریں لے کر بھڑ جائیں تو قاتل اور مقتول دونو دوزخی ہونگے اب کیا کوئی مسلمان اس حدیث کے نتیجہ کو تسلیم کر سکتا ہے +

غرض حدیثوں میں اس قسم کی دوچار نہیں بلکہ کثرت سے مثالیں موجود ہیں جن سے نمایاں طور پر واضح ہو سکتا ہے کہ حدیثوں کے صحیح معانی سمجھنا اور مختلف المعانی حدیثوں میں توفیق و تطبیق دینا زیادہ تدبر و تبصرہ کا محتاج ہے۔ ہر ایک مسلمان تو کجا ہر ایک متبحر فی العلم سے بھی یہ نہیں ہو سکتا اس لئے چار ناچار اس باب میں بھی ہم کو اسلاف صالحین اور آئمہ مجتہدین ہی کی پیروی اور تقلید کرنی پڑے گی +

سلف صالحین کی اتباع کی ضرورت رسول اللہ صلے اللہ علیہ آلہ وسلم کے عمل اور آیات قرآنی کے بظاہر متخالف معلوم ہوتے ہوئے بھی خلف کو سلف کی تقلید و پیروی کرنی اور ان کی رائے کو عظمت و وقعت کی نگاہ سے دیکھنا صحابۂ کبار رضی اللہ تعالےٰ عنہم کے نزدیک محمود اور مستحسن تھا۔ نہ اس لئے کہ وہ سلف کی رائے کو قرآن و حدیث سے برتر سمجھتے تھے۔ ہرگز نہیں بلکہ اس لئے کہ وہ اپنے سلف کو قرآن و حدیث کے مطلب و معنی سمجھنے میں اپنے آپ سے بالاتر سمجھتے تھے اور ان دونو باتوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے +

پس جب یہ ثابت ہو گیا کہ ہمارے تمام افعال و اعمال حدود شرعیہ سے محدود ہیں۔ اور

براہ راست قرآن مجید اور احادیث نبویہ سے ان حدود اور مراتب کے استنباط اور استخراج پر ہماری علمی طاقت کافی نہیں ہے۔ اس لئے ضرور ہوا کہ ہم اس باب میں سلف صالحین کی پیروی اور ان کا اتباع یا بلفظِ دیگر تقلید کریں +

تقلید کے متعلق بعض اعتراضات کے جواب

اعتراض۔ کیا وجہ ہے کہ حنفی بعض مسائل میں صاحبینؒ کی اقتدا کرتے ہیں لیکن شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی تقلید کو ممنوع جانتے ہیں۔ حالانکہ اگر یہ خیال ہے کہ اصول میں امام اعظم رح اور صاحبین رح کا اتفاق ہے اس وجہ سے بعض مسائل میں صاحبینؒ کی بھی اقتدا کرتے ہیں تو اصول میں سب ائمہ میں اتفاق ہے تو چاہیئے کہ شافعیؒ کی بھی اقتدا بعض مسائل میں کریں اور اس امر کو ممنوع نہ جانیں اور اگر یہ خیال ہے کہ فروع میں امام اعظمؒ اور امام شافعیؒ میں اختلاف ہے۔ اسواسطے امام شافعیؒ کی تقلید منع ہے تو فروع میں سب ائمہ میں اختلاف ہے تو چاہیئے کہ حنفیوں کے لئے صاحبینؒ کی بھی تقلید ممنوع ہو؟

جواب۔ اسکی دو وجہ ہیں۔ ایک وجہ یہ ہے کہ جمہور حنفیہ کا یہ قول ہے کہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا مذہب اپنے اجلۂ اصحاب کی تحقیق پر موقوف رکھا۔ مثلاً زفر بن الہذیل رح اور ابو یوسف رح اور حسن بن زیاد رح اور ابن سماعہ رح اور قاضی اسد رح اور محمد بن الشیبانی رح اور ان صاحبوں کی مانند اور جو اجلۂ اصحاب امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے ہوئے ان سب اصحاب کی تحقیق پر امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مذہب کی بنا رکھی اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ ہمارے اجلّہ اصحاب میں ہر ایک کا جو مذہب ہے وہ میرا بھی مذہب ہے تو میرے مقلّدین سے جو چاہے ان اصحاب کی تقلید کرے۔ چنانچہ یہ مضمون قصص کثیرہ سے ثابت ہے۔ اور وہ قصص طبقات کوفیہ اور دیگر طبقات حنفیہ میں مذکور ہیں۔ اس واسطے حنفیہ نے ان اجلۂ اصحاب امام اعظم رح کے مذہب کو مذہب امام اعظم رح کا قرار دیا ہے اور حنفیہ بوقت حاجت بعض مسائل میں ان اصحاب کی تقلید کرتے ہیں۔ اور چونکہ

یہ تقلید بھی امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے حکم کے موافق ہے۔ اس واسطے اس تقلید کو بھی ہم جانتے ہیں کہ یہ بھی امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی تقلید ہے +

دوسری وجہ یہ ہے کہ محققین حنفیہ کے نزدیک ثابت ہے کہ اجتہاد کے چار مراتب ہیں: (۱) اجتہاد استقلالی (۲) اجتہاد انتسابی (۳) اجتہاد فی المذہب (۴) اجتہاد ترجیح +

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا زمانہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ کے بعد ہوا۔ اور یہ دونو امام مجتہد مستقل تھے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مذہب میں کسی امر میں امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی متابعت نہ کی بخلاف صاحبینؒ اور امام زفر رح اور ان کی مانند اور اجلۂ اصحاب امام اعظم رح کے کہ یہ ائمہ مجتہد منتسب تھے۔ اور مجتہد منتسب تابع مجتہد مستقل کا ہوتا ہے اور بالاستقلال مجتہد نہیں ہے۔ اور مجتہد منتسب کا وہی مذہب ہوتا ہے جو مذہب اس مجتہد مستقل کا رہتا ہے جس کا وہ مجتہد منتسب تابع رہتا ہے۔ اور ایسے ہی اجتہاد کے باقی دو مرتبہ دوسرا بھی بالاجماع تابع اجتہاد استقلال کا ہوتا ہے۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ مجتہد مستقل اس کو کہتے ہیں جو آیات و احادیث احکام میں اور آثار صحابہ و تابعین میں جرح و تعدیل کرے۔ اس کے بعد ان آیات و احادیث میں جو مناسب سمجھے اسے اپنا مابہ الاجتہاد قرار دے اور پھر قواعد استنباط کو وضع کرے تا بوقت استنباط تناقض و تہافت واقع نہ ہو۔ اور یہ مرتبہ خاص امام اعظم رح اور امام شافعی رح اور ان کی مانند اور دوسرے مجتہدین مستقل کا ہوا۔ بخلاف صاحبین رح اور امام زفر رح وغیرہما۔ اور مجتہدین غیر مستقل کے کہ ان مجتہدین غیر مستقل نے انہی احادیث و آثار فقہا و تابعین کو اپنے قول کا ماخذ اور اپنا مابہ الاجتہاد قرار دیا۔ اور انہی احادیث و آثار پر اپنے مذہب کا مدار رکھا جو احادیث و آثار امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے کلام سے اخذ کیا تاکہ اصول میں امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے طریقہ کے موافق عمل کرتے رہیں۔ اگرچہ فروع میں امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی مخالفت ہو سو اور یہ مخالفت فی الواقع مخالفت مذہب میں نہیں۔ بلکہ بادۂ اجتہاد و طرق استنباط میں امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے تابع ہیں مثلاً امام اعظم رح نے قرار دیا ہے کہ عام قطعی ہے مانند خاص کے اور خاص صاف طور پر بیان کیا ہوا ہے

تو اثبات بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔ اور عموم واسطے مشترک کے اس کے معانی میں نہیں۔ اور حقیقت و مجاز دونو جمع نہیں ہو سکتے۔ اور خبر واحد جو خلاف قیاس ہو اس پر عمل ہوگا بلکہ قیاس پر عمل ہوگا مانند حدیث مصراۃ کے۔ اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا مابہ الاجتہاد احادیث و آثار حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ۔ حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالےٰ عنہ اور حضرت جابر رضی اللہ تعالےٰ عنہ وغیرہ کو قرار دیا ہے۔ اور یہ احادیث و آثار فقہائے کوفہ سے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کو پہنچے۔ اور یہی بلا تفاوت بعینہٖ مسلک صاحبین رح اور امام زفر رح کا ہے۔ اور امام شافعی رح نے نہ ان قواعد استنباط میں اور نہ قرار دینے میں ماخذ اجتہاد کے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی اتباع کی ہے۔

اس امر کی توضیح ایک مثال سے بیان کرتا ہوں۔ مثلاً طب میں علاج کے دو طریقے ہیں (۱) یونانی۔ (۲) ہندی۔ اور طب کے یہ قواعد ہیں کہ تنقیح قبل نضج کے جائز نہیں۔ اور تحریک ایام بحران میں جائز نہیں۔ اور استعمال اقراص بخار میں جائز نہیں۔ البتہ چودھویں دن کے بعد جائز ہے اور یہ بھی جائز نہیں کہ زیادہ دن ترک غذا کر کے قوت نہایت ضعیف کر دی جائے۔ بلکہ حفظ قوت تا امکان واجب ہے اگرچہ غذا سے مرض میں زیادتی ہو جائے۔ اور اطبا معالجات میں اپنا ماخذ وہی قرار دیتے ہیں جو قول جالینوس و بقراط کا ہے۔ اور ان کی مانند اور دوسرے حکماء کا قول ہے قواطبائے یونانی کا طریقہ علاج باہم مختلف ہوتا ہے۔ مثلاً علوی خاں اور واصل خاں کہ دونو طبیبوں کے طریقہ علاج میں بہت فرق ہے لیکن اطبائے یونانی کا ایک ہی مسلک یونانی طب ہے اور اس طریقہ علاج یونانی اور دوسرے طریقہ علاج ہندی میں باہم بہت فرق ہے۔ اور اصول قواعد میں نہایت تفاوت ہے اور بطور تمثیل کے سمجھا جائے۔ مثلاً یونانی طب اور ہندی طب میں خاص اصول میں نہایت فرق ہے۔ ایسا ہی مذہب حنفی اور مذہب شافعی رح میں باہم خاص اصول میں نہایت فرق ہے۔ جیسا کہ طریق بقراط اور طریق جالینوس میں اصول میں فرق نہیں۔ بلکہ صرف فروع میں فرق ہے۔ اسی طرح سے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ اور صاحبین رح

کا اصول ایک ہی ہے۔ اصول میں کچھ فرق نہیں۔ بلکہ صرف بعض فروع میں باہم اختلاف ہے تو طریقہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا اور طریقہ صاحبین رح کا یہ دونو طریقے گویا بمنزلہ دوصنف کے ہیں نوع واحد سے۔ اور مذہب امام اعظم رح کا اور مذہب امام شافعی رح کا گویا بمنزلہ دو نوع متباینیں کے ہے[1] (زیادہ تحقیق کے لئے دیکھو رسالہ الانصاف اور عقد الجید مصنفہ مولوی شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ)

تقلید شخصی کے وجوب کا ثبوت

یہ بات پایۂ ثبوت تک پہنچ چکی ہے کہ تقلید شخصی واجب ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے خود قرآن شریف میں اپنے رسول کے اتباع کو فرض کیا۔ اور تمام احادیث بھی اس پر دال ہیں۔ اور یہ بات سب کے نزدیک مسلم اور مقرر ہے مگر سمجھنے کی بات یہ ہے کہ اتباع حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ کر سکے جس نے آپ کی زیارت کی ہو۔ ورنہ بدوں حضور خدمت کیونکر ہو سکتا ہے۔ تو لہذا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود اس کو بھی نقل فرمایا۔ اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ بِاَیِّہِمْ اِقْتَدَیْتُمْ اِھْتَدَیْتُمْ (یعنی میرے سارے اصحاب مثل ستارے کے ہیں تم جس کسی ایک صحابہ کی بھی اقتدا کرو گے تو ہدایت پاؤ گے) اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔ فَاسْئَلُوْٓا اَھْلَ الذِّکْرِ اِنْ کُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ (یعنی اہل الذکر سے پوچھو اگر تم نہیں جانتے) تو پچھلوں پر پہلوں سے پوچھنا فرض فرمایا۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالےٰ عنہم سے تابعین رحمۃ اللہ علیہ نے پڑھا اور ان کا اقتدا کیا۔ اور علیٰ ہذا تابعین رح سے تبع تابعین رح نے پڑھا کہ خود حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم فرما چکے ہیں۔ خَیْرُ الْقُرُوْنِ قَرْنِیْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَھُمْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَھُمْ (یعنی بہتر زمانہ میرے قریب کا زمانہ ہے۔ پھر وہ لوگ جو ان کے قریب ہیں۔ پھر جو اُن کے قریب ہیں) ان قرنوں کی تعریف سے یہ مقصد ہے کہ تابعین رح نے صحابہ رضی اللہ تعالےٰ عنہم سے سیکھا۔ اور تبع تابعین رح نے تابعین رح سے۔ اور یہ ہرسہ قرون خیر امت ہیں ان سے میرا طریقہ لو۔ کیونکہ خیریت ان کی بسبب علم وعمل ہے۔ اور جو علم وعمل میں اولیٰ ہوتا ہے۔ وہی مقتدا

[1] راقم الحروف کی رائے میں چاروں مجتہدوں کے اصول میں درحقیقت کچھ بھی فرق نہیں ہے۔ چنانچہ اس کتاب کے باقی حصص کے مطالعہ سے ناظرین پر عیاں ہو جائے گا۔ (مصنف)

ہوتا ہے۔ پس اب تحصیل سنت نبوی پر تحصیل دین محمدی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ رضی اللہ تعالے عنہم سے۔ اور ان کے بعد تبع تابعین سے فرض ہوا۔ اور علٰے ہذا آج تک یونہی قرن بقرن چلا آیا کہ خود فرمایا۔ بلّغوا عنّی سب عالم کو خطاب کیا کہ تم تبلیغ دین کی کرو تو ہر زمانہ میں بعبارت صریح حدیث کے علماء سے دین کی تحقیق اور علم نبوی کا سیکھنا فرض ہوا کیونکہ بدون تقلید پہلوں کے پچھلوں کو ہرگز دین نہیں مل سکتا۔ غیر مقلدین کو بھی تو دین پہلوں سے ہی معلوم ہوا ہے۔ کسی کی بات ماننا اور اس کو صادق جان کر عمل کرنا اس کے ہی معنی تقلید ہیں اتنی بات مقلدین اور غیر مقلدین سب مسلم رکھتے ہیں۔ مگر ہاں اتنا فرق ہے کہ غیر مقلدین صرف لفظوں کی تقلید کرتے ہیں کہ پہلوں سے لفظ سن کر قبول کئے اور معنی جو چاہے آپ لگا دیئے۔ گو دین کے موافق ہوں یا مخالف۔ سبحان اللہ صحابہ جو عربی تھے اور فصاحت و معانی و نکات اپنی کلام کی جانتے تھے قرآن کے معنی حدیث شریف سے اور باہم تحقیق کرتے تھے۔ اور مقصد و معانی کے سیکھنے کی ضرورت جانتے تھے مشہور ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالے عنہ نے دس برس میں سورہ بقر کو سیکھا۔ یہ معانی پڑھتے تھے یا الفاظ لفظ کے پڑھنے کی ان کو کیا ضرورت تھی بلکہ تفسیر پڑھی تھی۔ اور علیٰ ہذا تابعین و تبع تابعین اور سب علماء کو معنی کی تقلید ضرور ہوئی مگر جہلائے ہند کو کچھ حاجت نہ رہی کہ فقط پہلے لوگوں کے لفظ دیکھ کر اپنی رائے سے جو چاہے معنی گھڑ لئے۔ احادیث میں موجود ہے کہ صحابہ۔ تابعین قرآن کے متعارض مضامین کو اور غریب لغات کو تحقیق کرتے تھے۔ بہرحال تقلید لفظ و معنی دونوں کی دین میں واجب ہے۔ تو بس اب حسب ارشاد شارع کے تقلید واجب ہوئی۔ اور جو کوئی کسی عالم کی تابعین سے لے کر آج تک تقلید کرتا ہے۔ تو تقلید صحابہ رضی اللہ تعالے عنہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہی تقلید ہے۔ کیونکہ یہ سب واسطہ و وسائل آپ کے ہیں۔ سو تابعین اور تبع تابعین کی تقلید اور ان کے شاگردوں کی تقلید کا خود رسالت مآب کی تقلید ہے تو بالضرور تقلید امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تقلید رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہوئی۔ اور مقلد امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کا مقلد آپ کا ہی ہوا۔ اب باوجود اس بات کے کہ تقلید رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بدون صحابہ

اور تقلید صحابہ بدون تابعین کے محال ہے۔ اور قرآن و احادیث میں ان کی تقلید کا حکم مصرح مذکور ہو چکا تو یہ ہم پوچھتے ہیں کہ باری تعالے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کی طرف سے حکم تقلید ائمہ اربعہ کے وجوب کے اور کیا معنی ہیں۔ آیا یہ مقصود ہے کہ قرآن شریف یا حدیث شریف میں خاصکر بنام امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ یا شافعی رحمۃ اللہ علیہ مثلاً حکم ہو کہ فلاں امام کی تقلید کرنا واجب جانو۔ اگر یہ مطلب ہے تو محض دھوکا مسلمانوں کو دینا ہے۔ بخاری و مسلم کے الفاظ کی تقلید کی کونسی مصرح حدیث یا قرآن کی آیت ہے یا صحابہ میں سوائے چند نام کے کس کے نام کی نص صریح آئی ہے معاذ اللہ۔ اگر صحابہ کے قرن میں لفظ اصحابی کالنجوم پر قناعت ہے تو تمہ الذی یلونھم اور لفظ اہل الذکر کے عموم میں کیا قباحت دیکھی جو بیان تخصیص اسمی کی ضرورت پڑی۔ اگر غیر مقلد ہم سے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ یا امام شافعی رحمۃ اللہ کے تصریح اسم کی نص مانگتا ہے تو ہم بھی صحابہ کی ہر ہر واحد کے نام کی صراحۃً نص سے پوچھتے ہیں۔ اور بخاری و مسلم وغیرہما تمام ائمہ حدیث کی تقلید شخصی کی حدیث صریح طلب کرتے ہیں۔ الغرض یہ سب مغالطہ اور دھوکا ہے۔ بات یہ ہے کہ جیسا صحابہ رضی اللہ تعالے عنہم نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم سے دین لیا ویسا ہی تابعینؒ نے صحابہ رضہ سے لیا۔ اور تبع تابعینؒ نے صحابہ رضی اللہ تعالے عنہم و تابعینؒ سے۔ اور جب صحابہؓ کی تقلید کا ارشاد کیا تو سب صحابہ کا گویا نام ہی لے دیا اور جب تابعین کا علم صحابہ کا علم ہے تو سب تابعین نے تقلید کو ضروری فرما دیا۔ اور سلف ہذا القیاس بعد کے قرون میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ بھی تابعین میں سے ہیں چنانچہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک رسالہ اس باب میں لکھا ہے تو اُن کی تقلید نص سے ثابت ہوئی کیونکہ ان کا سب فقہ و حدیث صحابہ کے اقوال و افعال سے حاصل و مستنبط ہے اور علی ہذا شافعی رحمۃ اللہ وغیرہ ائمہ تبع تابعین کے شاگرد ہیں ان کا علم بھی صحابہ سے مستفاد ہے۔ پس اب کس منہ سے کوئی ان کی تقلید سے انکار کرے گا تو ان کے نام کی نص صریح مانگنے میں مخالف کا قافیہ تنگ ہوگا۔ دیکھیں گے کہ وہ کس کس ائمہ متقدین کی نص صریح لا دے گا۔ ہاں ایک بات باقی رہی وہ یہ ہے کہ مخالف کا یہ مطلب ہو کہ تقلید سب صحابہ و تابعین کی درست و ضرور ہے۔ پھر خاصکر ایک ہی کی تقلید کرنی کیا ضرورت ہے۔ اور وجوب ایک شخص کا

کسی نص میں آیا ہے۔ نص قرآن و حدیث تو علی العموم سب کی تقلید کا ارشاد فرماتے ہیں۔ اور تابعین و تبع تابعین کے طرز سے بھی یہی ظاہر ہے کہ وہ کسی ایک کے شاگرد نہیں۔ بلکہ بہت بہت لوگوں سے علم ان کا حاصل ہے۔ البتہ یہ بات قابل التفات و جواب ہے تو اول ہوش کر کے یہ بات سنو کہ حدیث صحابی کالنجوم کے یہ معنی ہیں کہ میرے سارے اصحاب مثل ستارہ کے ہیں تم جس کسی ایک صحابہ کی بھی اقتدا کرو گے تو ہدایت پاؤ گے۔ تو مطلب حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ہے کہ فقط ایک صحابی خواہ کوئی ہو ہدایت کے واسطے کافی ہے۔ یہ معنی نہیں اگر سب کی اقتدا کرو گے تو ہدایت پاؤ گے ورنہ نہیں۔ مگر ہاں جب ایک کی اقتدا میں ہدایت ہے۔ اگر چند صحابہ کی اقتدا ہو گی اور مسائل و مواقع متعددہ میں اصحاب متعددہ سے اقتباس کرے گا تو بھی ہدایت ہووے گی تو بس اس حدیث میں آپ نے ایک صحابی کی تقلید کو کافی فرمایا ہے۔ اور زیادہ کی تقلید کو منع نہیں فرمایا۔ فی الواقع مسئلہ مختلفہ میں ایک کی ہی تقلید ممکن ہو سکتی ہے۔ دو یا تین کی تقلید ہو ہی نہیں سکتی۔ اور اوپر کی تقریر سے یہ واضح ہو گیا کہ تقلید تابعی کی تقلید صحابی بھی ہے۔ اور علیٰ ہذا یہ حکم جیسا صحابہ کی نسبت ہے ویسا ہی تابعین اور تبع تابعین وغیرہم کی نسبت بھی ہے کہ ایک کی تقلید ضروری ہے اور زیادہ کی منع نہیں تو بہر حال اتباع دین حاصل ہوتا ہے اور ہدایت پاتا ہے۔ اور فَاسْئَلُوْا … الخ کا امتثال پورا حاصل ہوتا ہے۔ اور اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ … الخ پر کامل عامل بنتا ہے۔ اس تقلید میں کوئی کراہت یا کوئی ترک اولیٰ نہیں۔ اور مطلق تقلید کی جو مامور بہ ہے۔ یہ بھی ایک فرد ہے۔ اگرچہ دوسرے فرد کہ چند علماء کا مقلد ہونا ہے وہ بھی در اصل روا اور جائز ہے اور ہم بلا اس تقلید شخصی کے ہیں۔ تو بس مقلد امام ابوحنیفہ رح و امام شافعی رح وغیرہما کا مقلد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہے۔ ان میں سے کسی کے نام لے کر بتلانے کی ضرورت نہیں کیونکہ کلیہ کی جزئیات اور عام کی افراد بحکم صراحت ہی ہوتی ہے۔ اور اگر غیر مقلدین کا مذہب کلیہ میں صراحۃ اسمی کا ہے تو تمام کلیات و عمومات وارد نصوص لغو ہو جائیں گے۔ سب زانی و سارق و غاصب اپنے نام سے تصریح مانگیں گے۔ جیسا کہ کفار کہا کرتے تھے کہ خاص ہمارے نام حکم نامہ لاؤ +

الحاصل یہ نہایت فضول مطالبہ ہے اور واہی بات اور محض دھوکا ہے۔ بعد دریافت اس بات

کے دوسری بات سنو کہ حق تعالیٰ قرآن شریف میں لَا تَفَرَّقُوْا حکم اتفاق کا اہل اسلام کو دیتا ہے
اور اجماع اور عدم تنازع کو فرض فرماتا ہے اور جو امر تفریق ڈالنے والا ہو اُس کو منع اور حرام فرماتا ہے
اگرچہ وہ امر مستحب ہو سو جو امر ایک وقت میں مستحب تھا جب اس امر سے مسلمانوں میں فساد ہونے
لگا وہ امر حرام ہو جاتا ہے۔ دیکھو کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے باندیشہ افتراق اُمت کے بیت
اللہ شریف کی دیوار کو اپنے موقع پر نہ بنایا۔ اور خود آپ نے تطویل قرأت فے الصلوٰۃ کو مستحب فرمایا
تھا کہ عمدہ نماز وہ ہے جس میں قرآن زیادہ پڑھا جائے اور حضرت معاذ رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے اس پر
عمل کیا۔ لیکن جب ایک صحابی نے شکایت کی کہ ہم زراعت پیشہ ہیں۔ معاذ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی طول
قرأت سے ہم کو تکلیف ہوتی ہے تو حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت معاذ رض کو فتان
فرمایا۔ اور چھوٹی قرأت کو واجب کر دیا۔ کیونکہ قرأت ادا کرنے کو ادنیٰ درجہ کافی تھا اور یہ طریقہ موجب
اتفاق کا تھا۔ اور دوسرا طریقہ حالانکہ مستحسن تھا مگر وقت افتراق کے اس کو فتنہ فرمایا اور اُس پر عمل کرنیوالے
کو فتنہ انگیز ٹھیرایا پس یہ قاعدہ مسلم شرع کا ہے کہ اگر ادائے واجب کے دو طریقے ہوں۔ ایک میں فساد
ہوتا ہو اور دوسرے میں اتفاق رہتا ہو تو وہ طریقہ جس میں فساد ہو اختیار کرنا حرام ہو جاتا ہے۔ اور
دوسرا طریقہ واجب معین ٹھیر جاتا ہے۔ اگرچہ وہ طریقہ جس میں افتراق ہوتا ہے۔ اصل میں عمدہ ہی کیوں
نہو۔ مگر اس عارضی امر سے حرام بنتا ہے۔ اب ان دونوں امر کے بعد جواب اُس خدشہ کا صاف نکل آیا
کہ تقلید شخصی کرنے والے اہل ہند سے مثلاً اپنے فرض سے فارغ تھے۔ اور امتثال امر خدا و ندی و
دینی میں سرگرم۔ اب اگر عدم تقلید شخصی کو کوئی کرانا چاہتا ہے تو بحکم مقدمہ ثانیہ معلوم ہوا کہ فتنہ و افتراق
اُمت میں ڈالتا ہے۔ لہذا یہ امر ناجائز ہوا اور تقلید شخصی واجب ہوئی۔ لہذا ہم کہتے ہیں کہ اب تقلید شخصی
واجب ہو گی اور عدم تقلید حرام بالغیر بنی۔ اور جو کچھ فتنہ اور نزاع اور اختلاف باہم اس عدم تقلید میں سے
وہ سب کو نظر آتا ہے مگر ہاں حق تعالےٰ جس کو کور باطن بنائے وہ اس فساد کے معائنہ سے معذور ہے۔
اب بفضلہ تعالےٰ وجوب تقلید شخصی بخوبی ثابت ہو گیا اور تقلید ائمہ اربعہ میں کسی امام کی بالتعیین واجب
و ثابت نص قرآنی اور حدیث نبوی سے ہو گئی۔ فَتَدَبَّرُوْا يَا اُولِي الْاَبْصَارِ۔

تقلید کے بیان کا خلاصہ خلاصہ مطلب یہ ہے کہ پہلی اور دوسری صدی میں عوام الناس کسی خاص مذہب کے مقلد اور پابند نہ تھے بجز شارع علیہ السلام کے کسی کی تقلید نہ کرتے تھے۔ بلکہ ان کو جو احکام اُن کے باپ داداسے یا اُن کے شہروں کے علماء سے پہنچتے۔ اُن پر عمل کرتے۔ اور ضرورت کے وقت جس کو عالم دیندار سمجھتے اُس سے مسئلہ دریافت کر لیتے تھے۔ یہ حالت دوسری صدی تک رہی۔ لوگ دو قسم کے تھے۔ عالم یا جاہل۔ عالم اپنے علم پر عمل کرتے اور جاہل جس عالم سے چاہتے احکام شرعی دریافت کرتے۔ دو صدی گذرنے پر خاص مذہب کا اختیار کرنا رواج پذیر ہوا۔ اس زمانہ کے عوام کسی نہ کسی مذہب کے پابند ہوتے تھے۔ جیسے حنفی۔ شافعی۔ مالکی۔ حنبلی۔ بلکہ اکثر محدثین اور صاحب تصانیف بھی جیسے امام بخاری اور دیگر محدثین کسی نہ کسی مذہب کی طرف منسوب تھے۔ اگرچہ یہ لوگ خود بھی مجتہد تھے۔

غرض اکثر بزرگان دین باوجودیکہ اعلےٰ درجے کے عالم تھے۔ لیکن حنفی مالکی شافعی یا حنبلی ہونا پسند کرتے تھے۔ اور اپنے آپ کو کسی امام کی طرف منسوب کرنا ان کے نزدیک کچھ عیب نہ تھا۔ بلکہ باعث فخر تھا۔ ان بزرگوں کو مرتبہ اجتہاد حاصل تھا۔ پھر بھی تقلید کو اچھا سمجھا اور اپنے نام سے کوئی طریقہ نہ ایجاد کیا۔ مثل ائمہ اربعہ کے صاحب مذہب مشہور نہ ہوئے۔ ان دو صدیوں کے اندر مجتہدین کی کثرت ہوئی۔ پھر رفتہ رفتہ کمی ہوتی گئی۔ یہانتک کہ درجہ اجتہاد گویا اُٹھا لیا گیا۔ اور ہر شخص پر تعین مذہب شخصی ضروری و لازمی ہوگیا ؎

حسبی من الخیرات ما اعددتہ	یوم القیمۃ فی رضی الرحمن
دین النبی محمد خیر الورٰی	ثم اعتقادی مذہب النعمان

حنفی شافعی مالکی حنبلی کے القاب کا ثبوت

اکثر غیر مقلد حنفی شافعی وغیرہ القاب کہلانے کو بدعت سیئہ اور شرک قرار دیتے ہیں۔ حالانکہ حنفی شافعی مالکی حنبلی القاب میں کوئی گناہ یا شرک نہیں ہے۔ کیونکہ یہ سب مجتہدین محمدی ہیں جو متبع سنت محمد رسول

اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم میں۔ پس جو حنفی ہے وہ موحد بھی ہے اور محمدی بھی ہے۔ اور حنفی کے یہ معنی کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو وہ اعلم و افضل جانتا ہے اور دیگر ائمہ پر بھی علی الحق عقیدہ رکھتا ہے اور علی ہذا شافعی وغیرہ۔ اور یہ لقب علمائے اہل حق میں برابر قدیم سے بلا نکیر شائع رہا ہے کسی نے اس پر اعتراض نہیں کیا۔ اور خیر القرون میں باین معنی ملقب ثابت ہوا ہے کہ علوی اس شخص کو کہتے تھے جو حضرت علی رضی اللہ تعالے عنہ کو افضل جانتا تھا۔ اور عثمانی اُسے کہتے تھے جو حضرت عثمان رضی اللہ تعالے عنہ کو افضل جانتا تھا چنانچہ صحیح بخاری میں یہ لقب باین معنی موجود ہے۔ پس جب اس کی نظیر موجود ہے تو اس پر اعتراض کرنا اور اسے بدعت جاننا اہل علم کا کام نہیں۔ البتہ عوام نادان جہل کے سبب ایسے کلام کیا کرتے ہیں۔ آخر لقب محمدی بھی تو خود اس فرقہ کی ایجاد ہے کسی حدیث سے اس کا حکم جواز استخراج کر سکتے ہیں۔ اگر وہ اس لقب کو بوجہ اتباع فخر عالم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم بتاتے ہیں تو چونکہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالے عنہ کے اعمال مختلفہ سے چاروں اماموں نے اپنا مذہب حق مقرر کیا ہے تو حنفی ہونے کا لقب بھی اس پر قیاس کر لیجئے کہ بوجہ اتباع ابوحنیفہ رح اور شافعی رح ٹھیرا ہے اور اتباع ائمہ نہیں مگر اتباع صحابہ کرام رضی اللہ تعالے عنہم و فخر عالم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پھر اس ملقب سے کیا عجب ہو سکتا ہے +

تمام بزرگان سلف کا مقلد ہونا شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ انصاف میں لکھتے ہیں کہ امام بخاری محمد بن اسمعیل رحمۃ اللہ علیہ معدود طبقات شافعیہ سے ہیں اور شاہد اس کا کلام نووی رح کی ہے۔ اور قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ ابو عاصم رحمۃ اللہ علیہ نے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو طبقات شافعیہ میں ذکر کیا۔ حمیدی رح استاد بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا شافعی ہے۔ امام لیث رحمۃ اللہ علیہ استاد بخاری رح کا حنفی ہے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ امام لیث رحمۃ اللہ علیہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے زیادہ تر فقیہ تھے۔ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ حرملہ بن یحیی رحمۃ اللہ علیہ استاد مسلم رح کا شافعی ہے۔ امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ شافعی ہے۔ مناوی رح نے تیسیر شرح جامع صغیر میں لکھا ہے کہ ابوداؤد۔ نسائی۔ ابن حبان۔ دارقطنی۔ ابونعیم۔ بیہقی وغیرہ شافعی ہیں۔ ملا علی قاری

بشرح شفا میں لکھتے ہیں کہ قاضی عیاض رح اور قاضی ابوبکر باقلانی رح ابو سعید سحنون رح ابوبکر بن سابق رحمۃ اللہ علیہ مالکی ہیں شاہ عبدالعزیز رح نے بستان میں لکھا ہے کہ یحییٰ بن یحییٰ رح استاد بخاری و مسلم کا مالکی ہے اور صاحب روح البیان رح نے سورہ روم میں لکھا ہے کہ امام اشعری رح امام فقہ و حدیث و اصول و عقاید کا شافعی ہے۔ لہذا شافعیہ اشعریہ ہیں۔ اما امام ابو منصور ماتریدی رح امام فقہ و حدیث و تفسیر و اصول و عقاید و کلام کا حنفی ہے۔ لہذا حنفیہ ماتریدیہ ہیں۔ امام شعرانی رح نے میزان الکبرے میں لکھا ہے کہ شیخ عبدالقادر جیلانی[1] رح حنبلی ہیں ✦

مذاہب اربعہ کے ماخذ

واضح ہو کہ مجتہدین نے دلائل احکام شرعیہ اور اس کے ماخذ میں بحث کیا ہے۔ جب دیکھا کہ احادیث رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں تعارض ہے اور آثار صحابہ و تابعین کے بھی باہم مختلف ہیں۔ وہ احادیث و آثار عام طور پر پاختہ ہیں۔ اکثر احکام اس سے ثابت ہوتے ہیں تو مجتہدین کو حیرت ہوئی۔ اور باہم مجتہدین کی رائے اس بارہ میں مختلف ہوئی کہ اس تعارض اور اختلاف سے بچنے کی کیا صورت ہے تو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اختیار کیا کہ ایسے محل میں اہل مدینہ کے عمل پر اعتبار کرنا چاہیے۔ اسواسطے کہ مدینہ منورہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا گھر ہے اور خلفاء کا وطن ہے۔ اور اولاد صحابہ رضی اللہ تعالےٰ عنہم اور اہل بیت کا مسکن ہے اور نزول وحی کا مقام ہے اور اہل مدینہ معانی وحی سے زیادہ واقف ہیں تو جو حدیث یا اثر اہل مدینہ کے عمل کے خلاف ہو تو ضرور ہے کہ وہ حدیث منسوخ ہوگی یا مأول یا مخصص یا محذوف القصہ ہوگی۔ تو ایسی حدیث پر احکام شرعیہ کا مدار نہیں ہو سکتا ✦

اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اختیار کیا کہ ایسے محل میں اہل حجاز پر اعتبار کرنا چاہیئے اور بلاوجوہ اس کے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اس میں فہم کو دخل دیا بعض روایت کو کسی حالت پر حمل کیا بعض روایت کو دوسری حالت پر حمل کیا اور تا امکان روایات میں تطبیق دی۔ پھر جب امام

[1] شیخ عبدالقادر جیلانی اور مجدد الف ثانی رح کے عملیات و تعویذات مذکر طبع ہیں (مصنف)

شافعی رحمۃ اللہ علیہ مصر و عراق میں تشریف لے گئے اور اُس بلاد کے ثقات سے روایات کثیرہ سُنیں اور آپ کو معلوم ہُوا کہ اُس میں سے بعض روایات کو عمل اہل حجاز پر ترجیح ہے تو اس وجہ سے شافعی مذہب میں امام شافعی کے دو قول ہوئے۔ قول قدیم و قول جدید +

امام احمد حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے اختیار کیا کہ ہر حدیث کو اس کے ظاہر معنی پر حمل کیا۔ لیکن حدیث میں تخصیص کی اُس کے مورد کے ساتھ بصورت متحد ہونے علت حکم کے۔ تو امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب خلاف قیاس ہُوا۔ اور اُس مذہب میں اختلاف حکم میں ہُوا۔ باوجود نہونے وجہ فرق کے۔ اور اس واسطے وہ مذہب ظاہریہ کے ساتھ منسوب ہُوا +

امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کے تابعین نے جو امر اختیار کیا ہے وہ نہایت صاف ظاہر ہے۔ اور بیان اس امر کا یہ ہے کہ جب ہم نے تحقیق کی تو شریعت میں دو قسم کے احکام پائے +

ایک قسم قواعد کلیہ ہے اور وہ جامع و مانع ہے۔ مثلاً ہمارا یہ قول ہے کہ کوئی شخص کسی دوسرے شخص کے گناہ میں ماخوذ نہوگا۔ اور یہ قول ہے کہ غنم بسبب غرم کے ہے۔ اور یہ قول ہے کہ خراج بسبب ضمان کے ہے۔ اور یہ قول ہے کہ عتاق یعنی آزاد کرنا فسخ نہیں ہوسکتا۔ اور یہ قول ہے کہ بیع کامل ہوتی ہے ایجاب و قبول سے۔ اور یہ قول ہے کہ گواہ مدعی کے لئے ہے۔ اور قسم منکر پر ہوتی ہے اور ایسا ہی اور بھی بیشمار قول ہیں +

دوسری قسم احکام کی وہ ہے جو حوادث جزئیہ اور اسباب مختصہ میں وارد ہُوا۔ گویا اس قسم کا حکم بمنزلہ استنباط کے ہے۔ ان کلیات سے جو قسم اول احکام کی ہے اور اُس کا ذکر اوپر ہو چکا۔ تو مجتہد پر واجب ہے کہ ان کلیات کو محفوظ رکھے اور جو امور اُن کلیات کے خلاف ہوں اُن کو ترک کرے۔ اس واسطے کہ شریعت حقیقت میں عبارت اسی کلیات سے ہے۔ اور جو احکام خلاف اس کلیات کے ہیں کہ اُس کے اسباب اور مخصصات ہمارے نزدیک یقینی طور پر ثابت نہیں تو وہ قابل اعتبار نہیں۔ اور مثال اس کی یہ ہے کہ یہ قاعدہ کلیہ ہے کہ جب بیع میں کوئی فاسد شرط ہو تو وہ بیع باطل ہو جاتی ہے۔ اور حضرت جابر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے حال میں جو وارد ہُوا کہ اُنھوں نے

اونٹ فروخت کیا اور شرط کر لی کہ یہ اونٹ ہمارے مصرف میں مدینہ منورہ تک رہے گا تو یہ قصۂ مخصبہ جزئیہ ہے۔ یہ معارض واسطے قاعدہ کلیہ مذکور کے نہ ہوگا۔ اور ایسا ہی حدیث مراۃ معارض نہ ہوگی۔ اس قاعدہ کلیہ کے جو قاعدہ کلیہ قطعی طور پر شرع میں ثابت ہے۔ اور وہ قاعدہ یہ ہے کہ غنم بسبب عزم کے ہے۔ اور ایسے ہی اور بھی مسائل ہیں۔ اور اس سے لازم آتا ہے کہ بہت احادیث پر عمل نہیں ہوتا جسمیں ایسے امور جزئیہ کا ذکر ہے جو حنفی مذہب کے کسی قاعدہ کلیہ کے خلاف ہے۔ لیکن علماء حنفیہ اس کا خیال نہیں کرتے بلکہ مجتہد کے اجتہاد کی طرف ان کی توجہ رہتی ہے اور کلیات کی محافظت کا خیال رہتا ہے۔ اور یہی کوشش رہتی ہے کہ تاامکان جزئیات ان کلیات میں مندرج رہے۔ (فتاویٰ عزیزی) ۱۲

پانچواں باب

مختصر حالات امام ابوحنیفہؒ

اب میں اپنی کتاب کے نامی گرامی اصلی مصنف امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے مختصر حالات ناظرین کی توسیع خیالات کے لئے مرقوم کرتا ہوں تاکہ ناظرین کو معلوم ہو جائے کہ فقہ کے بانی مبانی کون سے لوگ ہیں بزرگ لوگ کیوں ان پر فریفتہ اور شیدا ہیں اور ان کو دیگر ائمہ پر کیوں ترجیح دی جاتی ہے اور ان میں کیا گن اور خوبی ہے جو دوسروں میں نہیں پائی جاتی۔ ان کی علمی معلومات کا ذخیرہ کس قدر ہے۔ اور قرآن فہمی اور حدیث دانی میں ان کا کیا رتبہ ہے۔ زہد و ریاضت میں وہ کس پایہ کے بزرگ ہیں۔ کن لوگوں نے آپ سے فیض اور استفادہ حاصل کیا۔ آپ کے کس قدر شاگرد ہوئے ہیں اور مشہور عام شاگردوں کا کیا حال ہے۔

امام صاحبؒ کا نسب نامہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا نام نامی نعمان ہے اور کنیت ابوحنیفہ ہے لیکن آپ کنیت ہی کے سبب زیادہ تر مشہور ہوئے ہیں۔ ان کے والد ماجد کا نام ثابت اور دادا کا

نام زوطی تھا۔ جو کابل یا بروایتے بابل یا ترمذ کے باشندے تھے۔ بعض مورخین آپ کا نسب نامہ اس طرح لکھتے ہیں۔ نعمان بن ثابت بن نعمان بن مرزبان جو اہل فارس سے تھے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

سن پیدائش امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی سن ولادت میں بھی مورخین کا اختلاف ہے چنانچہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تو ۸۰ھ ہجری میں بمقام کوفہ پیدا ہوئے۔ قاضی ابن خلقان کے نزدیک ۸۱ھ ہجری میں۔ اور بعض کے نزدیک ۶۱ھ ہجری میں ہوئی۔ لیکن زیادہ صحیح اور معتبر روایت ابن حجر رح کی ہے کہ آپ ۸۰ھ میں پیدا ہوئے۔ (رد المختار وغیرہ)

امام صاحب کے حق میں حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی دعا منقول ہے کہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے والد ماجد بچپن میں علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تھے اور انہوں نے ان کے اور ان کی اولاد کے حق میں خیر و برکت کی دعا فرمائی تھی۔ چنانچہ یہ اسی دعا کا ظہور ہے کہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ تمام زمانہ میں بڑے مجتہد اور امام اعظم ہوئے۔ ان کا مذہب مشرق سے مغرب تک اور جنوب سے شمال تک چار دانگ عالم میں آناً فاناً پھیل گیا اور آفتاب عالمتاب کی طرح پر تو فگن ہوا۔ بڑے بڑے علمائے کرام اور مشائخ عظام اور اولیاء اللہ ذوی الاحترام اور خاصان خدا تعالیٰ تمام ان کے مذہب کے پیرو ہوئے۔ چنانچہ چند نام یہ

حنفی اولیاؤں کے اسمائے مبارک ہیں ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ۔ شقیق بلخی رحمۃ اللہ علیہ۔ معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ۔ ابو یزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ۔ فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ۔ داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ۔ ابو حامد لفاف رحمۃ اللہ علیہ۔ خلف بن ایوب رحمۃ اللہ علیہ۔ عبد اللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ۔ وکیع بن جراح رحمۃ اللہ علیہ۔ ابو بکر وراق رحمۃ اللہ علیہ۔ خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ۔ مجدد الف ثانی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ۔ معین الدین اجمیری رحمۃ اللہ علیہ۔ شیخ عبد الحق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ۔ علی ہجویری معروف داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ۔ شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ۔ شاہ عبد العزیز دہلوی رحمۃ اللہ علیہ۔ شاہ نظام الدین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ۔ فرید شکر گنج رحمۃ اللہ علیہ۔ نور محمد رحمۃ اللہ علیہ۔ فقیر محمد طالوی رحمۃ اللہ علیہ۔ راقم الحروف کے والد مولانا

مست علی حنفی نقشبندی مجددی گدی نشین رحمۃ اللہ علیہ۔ غلام محی الدین رح حنفی نقشبندی مجددی بن حضرت خانعالم المعروف خلیفہ صاحبؒ ساکن بولی شریف وغیرہ وغیرہ۔ غرض تمام خاندان نقشبندیہ۔ صابریہ چشتیہ۔ سہروردیہ اور قادریہ وغیرہ وغیرہ کے لاکھوں اولیاء اللہ۔ اور قطب وغوث اور ابدال امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پیرو ہوئے ہیں سے

قصیدہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے مناقب میں

ہے ممکن بوحنیفہؒ کی ثنا تھوڑی ادا ہووے　　پر حقا کا خامہ گر میسر اے ضیا ہووے

ترے اوصاف ممکن ہے کہاں لکھے کوئی ثناگر　　اگر ہر حرف سے سو لاکھ مضمون بھی ادا ہووے

سوا تیرے ہے کون ایسا کہ جس کے واسطے ہردم　　زبان عقل کل پر حبذا اور مرحبا ہووے

نہ کیونکر زہد و تقویٰ میں وہ سردار زمانہ ہو　　جسے سو بار حاصل خواب میں حق کی لقا ہووے

جہاں میں کیوں نہ اسکے مذہب حق کا بجے ڈنکا　　مبشر جس کے مذہب کا کلام مصطفےٰ ہووے

نہ کیوں وہ جان و دل سے مثل مجنوں تجھ پہ شیدا　　جو تیرا وصف اور درجہ کسی سے کچھ سنا ہووے

گذاری عمر اپنی نیکیوں میں روز و شب یکساں　　جو انسان باخدا ہووے تو تجھ سا باخدا ہووے

جو آپ ایسے مسیحا تفقہ کا نہ ہو پیرو　　مسائل کے مرض سے اسکو حاصل کب شفا ہووے

ہوا جس پر سایہ افگن شاہمائے مذہب نعمانؒ　　کہاں ممکن ہے اسکو خواہش ظل ہما ہووے

تمہارے فقہ سے سرشار ہوگا تا ابد بے شک　　ایاغ فقہ نعمان سے جو یک قطرہ چکھا ہووے

تری تقلید کو دل سے وہی مرغوب سمجھے گا　　کہ جس کے حال پر شامل بہت فضل خدا ہووے

جو تجھ سے پیشوا کو چھوڑ کر برگشتہ ہو جاوے　　بجز ذلت کے ممکن ہے کہاں اسکا بھلا ہووے

جو حاسد دیکھتا ہو آپ کو چشم حقارت سے　　تہ تیغ غضب روز جزا اس کا گلا ہووے

جو ظاہر میں برا جانے جو باطن میں برا سمجھے　　یہاں اسکا برا ہووے وہاں اسکا برا ہووے

ترا اور چھوڑ کر جاوے گا کب وہ دور سے دوری　　بلا تری تفقہ کا جسے کچھ بھی مزا ہووے

تمنائے دلی ہے یہ مری اے رفقۂ عالم	ترے خدّام کے زمرہ میں داخل یہ ضیا ہووے
شرف سے آپ کو مجھ کو بروزِ حشر لے سرور	لقاءِ مصطفےٰ ہو اور دیدارِ خدا ہووے
لحد اور حشر میں سب کلفتوں سے ہو اماں مجھ کو	بروزِ حشر مجھ پر سایۂ عرشِ خدا ہووے
طفیل اس اعتقادِ مذہبِ نعمان کے ای خالق	گناہوں سے مرے اعمال کا دفتر صفا ہووے
صوفی تو خوش عقیدہ ہے نہ کیوں حسنِ عقیدت سے	ترے بختِ ہمایوں کا ستارہ پُرضیا ہووے

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی شان میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بشارت

شیخ جلال الدین شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے تبیض الصحیفہ فی مناقب ابی حنیفہ میں لکھا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے ظہور کے ساتھ اس حدیث میں بشارت دی ہے جسے ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ نے حلیہ میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت کی عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَوْ کَانَ الْعِلْمُ بِالثُّرَیَّا لَنَالَهٗ رِجَالٌ مِّنْ اَبْنَاءِ فَارِسَ اَخْرَجَهُ اَبُوْ نُعَیْمٍ یعنی فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے۔ اگر علم ثریا کے پاس ہو تو ہر آئینہ اس کو کوئی ایک شخص اولادِ فارس سے لے لیں گے +

(۲) بخاری و مسلم میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے۔ لَوْ کَانَ الدِّیْنُ عِنْدَ الثُّرَیَّا لَذَهَبَ بِهٖ رَجُلٌ مِّنْ اَبْنَاءِ فَارِسَ حَتّٰی یَتَنَاوَلَهٗ۔ یعنی اگر دین ثریا کے پاس بھی ہوگا تو اس کو ایک شخص اولادِ فارس سے پالیگا اور اپنے قبضہ میں کرلے گا +

امام صاحب کا ہی اس بشارت کا مستحق ہونا پس ان احادیث سے ثابت ہوا کہ اگر دین علم اور ایمان ثریا کے پاس ہوگا تو اسے وہ شخص جاکر لائے گا جو ابنائے فارس میں سے ہوگا یعنی وہ شخص اوروں کی نسبت مسائل اختلافیہ میں بہت مصیب ہوگا۔ اور حق کی جانب

بہت جلد پہنچے گا۔ چونکہ ابنائے فارس میں امام ابوحنیفہؒ کی طرح کوئی نہیں ہوا اور آپ کے درجہ تک کوئی نہیں پہنچا۔ لہٰذا یہ حدیثیں انہیں کی ذات پر محمول کی گئیں۔ چنانچہ حافظ جلال الدین سیوطی رحمتہ اللہ علیہ اور ابن حجر مکی رحمتہ اللہ علیہ نے ایسا ہی فرمایا ہے۔ اور ابن حجر مکی رح خیرات الحسان میں ایک اور حدیث لکھتے ہیں وہ یہ ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تُرْفَعُ زِیْنَۃُ الدُّنْیَا سَنَۃَ خَمْسِیْنَ وَمِائَۃٍ یعنی دُنیا کی زینت ایک سو پچاس ہجری میں اُٹھالیجائے گی۔ اس حدیث پر شمس الائمہ کروری رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بلاشبہ یہ حدیث امام ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ پر محمول ہے اس لئے کہ آپ نے اُسی سن میں وفات پائی ✦

امام صاحبؒ کا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی گود میں پرورش پانا جب امام صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے والد ماجد ثابت رحمتہ اللہ علیہ نے اس دار فانی سے رحلت فرمائی تو امام صاحبؒ نہایت ہی کم سن تھے۔ اس لئے آپ کی والدہ ماجدہ نے امام جعفر صادق رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے نکاح کر لیا۔ تو اس طرح امام صاحب رحمتہ اللہ علیہ کو امام جعفر صادق رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی زیر نگرانی پرورش پانے کا موقع نصیب ہوا۔ اور آپ نے ان سے علوم ظاہری اور باطنی حاصل کئے۔ اس سے معلوم ہوا کہ آپ نے اکابر صحابہ رضی اللہ تعالےٰ عنہم کو بھی دیکھا۔ اس لئے آپ کے تابعی ہونے میں کوئی شبہ اور شک نہیں ہے۔ اب میں صحابی اور تابعی کی تعریف کرتا ہوں۔ کہ صحابی کس کو کہتے ہیں۔ تابعی کس کو اور تبع تابعین کس کو ✦

تعریف صحابی صحابی اُسے کہتے ہیں جو حالت اسلام میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوا ہو۔ اگرچہ دُور سے ہی زیارت کی ہو ✦

فرق مابین رویت اور لقاء رویت کے معنی دیکھنے کے ہیں۔ اور لقاء ملاقات کو کہتے ہیں کہ خدمت میں حاضر ہو جائے۔ فرق یہ ہے کہ اندھے کو زیارت نہیں ہو سکتی۔ لقاء ہوتی ہے تو اندھے کو صحابی کی حد میں داخل ہونے کے واسطے لقاء کا لفظ اختیار کرتے ہیں ✦

اخذ حدیث آپ کے کلام سُننے سے مراد ہے۔ اگر فقط رویت یا لقاء ہو اور روایت نہ ہو تو بھی

صحابی ہوتا ہے۔ یہ مسئلہ سب محدثین کا مسلم ہے۔ کسی کو اس میں خلاف نہیں +

تعریف تابعی رح تابعی وہ ہے جسے صحابی سے لقا یا زیارت ہوئی ہو۔ اخذ حدیث ہو یا نہ ہو +

تعریف تبع تابعی رح تبع تابعی وہ ہے جسے تابعی سے لقا یا زیارت ہوئی ہو +

امام اعظم رح کے تابعی ہونے کا ثبوت

محدثین کی اصطلاح میں تابعی اس کو کہتے ہیں جس نے کسی صحابی کو دیکھا ہو حقیقۃً جیسے اہل بصیرت یا حکماً جیسے نابینا۔ خواہ اُن سے کوئی روائت کی ہو یا نہ کی ہو +

شارع علیہ السلام نے تین زمانوں کا بیان فرمایا ہے کہ سب سے بہتر زمانہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالےٰ عنہم کا ہے۔ پھر تابعین رح کا جنہوں نے صحابہ رضی اللہ تعالےٰ عنہم کو دیکھا ہے۔ چنانچہ صحیح بخاری و صحیح مسلم میں عمران بن حصین رضی اللہ تعالےٰ عنہ اور ترمذی میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم

بہتر زمانہ نے خَيْرُ أُمَّتِي قَرْنِي ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ الخ یعنی میری اُمت کے بہتر لوگ میرے زمانہ کے ہیں یعنی صحابیؓ پھر وہ جو ان کے قریب ہیں یعنی تابعین رح۔ پھر وہ جو ان کے قریب ہیں یعنی تبع تابعین رح +

رؤیت رسول کا خاصہ صحیح ترمذی میں جابر رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لَا تَمَسُّ النَّارُ مُسْلِمًا رَاٰنِي أَوْرَاٰى مَنْ رَاٰنِي یعنی دوزخ کی آگ اس مسلمان کو نہ چھوئے گی جس نے مجھ کو دیکھا ہو یا میرے دیکھنے والے کو دیکھا ہو +

غرض ان احادیث سے صحابہ رضی اللہ تعالےٰ عنہم کے زمانہ کے بعد تابعی رح کا زمانہ تبع تابعینؒ سے بہتر ثابت ہوتا ہے۔ اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ بھی بقول راجح زمرۂ تابعین میں سے ہیں لہٰذا ان کی فضیلت اور مرتبہ دیگر ائمہ ثلثہ کے زیادہ مضبوط اور مستحکم ہے۔ (ملا علی قاری)

امام صاحبؒ کے زمانہ میں کون کونسے صحابی زندہ تھے امام یافعی (شافعی) رحمۃ اللہ علیہ

مرآۃ الجنان میں لکھتے ہیں کہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں سے چار صحابیوں کا زمانہ پایا ہے۔ (۱) حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ بصرہ میں۔ (۲) حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کوفہ میں۔ (۳) حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ منورہ میں۔ (۴) ابوطفیل عامر بن واثلہ رضی اللہ عنہ مکہ معظمہ میں زندہ تھے بعض مؤرخین کے نزدیک چھ، سات یا آٹھ صحابیوں سے آپ کا روائت کرنا معلوم ہوتا ہے۔ (سیوطی اور ابن حجر مکی) +

سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ تبییض الصحیفہ میں لکھتے ہیں۔ قَالَ حَمْزَۃُ السَّہْمِیُّ سَمِعْتُ الدَّارَقُطْنِیَّ یَقُوْلُ لَمْ یَلْقَ اَبُوْحَنِیْفَۃَ اَحَدًا مِّنَ الصَّحَابَۃِ اِلَّا اَنَّہٗ رَاٰی اَنَسًا بِعَیْنِہٖ وَلَمْ یَسْمَعْ مِنْہُ یعنی حمزہ سہمیؒ سے مروی ہے کہ میں نے دارقطنیؒ سے سنا کہ انھوں نے فرمایا کہ ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی کسی صحابی سے ملاقات نہیں ہوئی مگر بالتحقیق انہوں نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنی آنکھوں سے دیکھا اور اُن سے کچھ سنا نہیں +

حافظ ابن حجرؒ کی تحقیق حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔ اَدْرَكَ الْاِمَامُ اَبُوْحَنِیْفَۃَ جَمَاعَۃً مِّنَ الصَّحَابَۃِ لِاَنَّہٗ وُلِدَ بِالْکُوْفَۃِ سَنَۃَ ثَمَانِیْنَ مِنَ الْھِجْرَۃِ وَبِھَا یَوْمَئِذٍ مِّنَ الصَّحَابَۃِ عَبْدُ اللّٰہِ ابْنُ اَوْفٰی فَاِنَّہٗ مَاتَ بَعْدَ ذٰلِكَ بِالْاِتِّفَاقِ وَبِالْبَصْرَۃِ یَوْمَئِذٍ اَنَسُ ابْنُ مَالِكٍ وَّمَاتَ سَنَۃَ تِسْعِیْنَ اَوْ بَعْدَھَا یعنی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے صحابہؓ کی ایک جماعت کو دیکھا کیونکہ آپ کوفہ میں ۸۰ھ ہجری میں پیدا ہوئے۔ اور ان دنوں عبداللہ بن اوفیٰ صحابی بھی زندہ تھے۔ بالتحقیق وہ بالاتفاق اس کے بعد فوت ہوئے۔ اور اُن دنوں بصرہ میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ زندہ تھے اور وہ نوّے ہجری یا اسکے بعد فوت ہوئے +

خلاصۂ مطلب بہرحال طبقہ تابعین میں آپ کا ہونا اگرچہ بروئیت ہی سے ہی ثابت ہے۔ اور تبع تابعی میں تو کسی ادنےٰ عاقل کو بھی شبہ نہیں +

صحیح بخاری و صحیح مسلم میں عمران بن حصین رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: خَیْرُ الْقُرُوْنِ قَرْنِیْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَهُمْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَهُمْ یعنی بہتر زمانہ میرا زمانہ ہے۔ پھر وہ لوگ جو ان کے قریب ہیں۔ پھر وہ جو ان کے قریب ہیں +

اس حدیث خیر القرون میں تابعی اور تبع تابعی دونو داخل ہیں۔ اور تبع تابعین کا عہد دو سال کے بعد تک رہا چنانچہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے جو تبع تابعین میں سے ہیں ۲۰۴ ہجری میں وفات پائی ہے۔ اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ نے ۱۵۰ ہجری المقدس میں۔ بہرحال خیر القرون میں امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ہونا محقق ہے اور تابعی ہونا بھی محقق ہے۔ اگر کوئی ناواقف اور جاہل انکار کرے تو یہ اس کی جہالت اور عقل کی کمی ہے ؎

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم　　چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا حافظ حدیث ہونا

ردالمحتار میں مرقوم ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فنِ حدیث میں امام تھے۔ کیونکہ آپ نے چار ہزار اساتذہ سے حدیث پڑھی تھی جو ائمہ تابعین اور غیر تابعین سے تھے۔ اسی سبب سے ذہبی وغیرہ نے آپ کو محدثین حفاظ میں شمار کیا ہے۔ اور وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے صرف سترہ حدیثیں مروی ہیں یہ اُن کی سراسر جہالت اور تاریخ سے ناواقفیت کا باعث ہے +

امام صاحب سے ایک ہزار سات سو احادیث کا مروی ہونا

زرقانی شارح مؤطا نے لکھا ہے کہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ایک ہزار سات سو روایات منقول ہیں۔ ہاں ابن خلدون نے اس قول کی مخالفت کی ہے۔ لیکن اسکی مخالفت کی چنداں پرواہ نہیں ہے۔ کیونکہ محدثین کے نزدیک اس کا قول کچھ معتبر نہیں ہے۔ اس لئے کہ اس کو امور شرعیہ میں مہارت تامہ نہیں ہے۔ چنانچہ شمس الدین محمد بن عبدالرحمٰن سخاوی رحمۃ اللہ علیہ شاگرد ابن حجر

عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کتاب ضوء لامع نے اعیان القرن التاسع میں لکھتے ہیں کہ ابن خلدون اُمور شرعیہ میں ماہر نہ تھا بہرکیف امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ حافظ حدیث تھے اور کئی ہزار حدیثیں آپ سے مروی ہیں +

ثبوت روایات امام صاحب رح مسانید روایات امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے قطع نظر صرف تصانیف تلامذہ امام کو ملاحظہ کیجئے۔ جن میں بواسطہ امام بسند متصل اخبار اور آثار مروی ہیں جیسے مؤطا اور کتاب الحج اور سیر کبیر اور کتاب الآثار مصنفہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ اور کتاب الخراج مصنفہ ابویوسف رح وغیرہ تو ان میں صدہا روایتیں امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی نکلیں گی۔ علاوہ بریں مصنف ابن ابی شیبہ رح اور مصنف عبدالرزاق رح اور تصانیف دارقطنی رح۔ اور تصانیف طحاوی رح جیسے شرح معانی الآثار و مشکل الآثار وغیرہ کو اگر دیکھئے تو اس میں امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی بیشمار روایتیں موجود ہیں +

امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے استادوں کی تعداد شیخ جمال الدین رحمۃ اللہ علیہ تہذیب الکمال میں امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے استادوں کی فہرست یوں ارقام فرماتے ہیں:۔

(۱) ابراہیم بن محمد بن منتشر رحمۃ اللہ علیہ۔ (۲) اسمٰعیل بن عبدالملک رحمۃ اللہ علیہ۔ (۳) جبلہ بن سحیم رحمۃ اللہ علیہ۔ (۴) ابوہند حارث بن عبدالرحمٰن ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ۔ (۵) حسن بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ۔ (۶) حکم بن عتیبہ رحمۃ اللہ علیہ۔ (۷) حماد بن ابی سلیمان رحمۃ اللہ علیہ۔ (۸) خالد بن علقمہ رحمۃ اللہ علیہ۔ (۹) ربیعہ بن ابی عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ۔ (۱۰) زبید الیامی رحمۃ اللہ علیہ۔ (۱۱) زیاد بن علاقہ رحمۃ اللہ علیہ۔ (۱۲) سعید بن مسروق ثوری رحمۃ اللہ علیہ۔ (۱۳) سلمہ بن کہیل رحمۃ اللہ علیہ۔ (۱۴) سماک بن حرب رحمۃ اللہ علیہ۔ (۱۵) شداد بن عبدالرحمٰن قشیری رحمۃ اللہ علیہ۔ (۱۶) شیبان بن عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ۔ (۱۷) طاؤس بن کیسان رحمۃ اللہ علیہ۔ (۱۸) طریف بن سفیان سعدی رحمۃ اللہ علیہ (۱۹) طلحہ بن عاصم رحمۃ اللہ علیہ۔ (۲۰) عاصم بن کلیب رحمۃ اللہ علیہ۔ (۲۱) عامر سبیعی رحمۃ اللہ علیہ (۲۲) عبداللہ بن ابی حبیبہ رحمۃ اللہ علیہ۔ (۲۳) عبداللہ بن دینار رحمۃ اللہ علیہ۔ (۲۴) عبدالرحمٰن

بن ہرمز اعرج رحمۃ اللہ علیہ۔ (۲۵) عبد العزیز بن رفیع رحمۃ اللہ علیہ۔ (۲۶) عبد الکریم بن ابی امیہ بصری رحمۃ اللہ علیہ (۲۷) عبد الملک بن عمر رحمۃ اللہ علیہ۔ (۲۸) علی بن ثابت انصاری رحمۃ اللہ علیہ۔ (۲۹) عطاء بن ابی رباح رحمۃ اللہ علیہ۔ (۳۰) عطاء بن سارب رحمۃ اللہ علیہ۔ (۳۱) عطیہ بن سعد عوفی رحمۃ اللہ علیہ (۳۲) عکرمۃ مولٰی ابن عباس رحمۃ اللہ علیہ۔ (۳۳) نافع مولٰی ابن عمر رحمۃ اللہ علیہ۔ (۳۴) علقمہ بن مرثد رحمۃ اللہ علیہ۔ (۳۵) علی بن حسن رحمۃ اللہ علیہ۔ (۳۶) عمرو بن دینار رحمۃ اللہ علیہ۔ (۳۷) عون بن عبید اللہ رحمۃ اللہ علیہ۔ (۳۸) قابوس بن ابی ظبیان رحمۃ اللہ علیہ۔ (۳۹) قاسم بن عبد الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ (۴۰) عبد اللہ بن مسعود رحمۃ اللہ علیہ۔ (۴۱) قتادہ رحمۃ اللہ علیہ۔ (۴۲) قیس بن مسلم رحمۃ اللہ علیہ۔ (۴۳) محارب بن وثار رحمۃ اللہ علیہ۔ (۴۴) محمد بن زبیر حنظلی رحمۃ اللہ علیہ۔ (۴۵) محمد بن سائب رحمۃ اللہ علیہ۔ (۴۶) ابو جعفر محمد بن علی رحمۃ اللہ علیہ۔ (۴۷) محمد بن قیس ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ۔ (۴۸) محمد بن شہاب زہری رحمۃ اللہ علیہ۔ (۴۹) محمد بن منکدر رحمۃ اللہ علیہ۔ (۵۰) مخول بن راشد رحمۃ اللہ علیہ (۵۱) سلم بطین رحمۃ اللہ علیہ۔ (۵۲) معین بن عبد الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ۔ (۵۳) مقسم رحمۃ اللہ علیہ۔ (۵۴) منصور رحمۃ اللہ علیہ۔ (۵۵) موسیٰ بن ابی عائشہ رحمۃ اللہ علیہ۔ (۵۶) ناصح بن عبد اللہ بجلی رحمۃ اللہ علیہ۔ (۵۷) ہشام بن عروہ رحمۃ اللہ علیہ۔ (۵۸) ہشیم بن حبیب رحمۃ اللہ علیہ۔ (۵۹) ولید بن ربیع مخزومی رحمۃ اللہ علیہ۔ (۶۰) یحییٰ بن سعید انصاری رحمۃ اللہ علیہ۔ (۶۱) یحییٰ بن عبد اللہ کندی رحمۃ اللہ علیہ (۶۲) یحییٰ بن عبد اللہ الجابر رحمۃ اللہ علیہ۔ (۶۳) یزید بن صہیب رحمۃ اللہ علیہ۔ (۶۴) یزید بن عبد الرحمٰن کوفی رحمۃ اللہ علیہ۔ (۶۵) یونس بن عبد اللہ رحمۃ اللہ علیہ۔ (۶۶) ابو حصین اسدی رحمۃ اللہ علیہ۔ (۶۷) ابو زبیر مکی رحمۃ اللہ علیہ۔ (۶۸) ابو اسود سلمی رحمۃ اللہ علیہ۔ (۶۹) ابو عون ثقفی رحمۃ اللہ علیہ (۷۰) ابو سعید رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ۔ پس امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ اگر فی استاد دس حدیثیں روایتیں کرتے تو بھی سات سو روایات ہوتی ہیں (فَتَدَبَّرُوْا یَا اُولِی الْاَبْصَارِ) +

اب میں بزرگانِ دین کے خیالات امام صاحبؒ کے بارے میں پیش کرتا ہوں تاکہ ناظرین کو عین الیقین ہو جائے کہ واقعی امام صاحبؒ بڑے جید متبحر محدث اور عالم فاضل اور عارف باللہ تھے۔ (مصنف رح)

داتا گنج بخش صاحب لاہوری رح کی تقریر امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت

امام صاحب رح سُنت کے زندہ کرنے والے تھے

(۱) عالم اکمل وفاضل اجل حضرت مخدوم علی ہجویری ثم لاہوری مُلقب بحضرت داتا گنج بخش صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنی مبارک کتاب کشف المحجوب میں ارقام فرماتے ہیں کہ جب امام ابوحنیفہ کوفی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ ارادہ کیا کہ لوگوں سے الگ ہو جائے تاکہ دل کو ریاست اور لوگوں کے مرتبہ سے پاکیزہ رکھے اور بے عیب ہو کر حق کے لئے کھڑا ہو۔ یہانتک کہ ایک رات خواب میں دیکھا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہڈیاں اُن کے لحد سے جمع کرتا تھا۔ اور بعض کو بعض سے پسند کرتا تھا۔ اس واقعہ کی ہیبت کے سبب خواب سے جاگ اُٹھا اور محمد بن سیرین کے اصحابوں میں سے ایک سے خواب کا بیان پوچھا۔ اُس نے کہا کہ تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اُن کی سُنت کے نگاہ رکھنے میں یہانتک بڑے درجہ میں پہنچے گا کہ اس میں تصرف کرنے والا ہو گا۔ اور صحیح کو غیر صحیح سے جدا کرے گا۔ پھر دوسری دفعہ آپ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ اُنہوں نے کہا۔ اے ابوحنیفہ رح تجھ خدائے تعالیٰ نے میری سُنت زندہ کرنے کے لئے بنایا ہے۔ گوشہ نشینی کا ارادہ نہ کر۔

امام صاحب رح کی نسبت داتا گنج بخش صاحب رح لاہوری کا رویائے صادقہ

(۲) عالم اکمل وفاضل اجل حضرت مخدوم علی ہجویری ثم لاہوری ملقب بحضرت داتا گنج بخش صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب کشف المحجوب میں ارقام فرماتے ہیں کہ جب میں شام میں تھا اور حضرت بلال مؤذن رضی اللہ تعالے عنہ کے روضۂ مبارک پر سویا ہوا تھا۔ میں نے اپنے آپ کو خواب میں مکہ کے اندر دیکھا۔ اور یہ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم بنی شیبہ کے دروازے سے اندر آئے ہیں۔ ایک پیر مرد کو بغل میں پکڑ لیا ہے جیسا کہ لڑکوں کو پکڑتے ہیں۔ میں محبت کے سبب ان کے پاس دوڑ گیا

اور ان کے پاؤں چومے۔ اور اس تعجب میں تھا کہ وہ بوڑھا کون ہے۔ آپ معجزے سے میرے باطن اور میرے ارادے پر واقف ہو گئے۔ اور مجھے کہا کہ یہ تیرا امام اور تیری ولایت کے لوگوں میں سے ہے یعنی ابوحنیفہ (رحمۃ اللہ علیہ)

نتیجۂ خواب اس خواب سے مجھ کو یہ امر درست معلوم ہو گیا کہ ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ان میں سے ہوئے ہیں جو طبع کی صفتوں سے فانی تھے اور شرع کے حکموں سے باقی اور اُن سے قایم۔ کیونکہ ان کے رہبر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے۔ اور اگر وہ آپ جاتے تو باقی الصفت ہوتے اور باقی الصفت یا مخطی ہوتا ہے یا مصیب۔ جب ان کے رہبر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے تو فانی الصفت ہے اور پیغمبر کی صفت کے بقا سے قائم ہے۔ اور جب پیغمبر پر خطا کی صورت واقع نہیں ہوتی تو جو اس سے قایم ہے اس پر بھی نہیں ہوتی۔ اور یہ ایک لطیف رمز ہے فَاعْتَبِرُوْا یَااُولِی الْاَبْصَارِ۔

مجدد الف ثانیؒ کی تقریر امام صاحبؒ کی شان میں

حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ (جن کے صحیح صحیح حالات مع عملیات وتعویذات زیر طبع ہیں) اپنے مکتوبات کی جلد ثانی میں لکھتے ہیں: مثل روح اللہ مثل امام اعظم کوفی است کہ ببرکت ورع وتقوٰے ودولت متابعت سُنّت درجہ علیا در اجتہاد واستنباط یافتہ است کہ دیگراں در فہم او عاجز اند۔ ومجتہدات او را بواسطہ دقّتِ معانی مخالف کتاب وسُنّت دانند واورا اصحاب الرائے پندارند یعنی مثل روح اللہ کے مثل امام اعظم کوفی کی ہے کہ پرہیزگاری اور تقوٰی کی برکت سے اور تابعداری سنت کے ذریعہ سے بڑا مرتبہ اجتہاد اور استخراج مسائل کا پایا ہے کہ دوسرے لوگ اُس کے سمجھنے سے عاجز ہیں۔ اور ان کے مسائل مستنبطہ کو بوجہ دقّتِ معانی کے مخالف قرآن مجید اور حدیث کے جانتے ہیں۔ اور ان کو اصحاب الرائے سمجھتے ہیں۔ مگر امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ شمہ از فقاہت او علیہ الرضوان دریافت کہ گفت اَلْفُقَهَاءُ كُلُّهُمْ عِيَالُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ فِي

الفقیر بواسطہ ہمیں مناسبت کہ بروح اللہ دارد تواند بود- آنچہ حضرت خواجہ محمد پارسا رحمہ در فصول ستہ نوشتہ است عیسیٰ علےٰ نبیناؤ علیہ الصلوٰۃ والسلام بعداز نزول بمذہب امام ابوحنیفہ رحمہ حکم و عمل خواہد کرد۔ بے شائبہ تکلف وتعصب گفتہ مے شود کہ نورانیت مذہب حنفی نظر کشفی در رنگ دریائے عظیم مے نماید۔ وسائر مذاہب برنگ حیاض وجداول نظر مے آید۔ ناقصان چند احادیث را یاد گرفتہ اند واحکام شرعیہ را دراں منحصر ساختہ۔ ماورا معلوم خود را نفی مے نمایدے

چو آں کرمے کہ در سنگے نہان است زمین وآسماں او را ہمان است

وائے ہزار وائے از تعصب باریک ایشاں واز نظر ہائے فاسد ایشاں باقی فقہ ابوحنیفہ است و سہ حصہ فقہ او را مسلم داشتہ اند و در ربع باقی ہمہ شرکت دارند و در فقہ صاحب خانہ اوست ودیگراں ہمہ عیال او اند یعنی امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے البتہ کچھ فقاہت آپ کی سمجھی تو یہ فرمایا۔ کہ کل فقہاء ابوحنیفہ کے عیال ہیں فقہ میں۔ اور شاید اسی مناسبت سے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ امام اعظم رحمہ کو ہے حضرت خواجہ محمد پارسا رحمہ نے فصول ستہ میں لکھا ہے۔ کہ عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے اُتر کر امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب پر حکم اور عمل کرینگے۔ اور بلا تکلف اور بغیر تعصب کے کہا جاتا ہے کہ نورانیت حنفی مذہب کی بنظر کشف مثل دریائے عظیم کے دکھلائی دیتی ہے۔ اور باقی مذاہب مثل حوض اور نہر کے۔ کم سمجھ لوگوں نے چند حدیثیں یاد کر لی ہیں۔ اور احکام شرعیہ کو اُسی میں منحصر جانتے ہیں۔ اپنے معلومات کے سوا سب کی نفی کرتے ہیں۔ وہ لوگ اس کیڑے کی طرح ہیں جو پتھر کے اندر پوشیدہ ہے۔ زمین اور آسمان اس کے لئے وہی پتھر ہے۔ افسوس ہزار افسوس اُن کم سمجھوں کے تعصب باریک اور نظر فاسد پر وہ لوگ نہیں جانتے کہ باقی فقہ ابوحنیفہؒ کا ہے۔ اور تین حصہ اُن کی فقہ کو لوگوں نے مسلم رکھا ہے۔ اور باقی رُبع میں سب شرکت رکھتے ہیں۔ اور امام ابوحنیفہؒ فقہ میں گویا صاحب خانہ ہیں اور لوگ ان کے عیال ہیں +

اب میں عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کا عربی قصیدہ معہ ترجمہ جو انہوں نے امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی شان میں لکھا ہے۔ عوام الناس کی خاطر ہدیہ ناظرین کیا جاتا ہے:۔

عبداللہ بن مُبارک کا قصیدہ امام اعظمؒ کی شان میں

لَقَدْ زَانَ الْبِلَادَ وَمَنْ عَلَيْهَا — اِمَامُ الْمُسْلِمِيْنَ اَبُوْ حَنِيْفَةَ

بیشک زینت دی شہروں کو اور وہاں کے باشندوں کو — مسلمانوں کے امام ابوحنیفہ رح نے

بِاَحْكَامٍ وَّاٰثَارٍ وَّفِقْهٍ — كَاٰيَاتِ الزَّبُوْرِ عَلَى الصَّحِيْفَةِ

ساتھ احکام شرعی اور احادیث نبوی اور فقہ کے — مانند آیتیں زبور کے صحیفہ پر

فَمَا فِي الْمَشْرِقَيْنِ لَهٗ نَظِيْرٌ — وَلَا فِي الْمَغْرِبَيْنِ وَلَا بِكُوْفَةَ

پس نہیں ہے پورب میں کوئی اُن کا نظیر — اور نہ پچھم میں اور نہ کوفہ میں

اِمَامًا صَارَ فِي الْاِسْلَامِ نُوْرًا — اَمِيْنًا لِلرَّسُوْلِ وَلِلْخَلِيْقَةِ

ایسا امام کہ ہوگیا اسلام میں نور — امین واسطے رسول اور خلقت کے

يَبِيْتُ مُشَمِّرًا سَهِرَ اللَّيَالِيْ — وَصَامَ نَهَارَهٗ لِلّٰهِ خِيْفَةً

شب باشی کرتے تھے دامن چڑھائے ایسا کہ جاگتے تھے راتوں کو — اور روزہ رکھتے تھے دن کو واسطے اللہ کے ڈر کے سبب

وَصَانَ لِسَانَهٗ عَنْ كُلِّ اِفْكٍ — وَمَا زَالَتْ جَوَارِحُهٗ عَفِيْفَةً

اور محفوظ رکھا اپنی زبان کو سب گناہوں سے — اور ہمیشہ رہے اعضا اُن کے پاک

يَعِفُّ عَنِ الْمَحَارِمِ وَالْمَلَاهِيْ — وَمَرْضَاةُ الْاِلٰهِ لَهٗ وَظِيْفَةٌ

بچتے رہے وہ حرام اور لہو سے — اور تھی خوشنودی اللہ تعالیٰ کی اُن کی مشق

فَمَنْ كَاَبِيْ حَنِيْفَةَ فِيْ عُلَاهُ — اِمَامُ الْخَلِيْقَةِ وَالْخَلِيْفَةِ

پس کون ہے ابوحنیفہ کی مانند اُن کے درجہ میں — امام خلق کا اور خلیفہ

رَاَيْتُ الْعَائِبِيْنَ لَهٗ سِفَاهًا — خِلَافَ الْحَقِّ مَعْ حُجَجٍ ضَعِيْفَةٍ

دیکھا میں نے اُنکی عیب بینیوں کو نادان — خلاف حق کے ساتھ دلیلیں ضعیف کے

نوٹ۔ انشاء اللہ العزیز امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حالات نہایت شرح وبسط کے ساتھ علیحدہ شائع کئے جائیں گے۔ (مصنف)

وَكَيْفَ يَحِلُّ اَنْ يُّؤْذِيْ فَقِيْهٌ — لَهٗ فِي الْاَرْضِ اٰثَارٌ شَرِيْفَةٌ
اور کیسے جائز ہے کہ ان کو اذیت دے کوئی فقیہ — حالانکہ اُن کی اچھی اچھی نشانیاں زمین پر ہیں

وَقَدْ قَالَ ابْنُ اِدْرِيْسَ مَقَالًا — صَحِيْحَ النَّقْلِ فِيْ حِكَمٍ لَطِيْفَةٍ
اور بیشک فرمایا ہے امام شافعیؒ نے ایک قول — صحیح ازروے نقل کے گویا وہ ایک لطیفہ ہے

بِاَنَّ النَّاسَ فِيْ فِقْهٍ عِيَالٌ — عَلٰى فِقْهِ الْاِمَامِ اَبِيْ حَنِيْفَةَ
بیشک لوگ فقہ میں عیال ہیں — امام ابو حنیفہ رح کی فقہ کے

فَلَعْنَةُ رَبِّنَا اَعْدَادَ رَمْلٍ — عَلٰى مَنْ رَدَّ قَوْلَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ
پس لعنت خدا کی ہو برابر بالو کے یعنی بیشمار — اُسپر کہ رد کرے حقارت سے ابو حنیفہؒ کے قول کو

امام صاحبؒ کا زہد و تقویٰ

امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ بڑے عابد، زاہد، متقی، پرہیزگار۔ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے تھے۔ اکثر اوقات خاموش رہتے۔ بے ضرورت تکلم نہ فرماتے۔ صاحبِ کرامات تھے۔ چنانچہ آپ کے ورع و تقویٰ کے متعلق شقیق بلخی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ امام صاحبؒ کو ایک دفعہ اتفاق سے ایک قرضدار کے مکان پر جانا پڑا۔ قرضدار کو باہر سے آواز دے کر خود دھوپ میں کھڑے رہے۔ لیکن اس کے مکان کے سایہ میں کھڑا ہونا پسند نہ فرمایا۔ کیونکہ انہوں نے یہ خیال کیا کہ صاحبِ دیوار میرا مقروض

سود کی نسبت امام صاحبؒ کی تحقیق

ہے۔ جو قرض سے نفع حاصل کرے وہ سود ہے۔ اور میرا بیٹھنا اُس کے سایہ دیوار میں نفع ہے۔ پس یہ بھی سود[1] کے حکم میں ہے +

مشتبہ مال کی نسبت امام صاحبؒ کا استغنا

خزانۃ المفتیین میں مروی ہے کہ ایک سوداگر پارچہ فروش کے ساتھ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تجارت میں شرکت کی۔ تاجر مصر میں تجارت کرتا تھا۔ تجارت کے کسی تھان میں نقص و عیب تھا۔ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اُس کو لکھ بھیجا کہ فلاں تھان جسپر یہ نشانی ہے عیب دار ہے۔ اُس کو بیچنے کے وقت مشتری کو اُس کے عیب پر مطلع

[1] سود کا رسالہ نہایت شرح و بسط کے ساتھ یا تو الگ شائع کیا جائیگا یا اسکے کسی حصہ میں مندرج کیا جائیگا۔ (مصنف)

کر دینا۔ تاجر صاحب کو اس کا کچھ خیال نہ رہا۔ اور سب تھان فروخت کر ڈالے اور ان میں وہ عیب دار تھان بھی بغیر اظہار عیب کے فروخت ہو گیا۔ تاجر صاحب کوفہ میں واپس آئے۔ اور امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا حصہ مبلغ تیس ہزار درم ان کو دیا۔ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو معلوم ہوا کہ تھان کا عیب نہیں ظاہر کیا گیا۔ فرمایا۔ یہ رقم شبہ والی ہے۔ میں اسے اپنے کام میں نہیں لاؤنگا۔ پس وہ سب مال خیرات کر دیا۔

امام صاحبؒ کی خواب کی تعبیر منقول ہے کہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک رات خواب میں دیکھا کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی قبر شریف کھودی اور آپ کی ہڈیاں مبارک اپنے سینہ سے لگائیں۔ محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ سے اس خواب کی تعبیر دریافت کی گئی۔ تو انہوں نے جواب دیا۔ اس خواب کا دیکھنے والا ایک ایسے علم کو عالم میں پھیلائے گا کہ اس سے پہلے کسی سے اس علم کی اشاعت نہ ہوئی ہو گی۔

امام صاحبؒ کا خانہ کعبہ کے دروازہ پر دو رکعت میں تمام قرآن مجید کا پڑھنا منقول ہے کہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی آخری عمر میں حج کیا۔ اور کعبہ معظمہ کے اندر داخل ہو کر داہنے پیر کھڑے ہو کر نصف قرآن مجید پڑھا۔ پھر رکعت پوری کر کے دوسری رکعت میں نصف قرآن مجید پڑھ کر نماز ختم کی۔ اور بارگاہ الٰہی میں یہ دعا مانگی۔ خداوندا اس عاجز بندے نے تیری عبادت کا حق نہ ادا کیا۔ لیکن تیری معرفت بقدر امکان جانی۔ خدایا میری عبادت کا نقصان کمال معرفت کے سبب معاف فرما۔ ہاتف غیب نے آواز دی تم نے خوب ہم کو پہچانا۔ اور تمہاری معرفت خالص ہوئی۔ اور تم نے اچھی خدمت کی۔ ہم نے تم کو بخشا۔ اور نیز ان لوگوں کو جو قیامت تک تیرے مذہب کے تابع رہیں۔

امام صاحبؒ کا ۴۰ برس تک عشاء کے وضو سے فجر کی نماز پڑھنا منقول ہے کہ امام صاحب رحمۃ اللہ کی عبادت کا یہ حال تھا کہ انہوں نے پچپن حج کئے تھے اور چالیس برس تک عشاء کے وضو سے فجر کی نماز پڑھی۔ اکثر اوقات تہجد کی ایک رکعت میں پورا قرآن مجید ختم کیا۔ رات کے

وقت ان کی گریہ وزاری کی آواز ہمسایہ سُنتے اور اُن پر ترس کھاتے تھے +

ہستی واجب الوجود کا ثبوت

امام صاحب رحمتہ اللہ علیہ اور دہریوں کا مناظرہ

(۱) تفسیر کبیر میں مرقوم ہے کہ امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ فرقہ دہریہ کے حق میں مثل شمشیر برہنہ کے تھے۔ اس سبب سے وہ لوگ آپ کے قتل کے واسطے موقع ڈھونڈتے تھے۔ اتفاقاً ایک روز مسجد میں آپ تنہا بیٹھے تھے کہ دفعتہً وہ لوگ ننگی تلواریں لئے ہوئے آئے اور آپ کو گھیر لیا اور آپکے مارنے کا قصد کیا۔ آپ نے فرمایا پہلے تم لوگ ایک بات کا جواب دو۔ پھر جو تمہارا جی چاہے کرنا۔ اُنھوں نے کہا۔ فرمایئے۔ آپ نے کہا کہ تم اس شخص کو کیسا سمجھتے ہو جو یہ کہتا ہے کہ میں نے ایک کشتی دیکھی ہے جو مال واسباب سے بھری ہوئی ہے اور دریا کی امواج اس کو دھکے پر دھکے دے رہی ہیں اور وہ ہوا کے جھونکے ہر طرف سے کھا رہی ہے۔ باوجود اس کے وہ سیدھے خط مستقیم کی طرف چلی جاتی ہے ذرا بھی ٹیڑھی نہیں ہوتی حالانکہ اس پر نہ کوئی ملاح ہے۔ نہ کوئی محافظ۔ بتلاؤ تو کیا تمہاری عقل اس قول کو تسلیم کرتی ہے۔ اُنھوں نے کہا نہیں۔ بلکہ یہ تو ایسی بات ہے کہ اس کو کوئی بھی تسلیم نہیں کر سکتا۔ تب امام صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا۔ سبحان اللہ جب عقل یہ تسلیم نہیں کرتی کہ کشتی دریا میں سیدھی بلا محافظ اور ملاح کے چل سکتی ہے تو کیونکر ہو سکتا ہے کہ دُنیا باوجود اختلاف احوال اور تغیر اعمال اور کشادگی اطراف اور تباین اکناف کے بلا صانع اور خالق اور حافظ کے قائم رہ سکتی ہے۔ پس وہ لوگ آپ کی اس تقریر سے دنگ رہ گئے اور تلواریں نیام میں کرلیں اور صدق دل سے تائب ہو کر مسلمانوں کے زمرہ میں داخل ہوئے +

(۲) تفسیر کبیر میں منقول ہے کہ کسی نے آپ سے ثبوت ہستی واجب الوجود کی دلیل پوچھی۔ آپ نے فرمایا۔ سُنو۔ کہ باپ تو چاہتا ہے کہ لڑکا پیدا ہو۔ لیکن پیدا ہوتی ہے لڑکی۔ اور کبھی چاہتا ہے کہ لڑکی پیدا ہو۔ تو لڑکا پیدا ہو پڑتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ کوئی صانع عالم ضرور ہے +

قرأت فاتحہ خلف الامام کی عدم ضرورت

امام صاحبؒ کا قرأت سورہ فاتحہ خلف الامام کے بارے میں مناظرہ

منقول ہے کہ مدینہ منورہ کے بہت لوگ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے قرأت خلف الامام میں بحث کرنے کے واسطے آئے تاکہ امام صاحبؒ کو ساکت اور مغلوب کر دیں۔ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہم تنہا سب لوگوں سے کیونکر بحث کر سکتے ہیں۔ آپ سب ایک شخص کو جو آپ لوگوں میں بڑا عالم ہو سردار مقرر کیجئے تاکہ ہم اُن سے بحث کریں۔ پس سب لوگوں نے ایک شخص کو مقرر کیا۔ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ کیا یہ شخص تم لوگوں میں بڑا عالم ہے۔ انہوں نے کہا ہاں۔ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کہ اس سے مباحثہ کرنے سے تم سے مباحثہ ہو جائے گا انہوں نے کہا۔ ہاں۔ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ اس پر الزام دینے سے تم پر الزام ہو جائے گا۔ انہوں نے کہا۔ ہاں۔ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کیونکر۔ انہوں نے کہا۔ اس لئے کہ ہم نے اُس کو اپنا امام بنایا۔ پس ان کا قول ہمارا ہی قول ہے تب امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ علیٰ ہذا القیاس جب ہم نے نماز میں کسی کو امام بنا دیا۔ تو اُسکی قرأت مقتدیوں کی قرأت ہوگی۔ اور وہ نائب ہوگا ہماری طرف سے۔ تب وہ لوگ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اس دندان شکن تقریر کو سن کر دنگ رہ گئے۔

رفع یدین کے متعلق امام صاحبؒ کا اوزاعی سے مناظرہ

عقود الجواہر میں منقول ہے کہ حارثی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مسند میں روایت کی ہے۔ انہوں نے کہا کہ مجھ سے حدیث بیان کی محمد بن زیاد رازی رحمہ نے۔ انہوں نے کہا کہ مجھ سے حدیث بیان کی سلیمان بن شاذ کوفی رحمہ نے۔ انہوں نے کہا کہ میں نے سُنا سفیان بن عیینہ رحمہ کو کہتے تھے کہ ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور اوزاعی مکہ میں بمقام دارحناطین میں اکٹھے ہوئے۔ اوزاعی نے امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے کہا۔ آپ نماز میں رکوع کے وقت اور رکوع سے سر اٹھانے کے وقت رفع یدین کیوں

نہیں کرتے۔ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ کہ رفع یدین کی کوئی حدیث رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے صحیح ثابت نہیں ہوئی۔ تب اوزاعی نے کہا کیوں نہیں ثابت ہوئی۔ بیان کی مجھ سے زہری رح نے سالم رح سے اور سالم اپنے باپ سے اور اُن کے باپ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہاتھ اُٹھاتے تھے شروع نماز کے وقت اور رکوع کے وقت اور رکوع سے سر اُٹھاتے وقت۔ تب امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ کہ حدیث بیان کی مجھ سے حماد رح نے اور حماد رح نے ابراہیم رح سے اور ابراہیم رح نے علقمہ رح سے اور علقمہ نے اسود رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے بروایت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے کہ بیشک رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نہیں اُٹھاتے تھے دونو ہاتھ مگر نماز شروع کرنے کے وقت۔ اور پھر کہیں سے نہیں ہاتھ اُٹھاتے تھے۔ تب اوزاعی نے کہا کہ میں حدیث روایت کرتا ہوں عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنْ أَبِيْهِ۔ اور آپ حدیث بیان کرتے ہیں عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَلْقَمَةَ وَالْاَسْوَدِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ۔ پس امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ زہری رح سے حماد رح زیادہ فقیہ تھے۔ اور سالم رح سے ابراہیم رح۔ اور علقمہ رض ابن عمر رض سے فقہ میں کم نہ تھے۔ اگرچہ ابن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو صحبت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حاصل تھی۔ مگر علقمہ کو بھی فضل صحبت تھا۔ اور اسود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو زیادہ تر فضل تھا۔ اور عبد اللہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ تو خود عبد اللہ رض ہیں۔ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی یہ مدلل اور دندان شکن تقریر سُن کر اوزاعی خاموش ہو گئے ✦

امام ابو موید موفق رح کا قصیدہ امام صاحب رح کی شان میں

امام ابو الموید موفق بن احمد مکی رحمۃ اللہ علیہ نے مناقب الامام الاعظم رحمۃ اللہ علیہ میں کیا ہی اچھا لکھا ہے ؎

عدا مذهب النعمان خير المذاهب	كذى القمر الوضاح خير الكواكب
حضرت ابوحنیفہ رح نعمان کا مذہب سب مذہبوں سے بہتر ہے	جیسا کہ روشن چاند سب ستاروں سے بہتر ہے

تفقه فی خیر القرون مع التقی	فمذهبه لاشك خیر المذاهب
آپ خیر القرون میں تقوے کے ساتھ فقیہ بن گئے	اس لئے آپ کا مذہب بیشک سب مذہبوں سے بہتر ہے
ولا عیب فیه غیر ان جمیعه	خلا اذ تخلی عن جمیع المعائب
اور اس میں کوئی عیب نہیں سوائے اس کے کہ وہ سب	تمام عیبوں سے پاک ہے
الدعواه قد اقر بحسنها	واقراره بالحسن ضربة لازب
آپکے سخت سے سخت دشمن نے آپکے مذہب کی خوبی کا اعتراف کیا ہے	اور اس خوبی کا اعتراف کرنا لازم و ثابت ہے
مذاهب اهل الفقه عند تقلصت	فاین عن الرومی نسج العناکب
فقہا کے مذاہب آپ ہی کے مذہب سے نکلے ہیں	مگر چادر رومی کی اور مکڑیوں کا جالا کجا
وکان له صحب بنور علومهم	تجلی عن الاحکام سجف الغیاهب
اور آپکے اصحاب ایسے تھے کہ اُن کے علوم کی روشنی سے	احکام سے تاریکیوں کے پردے اُٹھ گئے
ثلاثة الاف والف شیوخه	واصحابه مثل النجوم الثواقب
چار ہزار آپ کے شیوخ تھے	اور آپ کے اصحاب روشن ستاروں کی مانند ہیں

اجتہاد کی تعریف اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا مجتہد ہونا

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مجتہد مطلق ہونا ایک ایسا مسلم مسئلہ ہے جس سے تیرہ سو برس کی مدت میں کسی سلیم الفطرت شخص نے انکار نہیں کیا۔ چنانچہ میں اس پر ذرا روشنی ڈالتا ہوں۔

اجتہاد کی تعریف علمائے حدیث مثلاً بغوی رح۔ رافعی رح۔ علامہ نووی رح وغیرہ نے ان لفظوں میں کی ہے۔ کہ مجتہد وہ شخص ہے جو قرآن و حدیث۔ مذاہب سلف۔ لغت۔ قیاس ان پانچ چیزوں میں کافی دستگاہ رکھتا ہو یعنی مسائل شرعیہ کے متعلق جس قدر قرآن مجید میں آئتیں ہیں جو حدیثیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت ہیں جس قدر علم لغت درکار ہے سلف کے جو اقوال ہیں۔ قیاس کے جو طریق ہیں۔ قریب کل کے جانتا ہو اگر ان میں سے کسی میں کمی ہے

تو وہ مجتہد نہیں ہے۔ اور اُس کو تقلید کرنی چاہئے۔ جیسا کہ ہم تقلید کے باب میں بالتفصیل لکھ آئے ہیں۔

جواب شبہ عدم انقطاع اجتہاد

اعتراض۔ اجتہاد کوئی نبوت نہیں جو ختم ہو گئی ہو۔ ہم بھی اجتہاد کر سکتے ہیں۔ اور مجتہد کو سب کے نزدیک دوسرے مجتہد کی تقلید ناجائز ہے؟

جواب۔ قوت اجتہادیہ کا پایا جانا عقلاً یا شرعاً ممتنع و محال تو نہیں ہے۔ لیکن مُدت ہوئی کہ یہ قوت مفقود ہے اور اس کا امتحان بہت سہل یہ ہے کہ فقہ کی ایسی کتاب سے جسمیں دلائل مذکور نہ ہوں کَیْفَ مَا اتَّفَق مختلف ابواب کے سو سوالات فرعیہ جو قرآن مجید و حدیث شریف میں منصوص نہ ہوں لئے جائیں۔ اور کوئی صاحب علم اپنے اجتہاد مزعوم سے اُن کے جواب قرآن و حدیث سے مستنبط کریں اور جن اصول پر استنباط کریں۔ ان کو بھی قرآن و حدیث کی عبارت یا اشارت یا دلیل عقلی شافی سے ثابت کریں۔ جب یہ جواب مُکمل ہو جائیں۔ پھر فقہاء کے جوابات اور اُن کے ادلہ سے موازنہ کر کے انصاف کریں۔ اُس وقت اپنے فہم کا مبلغ اور اُن کے فہم کی قدر انشاء اللہ تعالےٰ اس طرح واضح ہو جائے گی کہ پھر اجتہاد کا دعوےٰ زبان پر نہ آئے گا۔ چنانچہ مبصرین کو محقق ہو گیا کہ چار صدی کے بعد یہ قوت مفقود ہو گئی۔ اس کی نظیر یہ ہے کہ محدثین سابقین کو جس درجہ کا حافظہ اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا تھا۔ وہ اب نہیں دیکھا جاتا۔ پھر جیسا قوتِ حافظہ نبوت نہیں مگر ختم ہو گئی اسی طرح قوتِ اجتہادیہ نبوت نہیں مگر ختم ہو گئی۔ اور مراد اس سے اس مرتبہ خاصہ کی نفی ہے جو مجتہدین مشہورین کو عطا ہوا تھا جس سے عامۂ حوادث میں استنباط احکام کر لیتے تھے اور مستقل طور پر اصول قائم کر سکتے تھے۔ اور ایک دو مسئلوں میں دلائل کا موازنہ کر کے ایک شق کو ترجیح دے لینا۔ یا کسی جزئی مسکوت عنہ کو اصول مُقررہ مدونہ میں مندرج کر کے حکم سمجھ لینا نہ اس کی نفی مقصود ہے۔ اور نہ اس سے کوئی علے الاطلاق مجتہد بلا تقلید ہو سکتا ہے۔ اس کے علاوہ یہ بات مشاہدہ کیجاتی ہے کہ اس وقت قلوب میں نہ وہ خشیت ہے۔ نہ احتیاط ہے۔ اگر کسی میں

یہ قوت مذکورہ مان بھی لیجائے۔ تب بھی اجتہاد کی اجازت دینے میں بے باک لوگوں کو جرأت دلانا ہے کہ دین میں جو چاہیں گے کہدیا کریں گے۔ اور اب تو خوف فضیحت مخالفت کتب سے مسئلہ دیکھنے میں اور بتانے میں خوب احتیاط و اہتمام کرتے ہیں +

امام صاحبؒ کے قیاس کا طریقہ

عبدالوہاب شعرانی شافعی رحمۃ اللہ علیہ میزان میں لکھتے ہیں کہ ابو مطیع رحمۃ اللہ علیہ کہتے تھے کہ میں ایک روز کوفہ کی جامع مسجد میں امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ پس ان کے پاس سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ مقاتل بن حبان رحمۃ اللہ علیہ۔ حماد بن سلمہ رحمۃ اللہ علیہ۔ جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے سوا اور بہت سے فقہا تشریف لائے۔ اور ان لوگوں نے ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ ہم کو خبر پہنچی ہے کہ آپ مسائل دین میں بہت قیاس کرتے ہیں اور ہم آپ کے اس فعل سے ڈرتے ہیں۔ کیونکہ سب سے پہلے ابلیس نے قیاس کیا تھا جو گمراہ ہو گیا۔ پس اُن لوگوں سے امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جمعہ کے دن صبح سے دوپہر تک مناظرہ کیا۔ اور اُن کو اپنا مذہب اور طریقہ بتلایا۔ کہ میں مسائل کو اولاً قرآن مجید سے استخراج کرتا ہوں پھر حدیث کی طرف رجوع کرتا ہوں۔ اسکے بعد اقوال صحابہ رضی اللہ تعالےٰ عنہم کی طرف جاتا ہوں پھر ان میں جو متفق علیہ صحابہ رضی اللہ تعالےٰ عنہم کے احکام ہیں۔ ان کو مُقدم کرتا ہوں مختلف فیہ ہونے پر سب کے بعد قیاس کرتا ہوں۔ پس تمام حاضرین آپ کی اس سچی تقریر کو سُن کر دنگ رہ گئے اور بصدقِ دل معافی کے خواستگار ہوئے۔ آپ نے سب کو معاف کر دیا +

اس تقریر سے معلوم ہوا کہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ باوجود نص کے قیاس ہرگز ہرگز نہیں کرتے تھے۔ البتہ نص نہ ملنے کے وقت قیاس ضرور کرتے تھے۔ اور یہ دستور ہمیشہ سے ایسا ہی چلا آیا ہے کہ نص کے نہ ملنے کے وقت قیاس کیا جاتا ہے۔ چنانچہ صحابہ رضی اللہ تعالےٰ عنہم کے زمانہ میں بھی یہی دستور اور طریقہ تھا۔ (مصنف رحؒ)

قیاس باطل اور قیاس صحیح کی تحقیق

قیاس باطل وہ ہے کہ باوجود حکم نص کے اس کے مقابلہ میں اور مخالفت میں اپنی رائے سے حکم مخالف نص کے دیا جائے اور اپنے قیاس فاسد کو معارض ومقابل حکم شریعت کا بنایا جائے کہ کوئی نص صریح یا خفی کسی طرح اس کے موافق نہ ہو بلکہ محض مخالفت جملہ نصوص کی کرے۔ اور کوئی امر قیاس فاسد سے نکال کر سب نصوص کو رد کرے تو یہ امر باطل دوام کار شیطان لعین کا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسے سجدہ کا حکم آدم علیہ السلام کی طرف فرمایا اور اس میں کوئی خفا نہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے جان کر کہ جن عاری اور ملائکہ نوری اور آدم خاکی ہے سجدہ چاہا مگر اس پلید نے اپنے قیاس فاسد سے یہ نکال کر کہ نار خاک سے افضل واعلیٰ ہے سجدہ کو خلاف مصلحت جانا تو صریح نص اور جملہ نصوص کے خلاف بمقابلہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے یہ قیاس باطل کیا۔ پس ایسا کرنے والا شیطان کا ہمدم ہے۔ اسی واسطے کہا گیا ہے۔ اَوَّلُ مَنْ قَاسَ اِبْلِیْسُ یعنی قیاس فاسد نص کے خلاف اول ابلیس نے کیا۔ پس اسی بنا پر بعض لوگوں نے خوش فہمی سے مطلق قیاس کو ابلیس کا فعل قرار دے کر جملہ مجتہدین وعلماء کو صحابہ سے لیکر آج تک گمراہ ٹھیرایا۔ معاذ اللہ اس قدر ہر اہل فہم پر روشن ہے کہ مقابل ضد شئے کو کہتے ہیں۔ پس قیاس مقابل نص کا وہی ہوگا کہ کسی نص کے موافق نہ ہو۔ ورنہ اگر ایک نص کے مقابل اور دوسری نص کے موافق ہوا تو مقابل نص کسی طرح اسے نہیں کہہ سکتے اور بسبب تعارض احادیث ونصوص کے یہ بالضرور صحابہ سے لیکر آخر تک سب کو واقع ہوا ہے تو اس فرقہ کے نزدیک تمام امت گمراہ ہوئی۔ اور لَا تَجْتَمِعُ اُمَّتِیْ عَلَی الضَّلَالَۃِ بالکل غلط ہوا۔!

مسلمانو۔ یاد رکھو کہ اگر کسی حادثہ میں حکم کی حاجت ہوتی ہے تو اگر وہاں نص آیت یا حدیث ایسی صریح موجود ہے کہ دوسرے معنی کی محتمل نہیں۔ اور غیر منسوخ وغیر معارض تو وہاں کوئی قیاس نہیں کرتا کہ وہاں کوئی حاجت قیاس کی نہیں۔ یہ معنی ہیں کہ محل نص میں قیاس درست نہیں کہ جب خود شارع کا حکم موجود ہے تو کسی کے قیاس کی کیا ضرورت ہے۔ کیونکہ اگر خلاف حکم نص کے

ثابت ہوگا تو لا حاصل ہوگا۔ مگر ہاں اگر یہ بات ثابت کرے کہ یہ حکم نص کا موافق عقل سلیم کے ہے تو یہ موجب قوتِ یقین کا ہوجاتا ہے۔ اور تسلیم حکم نص کو نہایت معین ہوتا ہے کہ حکم نص کا بدیہی مثل مُشاہد کے ہوجاتا ہے اور یہ قیاس نہیں بلکہ علت حکم کا ادراک ہے۔ یہ امر باتفاق اُمت درست واعلےٰ درجہ علم کا ہے۔ مثلاً خروج بول ومذی ناقض وضو ہے اور خروج منی موجب غسل نہ کہے تو مخالف نص کے قیاس سے تعین ہوگا۔ اور جو اپنی قوتِ ذہنی سے اسکی وجہ اور سبب تفرقہ کا بول ومنی میں پیدا کرے۔ خواہ عقل سے خواہ دوسری نص کے حکم سے تو یہ عین علم ہے۔ اسمیں کوئی عیب نہیں بلکہ باعثِ مدح ہے۔ مگر اثبات حکم غسل کے واسطے تکلف کرنا فضول ہے۔ لیکن یہ علم علمائے مجتہدین اور اولیائے کاملین کو حاصل ہوتا ہے اور یہ قیاس نہیں +

اس تقریر سے اہل علم پر تفرقہ دلیل عقلی بیان کرنے کا اور بمقابلہ نص کے قیاس کرنے کا۔ اور محل نص میں قیاس کرنے کا واضح ہوجائے گا۔ اگر بنور علم اسمیں نظر صائب کرے گا۔ اور اگر وہاں اُس نص میں دو احتمال ہوں حقیقت مجاز کے سبب یا اشتراک معنی کے سبب یا بنظر ظاہر الفاظ اور نظر علت نص کی وجہ سے تو البتہ وہاں مجتہد کسی جانب کو ترجیح دے کر ایک جانب کو مقرر کردیتا ہے۔ اور دوسری جہت کو متروک العمل کرتا ہے۔ سو یہ ترجیح ایک معنی نص کی ہے۔ اور نص پر ہی عمل ہے۔ اس کو قیاس بمقابلہ نص کے کوئی عاقل نہیں کہہ سکتا بلکہ یہ خود اُس ہی نص پر عمل کرنا ہے اور یہ عین سُنت وفعل صحابہ اور تقریر فخر عالم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت ہے۔ چنانچہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں یہ حدیث ہے کہ جب آپ بنو قریظہ پر تشریف لے گئے تو یہ فرمایا۔ لَا یُصَلِّیَنَّ اَحَدٌ اَلْعَصْرَ اِلَّا فِی بَنِی قُرَیْظَۃَ یعنی ہرگز کوئی عصر کی نماز نہ پڑھے مگر بنی قریظہ میں۔ پس لشکر بنی قریظہ کو روانہ ہوا۔ جب غروب آفتاب قریب ہوا تو بعض صحابہؓ نے کہا کہ ہمیں بنی قریظہ سے ورے نماز کا حکم نہیں ہوا۔ بلکہ منع فرمایا ہے اگرچہ نماز قضا ہوجائے مگر ہم راہ میں نماز نہ پڑھیں گے۔ وہ پہنچے بعض صحابہؓ نے کہا کہ آپ کی غرض جلد چلنے اور جلد پہنچنے کی ہے۔ نماز کو قضا کرنا نہ چاہئے۔ انہوں نے راہ میں نماز ادا کی۔ جب آپ کو خبر ملی تو دونو گروہوں کو کچھ نہ فرمایا۔ غرض دونو کی تقریر فرمائی +

اب دیکھئے۔ایک نص ہے اور معنی ظاہر اور حقیقی اُس کے قبل بنی قریظہ پہنچنے کی نماز نہ پڑھنے کے ہیں۔ایک جماعت نے اس پر عمل کیا کہ حقیقی معنی اور ظاہر معنی احق ہوتے ہیں۔اور اس وجہ کو ترجیح دی۔اگرچہ پہلے سے آپ نے جان کر تاخیر صلوٰۃ و قضا کرنے کو منع فرمایا تھا۔مگر اس جماعت نے اُس روز حکم شارع پر بسبب نہی کے عمل کیا۔اور مصیب ہوئے۔اور یہ سمجھ کہ اس نص صریح سے آج کی عصر اس کلیہ سے مخصوص ہوئی ہے۔اور دوسری وجہ کو متروک العمل کیا۔اور دوسرے معنی اس کے جو مجازی ہیں کہ راہ میں نماز نہ پڑھنے سے غرض جلد پہنچنا ہے نہ فوت کرنا نماز کا۔جو حقیقی معنی ہیں۔پس دوسری جماعت نے اس ہی نص کے معنی مجازی قرار دیئے بسبب کلیہ شرع کے کہ قرآن میں صلوٰۃ کو کِتَابًا مَّوْقُوْتًا فرمایا ہے۔اور ترک صلوٰۃ کو حرام فرمایا ہے تو اس کلیہ دین کو اصل قرار دے کر اسی نص کو اُس کے تابع کیا اور معنی مجازی لے کر راہ میں نماز پڑھی۔اور علت نص پر عمل کیا کہ وجہ ارشاد راہ میں نماز نہ پڑھنے کی جلد پہنچنا ہے نہ ترک نماز۔اور یہ جماعت بھی مصیب ہوئی۔فَاعْتَبِرُوْا يَآ اُولِي الْاَبْصَارِ ۔

پس سُنت اور عمل صحابہؓ سے ظاہر نص پر عمل کرنا اور علت نص پر عمل کرنا اور ظاہر کو چھوڑنا جو فقہا کرتے ہیں شروع ہو گیا۔اور آپ نے اسکی تقریر فرما دی جو قیامت تک معمول رہے گی اور دونوطرح کا عمل مجتہدین میں موجود ہے۔اور اختلاف فروع میں اسی وجہ سے ہوا ہے۔
اب یہ قیاس بمقابلہ نص نہیں بلکہ اجتہاد نے مراد النص ہے اور جائز ہے۔اور سنت سے ثابت ہے۔پس جو اس پر طعن کرتا ہے وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ آلہ وسلم کی تقریر پر طاعن ہے اور اپنا دین برباد کرتا ہے ۔

حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو حکم فرمایا کہ فلاں کو قتل کرو کہ اُس پر تُہمت زنا تھی۔آپ اُس کی تلاش کو نکلے تو وہ چاہ میں نہاتا تھا۔آپ نے اُس کا ہاتھ پکڑ کر نکالا تو وہ مقطوع الذکر تھا۔پس آپ نے اسے قتل نہ کیا۔اور اگر رسول اللہ صلے اللہ علیہ آلہ وسلم سے ذکر کیا تو آپ نے تصویب فرمائی ۔

اب دیکھئے۔ حالانکہ قتل کا حکم دیا تھا اور نص صریح ظاہر تھی مگر معہذا جب قتل کی وجہ اس شخص میں جس پر حکم قتل تھا نہ پائی تو اس پر عمل نہ کیا۔ اور بوجہ رفع علت حکم کے توقف کیا اور مصیب ہوئے۔ تو یہ شرع مقرر ہوگئی کہ اگر نص کی علت مرتفع ہوجائے تو اس پر عمل نہ کرنا چاہئے۔ مجتہدین نے اس سے یہ قاعدہ کلیہ سیکھ کر عمل کیا تو یہ قیاس وحکم بمقابلہ نص نہیں۔ بلکہ عمل بحکم نص ہے کہ اس پر عمل تب تک واجب تھا جب تک کہ علت موجود تھی۔ اگر علت رفع ہوجائے تو پھر ظاہر الفاظ پر عمل نہ ہوگا تو یہ خود اقتضائے نص ہے۔ اس کو ترک نص اور قیاس بمقابلہ نص اہل فہم ہرگز نہ کہیں گے۔

الی اصل جیسا حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے نص صریح واجب العمل کو ترک کیا بسبب اس کے کہ علت قتل کو جانتے تھے بارشاد فخر عالم علیہ السلام کے اور مرتفع ہونا علت کا معلوم کیا تھا بمشاہدہ اور اس ترک نص کی تصویب شارع علیہ السلام سے ثابت ہوئی۔ ایسے ہی جب مجتہد علت نص کو دریافت کرتا ہے کسی وجہ سے خواہ اشارۃ النص ہو۔ یا عبارت و دلالت ہو۔ خواہ استنباط ذہنی سے جو فحوائے کلیات شرع سے معلوم ہو اور پھر بسبب اُس علت کے مرتفع ہونے کے نص پر عمل نہیں کرتا تو ظاہر بیں جانتا ہے کہ اپنی رائے پر عمل کیا۔ اور نص کو چھوڑا اور اس کا نام قیاس بمقابلہ نص رکھتا ہے مگر یہ غلط ہے بلکہ حکم نصوص سے۔ لہٰذا یہ عین عمل بالنصوص ہے نہ ترک نص۔ اور یہ عمل حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا اور تصویب فخر عالم علیہ السلام کی حجت شرعیہ ہے اس پر طعن کرنا خود شارع علیہ السلام تک پہنچے گا۔

اگر کہیں دو نص متعارض جمع ہوں تو وہاں مجتہد بالضرور یا دونص کو جمع کرتا ہے کسی طریق وجوہ جمع سے جو معمول و مقرر ہیں۔ یا اگر ناسخ منسوخ ہونا قطعاً یا بظن غالب بقرائن معلوم ہوا تو ناسخ پر عمل کرتا ہے۔ یا قوت وضعف ثبوت کی وجہ سے قوی پر عمل کرتا ہے۔ یا روایت کی فقیہ وغیر فقیہ ہونے کے بہت فقیہ کی روایت پر عمل کرنا اختیار کرتا ہے یا ایک روایت کو قواعد کلیہ نصوص شرع سے مرجح کرتا ہے۔ تو ان جملہ صورتوں میں ہرگز بمقابلہ نص کے قیاس نہیں ہوتا۔ بلکہ دونوں نص پر یا ایک نص پر عمل ہوتا ہے۔ پس اسے بھی نہ عمل بالرائے کوئی عاقل کہے نہ بمقابلہ نص کے قیاس کہہ سکے

بلکہ یہ خود نص پر عمل وحکم کرتا ہے اور یہ سب امور صحابہ رضی اللہ تعالےٰ عنہم کے معمول ہیں اور اُن سے ہی مجتہدین نے لئے ہیں۔ مثلاً کسی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے پوچھا کہ قرآن مجید میں دو آتیں متعارض ہیں۔ (۱) وَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَسَآءَلُوْنَ (سورہ صافات) (۲) فَلَآ اَنْسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ وَّلَا يَتَسَآءَلُوْنَ ہ (سورہ مومنون)

پہلی آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ ایک دوسرے سے سوال کرے گا۔ لیکن دوسری آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ ہرگز سوال نہ ہوگا۔ آپ نے جواب دیا کہ عدم سوال نفخہ اولےٰ میں ہوگا۔ اور سوال باہم بعد نفخہ ثانیہ کے ہوگا۔ پس دونوں آیت کو جمع کر دیا۔ یہ بھی ایک طریق جمع کا منجملہ طرق کے ہے۔ اسی طرح جزئیات علی میں جمع کیا جاتا ہے تو دونوں نص معمول رہتی ہیں۔ جیسا کہ حدیث عصر کی فوات کی ممانعت کی۔ اور عصر کی نماز قریظہ سے ورے نہ پڑھنے کو مجاز پر حمل کر کے جمع کر دیا ہے۔ یہ ہی نظیر اسکی ہے اور ناسخ منسوخ اور قوت ضعف کا انکار کسی کو بھی نہیں ہے۔ فقیہ کے قول ور روایت کا معتبر ہونا اس سے ثابت ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے فرمایا۔ اَلْوُضُوْءُ مِمَّا مَسَّتِ النَّارُ یعنی جو طعام آگ سے پختہ ہوا۔ اُس کے کھانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ تجدید وضو کرنا چاہیئے تو ابن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے جواب دیا کہ گرم پانی سے بھی وضو نہ کرنا چاہیئے۔ یعنی اگر مس نار موجب نقص وضو کا ہے تو گرم پانی سے وضو درست نہ ہوگا کہ وہ بھی آگ کا گرم کیا ہوا ہے۔ اور اگر گرم پانی کا استعمال متوضی کرے تو وضو ٹوٹ جائے گا +

اب دیکھئے کہ ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی روایت کو ابن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے رد کر دیا۔ نہ بایں وجہ کہ تم غلط روایت کرتے ہو۔ ورنہ ان کو روایت کذب کی وعید سے ڈراتے بلکہ بایں وجہ کہ تم نے معنی حقیقی ظاہر سے خود مطلب سمجھ لیا ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ آلہ وسلم کا یہ مطلب ہرگز نہیں۔ تم کو فقہ حدیث کا حاصل نہیں ہوا کہ وضو سے نظافت کے لغوی معنی مراد ہیں نہ وضو اصطلاحی شرعی۔ لہٰذا وہ روایت فقہاء صحابہ رضی اللہ تعالےٰ عنہم کی کہ جس سے ترک وضو ثابت ہوتا ہے معمول ہوئی۔ اور یہ روایت غیر فقیہ کی ترک کی +

ـلہ یعنی۔ اور متوجہ ہوگا ایک دوسرے پر لگے باہم پوچھ گچھ کرنے ۱۲ ـلہ یعنی تو نہ ان میں رشتہ داریاں اس دن (قیامت کو) باقی رہیں گی ۱۲

اس کے بہت نظائر ہیں چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے فاطمہ بنت قیسؓ کی روایت کو رد کر دیا کہ وہ کہتی تھی کہ مطلقہ ثلث کو نفقہ وسکنیٰ نہیں ملتا۔ آپ نے فرمایا کہ ہم کتاب وسنت کو ایک عورت کے قول وروایت سے رد نہیں کر سکتے۔ معلوم نہیں کہ اُسے یاد رہا یا بھول گئی اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا نے سکنیٰ نہ دینے کی وجہ خاص بیان کر دی جسے فاطمہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا نہ سمجھی تھیں اور جب عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کو خبر ملی کہ حضرت عمرؓ وعبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہما اہل میت کے رونے سے میت کو معذب ہونا روایت کرتے ہیں تو آیت قرآن سے جو مثل قاعدہ کلیہ کے ہے رد کیا۔ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی۔ اور فرمایا کہ قرآن مجید تمہیں بس ہے ✣

دیکھئے ایسے اکابر کے قول کو بسبب کلیۂ شرعیہ کے معتبر نہ رکھا بلکہ بروئے تفقہ دونوں کو جمع کیا کہ معذب ہونے کو دوسری طرح بیان کیا۔ جو کتب میں مذکور ہے ✣

پس یہ سب معمولات صحابہ رضی اللہ تعالےٰ عنہم کے ہیں جن کو مجتہدین دین میں جاری کر گئے ہیں اور یہی تفقہ فی الدین ہے۔ مَنْ یُّرِدِ اللّٰہُ بِہٖ خَیْرًا یُّفَقِّھْہُ فِی الدِّیْنِ ✣

امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا عہدۂ قضا سے انکار کرنا

(۱) منقول ہے کہ خلیفہ مروان بن محمدؒ اُموی کی عہد خلافت میں یزید بن ہُبیرہ والی عراق وعجم نے امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو کوفہ کا قاضی مقرر کرنا چاہا۔ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے انکار کیا۔ اس پر یزید نے ان کو دس روز تک قید رکھا۔ اور روزانہ کوڑے ان کو مارتا رہا۔ مگر انہوں نے قاضی بننا منظور نہ کیا۔ بالآخر یزید نے تنگ آ کر امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو رہا کر دیا ✣

(۲) منقول ہے کہ خلیفہ ابو جعفر منصورؒ نے امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو کوفہ سے بغداد میں طلب کیا۔ اور ان کو قاضی القضات بنانا چاہا۔ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے انکار فرمایا۔ خلیفہ نے قسم کھائی کہ ضرور ان کو اس عہدہ پر مامور کیا جائیگا۔ امام صاحبؒ نے بھی قسم کھائی کہ میں بھی ہرگز نہ منظور

کرونگا۔ دونوں میں اسپر بہت کچھ حجت وبحث رہی۔ لیکن امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ انکار ہی پر قائم رہے خلیفہ نے تنگ آکر امام صاحبؒ کو قید خانہ میں بھیج دیا۔ ایک روایت میں ہے کہ جب خلیفہ نے اُن کو عہدۂ قضا قبول کرنے پر مجبور کیا۔ اُنھوں نے فرمایا کہ میں منصبِ قضا کے قابل نہیں ہوں۔ خلیفہ منصور نے کہا۔ آپ جھوٹے ہیں۔ آپ سے بڑھ کر اس کام کے لئے کون ہے۔ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا جواب دیا۔ جب میں جھوٹا ہوں تو آپ کو جھوٹے شخص کو قاضی بنانا کیونکر جائز ہو سکتا ہے

امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تاریخ وفات

بعض مؤرخین لکھتے ہیں کہ اس گفتگو کے بعد منصور نے امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو زبردستی قاضی بنا دیا۔ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے دو دن عہدۂ قضا کا کام انجام دیا۔ پھر چند روز بیمار رہ کر انتقال فرمایا۔ ان کی وفات ماہ رجب یا ماہ شعبان سنہ ۱۵۰ ہجری المقدس میں ہوئی ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ بغداد میں قید خانہ کے اندر سنہ ۱۵۳ھ میں وفات پائی۔ بعض کہتے ہیں کہ آپ کو ایک پیالہ زہر ہلاہل کا دیا گیا۔ آپ نے اس کے پینے سے انکار کیا اور فرمایا میں خودکشی نہیں کرتا۔ پھر وہ زبردستی امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حلق میں ڈال دیا گیا۔ اور اسی زہر کے اثر سے امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے وفات پائی +

امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مقام دفن وغیرہ

امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے جنازہ پر حسن بن عمارہ رحمۃ اللہ علیہ نے نماز پڑھائی اور جملہ نمازیوں کی تعداد پچاس ہزار تھی۔ بیس یوم تک امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی قبر مبارک پر لوگ نماز پڑھتے رہے۔ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ بغداد کے مقبرہ خیزران میں دفن کئے گئے +

آئمہ اربعہ کی سنِ ولادت اور سنِ وفات

رد المحتار میں آئمہ اربعہ کے سال ولادت اور سال وفات اس طرح منقول ہیں کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سنہ ہجری المقدس میں پیدا ہوئے اور سنہ ۱۵۰ ہجری میں ۷۰ سال کی عمر میں وفات پائی۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سنہ ۹۰ ہجری المقدس میں پیدا ہوئے اور سنہ ۱۷۹ ہجری میں ۸۹ سال کی عمر میں وفات پائی۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سنہ ۱۵۰ ہجری المقدس میں پیدا ہوئے اور سنہ ۲۰۴ ہجری میں ۵۴ سال کی عمر میں وفات پائی۔ امام

احمد حنبل رحمۃ اللہ علیہ ۱۶۴ سنہ ہجری المقدس میں پیدا ہوئے اور ۲۴۱ سنہ ہجری میں ۷۷ سال کی عمر میں وفات پائی +

دعا اَللّٰهُمَّ شَرِّفْنَا بِزِيَارَتِهٖ وَاجْعَلْنَا مِمَّنْ اَحَبَّهٗ وَسَلَكَ مَسْلَكَهٗ وَاغْفِرْ لَهٗ وَلِمَنْ تَبِعَهٗ يَوْمَ الدِّيْنِ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ ○ +

امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح عمریوں کی فہرست

امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اجتہادی مسائل قریبا بارہ سو برس سے تمام ممالک اسلامی میں پھیلے ہوئے ہیں۔ بڑی بڑی عظیم الشان اسلامی سلطنتوں میں اُن ہی کے مسائل قانون سلطنت تھے۔ اور آج کل بھی ہیں۔ اسلامی دنیا کا غالب حصہ اُن ہی کے مسائل کا پیرو ہے۔ عربی۔ فارسی۔ ترکی بلکہ یوروپ کی زبانوں میں ان کی متعدد سوانح عمریاں لکھی گئیں +

امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اسلام میں جو رتبہ حاصل ہے اُس کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ جس کثرت سے ان کی سوانح عمریاں لکھی گئیں کسی کی نہیں لکھی گئیں۔ اور اُن نامور شخصوں نے لکھیں جو خود اس قابل تھے کہ اُن کی مستقل سوانح عمریاں لکھی جائیں چنانچہ منجملہ ان کے چند کتابوں کے نام لکھے جاتے ہیں :۔

(۱) عقود المرجان۔ مصنفہ امام احمد بن محمد طحاوی رح

(۲) قلائد عقود الدرر والعقیان۔ مصنفہ امام احمد بن محمد طحاوی رح

(۳) مناقب النعمان۔ مصنفہ امام محمد بن احمد بن شعیب رح

(۴) مناقب النعمان۔ مصنفہ شیخ ابو عبد اللہ الصمیری حسین بن علی رح

(۵) مناقب النعمان۔ مصنفہ ابو العباس احمد بن الصلت الحمانی رح

(۶) شقائق النعمان فی مناقب النعمان۔ مصنفہ علامہ جار اللہ زمخشری رح

(۷) مناقب النعمان۔ مصنفہ موفق الدین بن احمد المکی الخوارزمی رح

(۸) کشف الآثار مصنفہ امام عبد بن محمد الحارثی رحمۃ اللہ علیہ
(۹) مناقب النعمان مصنفہ امام ظہیر الدین المرغینانی رحمۃ اللہ علیہ
(۱۰) مناقب النعمان مصنفہ امام محمد بن محمد الکردری رحمۃ اللہ علیہ
(۱۱) مناقب النعمان مصنفہ ابوالقاسم بن کاسن رحمۃ اللہ علیہ
(۱۲) کتاب الانتہاء مصنفہ قاضی بن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ
(۱۳) مناقب النعمان مصنفہ ابوالقاسم عبداللہ بن محمد احمد المعروف بابن ابی العوام رحمۃ اللہ علیہ
(۱۴) مناقب ابی حنیفہ مصنفہ علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ
(۱۵) المواہب الشریفۃ
(۱۶) البستان فی مناقب النعمان مصنفہ شیخ محی الدین عبدالقادر القریشی رحمۃ اللہ علیہ
(۱۷) تبییض الصحیفۃ فی مناقب ابی حنیفہ مصنفہ حافظ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ
(۱۸) عقود الجمان فی مناقب النعمان مصنفہ محمد بن یوسف بن علی الدمشقی رحمۃ اللہ علیہ
(۱۹) الخیرات الحسان فی مناقب النعمان مصنفہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ
(۲۰) قلائد عقود العقیان
(۲۱) مناقب النعمان مصنفہ شمس الدین احمد بن محمد السنواسی رحمۃ اللہ علیہ
(۲۲) مناقب الامام الاعظم مصنفہ شیخ ابوسعید رحمۃ اللہ علیہ (فارسی)
(۲۳) رسالہ فی فضل ابی حنیفہ مصنفہ عتیق بن داؤد الیمانی رحمۃ اللہ علیہ
(۲۴) نظم الجمان مصنفہ شیخ صارم الدین ابراہیم بن محمد بن دقماق رحمۃ اللہ علیہ
(۲۵) مناقب الامام اعظم مصنفہ مولانا محمد کامی آفندی قاضی بغداد (ترکی)
(۲۶) مناقب الامام اعظم مصنفہ مستقیم زادہ سلیمان سعد الدین آفندی (ترکی)
(۲۷) سیرۃ النعمان مصنفہ مولانا شبلی نعمانی (اردو)
(۲۸) غرائب البیان فی مناقب النعمان مصنفہ محمد عبدالغفار (اردو)

(۲۹) موعظۂ حسنہ۔ مُصنفہ مولوی عبدالمجید صاحب (اردو)

(۳۰) روح الایمان (اردو)

ان کے علاوہ اور کئی سوانح عمریاں عربی۔ فارسی۔ اردو میں ہیں جن کا نام بخوف طوالت چھوڑ دیا گیا ہے

امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد

امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں جو مذہبی علوم نہائت اوج اور ترقی پر تھے۔ وہ فقہ۔ حدیث۔ اسماء الرجال تھے۔ یہ بات لحاظ کے قابل ہے کہ جو لوگ ان علوم کے ارکان تھے۔ اکثر امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہی کے شاگرد تھے۔ اور شاگرد بھی برائے نام شاگرد نہ تھے۔ بلکہ مدتوں امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت میں رہے اور اُن کی فیض صحبت کا ہمیشہ اعتراف کرتے رہے ✦

امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مشہور و معروف شاگرد

امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مشہور شاگرد یہ ہیں:۔ قاضی ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ۔ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ۔ امام زفر رحمۃ اللہ علیہ۔ اسدؒ بن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ۔ عافیۃ الازدی رحمۃ اللہ علیہ۔ داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ۔ قاسم بن معن رحمۃ اللہ علیہ۔ علی بن مسہر رحمۃ اللہ علیہ۔ یحییٰ بن زکریا رحمۃ اللہ علیہ۔ حبان رحمۃ اللہ علیہ۔ مندل رحمۃ اللہ علیہ۔ پس ان لوگوں کی عظمت و شان سے فقہ حنفی کی خوبی اور عمدگی کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ ساتھ ہی امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا بلند مرتبہ ہونا ثابت ہوتا ہے کہ جس شخص کے شاگرد اس رتبے کے ہوں گے وہ خود کس پایہ کا بزرگ ہوگا ✦

امام صاحبؒ کی عظمت و شان میں وکیع رحؒ کی دلچسپ تقریر

خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے وکیع بن الجراح رحمۃ اللہ علیہ کے حال میں جو ایک مشہور مُحدّث تھے لکھا ہے کہ ایک موقع پر وکیع رحؒ کے پاس چند اہل علم جمع تھے۔ کسی نے کہا کہ اس مسئلہ میں ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے غلطی کی۔ وکیع رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کیونکر غلطی کر سکتے ہیں۔ جب کہ ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ اور زفر رحمۃ اللہ علیہ قیاس میں یحییٰ بن زایدہ۔ حفص بن غیاثؒ

حبان رح۔ مندل رح حدیث میں۔ قاسم بن معن رح لغت و عربیت میں۔ داؤد الطائی رح۔ فضیل بن عیاض رح زہد و تقوٰی میں۔ اس رتبہ کے لوگ جس شخص کے ساتھ ہوں وہ کہیں غلطی کر سکتا ہے اور اگر کرتا بھی تو یہ لوگ اس کو کب غلطی پر رہنے دیتے۔

امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نامور شاگرد قاضی ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا حال

قاضی صاحب کا نسب نامہ

آپ کا نام یعقوب رح ہے اور کنیت ابو یوسف رح۔ مگر کنیت ہی سے مشہور ہیں۔ ان کا نسب یہ ہے۔ قاضی یعقوب رح بن ابراہیم رح بن حبیب رح بن سعد رح بن صتبہ رح۔ سعد قبیلہ انصار سے تھے صحابی تھے۔ صتبہ ان کی ماں کا نام ہے۔ انصار میں یہ اپنی ماں کے نام سے مشہور ہیں۔ سعد غزوہ خندق میں باوجودیکہ نوعمر تھے اس دن کافروں سے خوب لڑے اور بہت سے کفار کو قتل کیا۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی جرأت و

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا قاضی صاحب کے حق میں

شجاعت ملاحظہ فرما کر ان سے پوچھا۔ تم کون ہو۔ انہوں نے عرض کیا۔ میں سعدؓ بن صتبہؓ ہوں۔ آپ نے ان کو یہ دعا دی۔ خداتعالےٰ تم کو نیک بدلہ مرحمت فرمائے۔ پھر ان کے سر پر دست مبارک پھیرا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا کا نیک نتیجہ حضرت سعد رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے پڑپوتے امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ میں ظاہر فرمایا +

قاضی صاحب رح کا حافظ احادیث ہونا

قاضی ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کوفہ کے باشندے تھے اور امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی شاگردی میں عرصہ تک رہے۔ فقیہ حافظ احادیث نبویہ تھے۔ چالیس ہزار تو صرف موضوع حدیثیں ان کو یاد تھیں۔ صحیح احادیث کا کیا شمار۔ امام محمد رح بن حسن شیبانی رح اور یحییٰ بن معینؒ وغیرہما ان کے شاگرد ہیں۔ قاضی ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا حافظہ ایسا قوی

تھا کہ یہ اپنے استادوں کے پاس حدیثیں سننے جاتے تو ایک ایک جلسہ میں پچاس ساٹھ حدیثیں یاد کر لیتے پھر وہاں سے اٹھ کر وہی حدیثیں بجنسہ دوسروں کو لکھا دیتے تھے +

قاضی صاحب رح کا عہدۂ قضا پر مامور ہونا

قاضی ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کوفہ کو چھوڑ کر بغداد میں سکونت پذیر ہوئے اور خلفائے بنی عباسیہ میں سے تین خلیفہ مہدی۔ ہادی۔ ہارون الرشید رح کے زمانہ تک منصب قضا پر قائم رہے۔ سب سے اوّل قاضی القضات کا خطاب انہیں کو ملا +

قاضی صاحب رح کی تعلیم و تدریس

خلیفہ ہارون الرشید رح ان کی بڑی تعظیم و حرمت کرتا تھا۔ قاضی ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ ابتدائے عمر میں تحصیل علم فقہ و حدیث کے وقت غریب و نادار تھے۔ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ ان کی کفالت کرتے تھے۔ غربت کے باعث قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے والدین ان کو پڑھنے لکھنے سے روکا کرتے۔ اور معاش دنیا حاصل کرنے کی ترغیب دیا کرتے تھے۔ لیکن قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس بارے میں انکا کہنا نہ مانتے تھے۔ طالب علمی کی تکلیفیں برداشت کر کے تحصیل علم میں مصروف رہتے۔ رفتہ رفتہ اللہ تعالیٰ نے ان کو علم کا کمال عطا کیا۔ علم ہی کی بدولت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو مراتب اعلیٰ پر پہنچا دیا۔ دین و دنیا کی بزرگی عنایت کی۔ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردوں میں ان کا مثل کوئی نہ تھا +

قاضی صاحب رح کا ایک عجیب فیصلہ

قاضی صاحب کے علم فقہ و اجتہاد کے متعلق ایک روایت مشہور ہے کہ عیسیٰ بن جعفر برمکی رح کے پاس ایک لونڈی حسینہ و جمیلہ تھی۔ خلیفہ ہارون الرشید رح نے عیسیٰ رح سے کہا۔ وہ لونڈی مجھ کو دے ڈالو۔ عیسیٰ رح نے انکار کیا۔ خلیفہ نے کہا۔ اچھا تو میرے ہاتھ فروخت ہی کر دو۔ اور جو قیمت چاہو مجھ سے لے لو۔ عیسیٰ رح نے پھر بھی نہ مانا۔ خلیفہ نے برہم ہو کر قسم کھائی کہ اگر یہ لونڈی مجھے نہ دو گے تو میں تم کو قتل کرا دونگا۔ عیسیٰ رح نے بھی قسم کھائی کہ اگر میں یہ لونڈی آپ کو دوں یا آپ کے ہاتھ بیچوں تو میرا مال خدا کی راہ میں خیرات ہے اور میرے سب لونڈی غلام آزاد ہیں۔ اور بیوی کو طلاق۔ خلیفہ تو لونڈی پر مائل تھا چاہا کہ کسی ترکیب سے لونڈی ہاتھ آئے۔ قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو بلا کر سارا قصہ کہہ سنایا۔ قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے

فرمایا کہ سہل ترکیب ہے۔ نہ آپ کی قسم ٹوٹے اور نہ عیسیٰ رح کی۔ اور لونڈی بھی آپ کو مل جائے ترکیب یہ ہے کہ عیسیٰ رح نصف لونڈی تو آپ کے ہاتھ فروخت کریں اور نصف آپ کو ہبہ کر دیں اُن کی قسم نہ ٹوٹے گی۔ اور اُن کا سارا مال بھی محفوظ رہے گا۔ اور بیوی کو طلاق بھی نہ ہو گی۔ الغرض اس صورت سے لونڈی خلیفہ کے قبضہ میں آگئی۔ پھر خلیفہ نے کہا کہ کوئی ایسی صورت جائز طور سے پیدا کیجئے کہ میں آج ہی اس لونڈی سے ہم صحبت ہوں کیونکہ اب مجھے تاب نہیں کہ ایک لحظہ بھی اس کی مفارقت گوارا کرسکوں۔ قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ آپ لونڈی کو آزاد کر کے ابھی اُس سے نکاح کر لیجئے اور شوق سے ہم صحبت ہو جئے۔ خلیفہ اس فتوے سے ازبس خوش ہوا اُسی وقت لونڈی کو آزاد کر کے بیس ہزار دینار مہر پر اُس سے گواہوں کے سامنے نکاح کر لیا۔ اور قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو دو لاکھ درہم اور بیس جوڑے کپڑے خلعت نذر گذرانے ٭

نتیجہ حکایت اس حکایت سے قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا کمال متبحر علمی اور فقہ دانی کا ثبوت ہوتا ہے۔ ہاں کوئی جاہل بدطینت یہ خیال نہ کرے کہ قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مولویانہ چال سے خلیفہ کی خوشی کر دی۔ اور ایک رقم معتد بہ خود بھی انعام میں وصول کی۔ ہم معترض سے پوچھتے ہیں کہ وہی اس ترکیب کے علاوہ کوئی دوسری صورت نکالے کہ جسمیں خلیفہ کی بھی قسم نہ ٹوٹے اور عیسیٰ رح بھی اپنا سارا مال مع بیوی کے بچا سکے۔ فَاعْتَبِرُوْا یٰٓاُولِی الْاَبْصَارِ ٭

قاضی صاحب رح کی تاریخ ولادت ووفات قاضی ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ ۱۱۳ھ ہجری المقدس میں بمقام کوفہ پیدا ہوئے اور بروز پنجشنبہ ظہر کے وقت پانچویں ربیع الاول ۱۸۲ھ ہجری میں بمقام بغداد فوت ہوئے ٭

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے حالات

امام محمد رح کا تعلیم و تدریس آپ کا اسم مبارک محمد ہے۔ والد آپ کے حسن بن فرقد شیبانی تھے۔ آپ کے والد شام سے عراق میں آکر بمقام واسط سکونت پذیر ہوئے۔ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ

واسط میں پیدا ہوئے۔ اور کوفہ میں نشو و نما پائی۔ علم حدیث حاصل کیا۔ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس درس میں برسوں حاضر باش رہے۔ قاضی ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے علم فقہ پڑھا۔ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے علم حدیث کی تعلیم پائی۔ پھر تصنیف میں مشغول ہوئے تو صدہا کتابیں لکھ ڈالیں۔ چنانچہ لکھتے ہیں کہ آپ نے نوسو ننانوے (۹۹۹) کتابیں تصنیف کیں +

آپ کا امام شافعی رح کی والدہ سے نکاح کرنا

آپ بڑے فصیح۔ ادیب۔ لغت دان تھے۔ ماہرین فن آپ کے قول کو سند جانتے تھے۔ آپ کے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے درمیان اکثر مباحثے ہوتے رہے ہیں۔ آپ نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ ماجدہ سے نکاح کیا اور اپنا کتب خانہ اور سارا مال امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ کر دیا۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے علم سے ایک اونٹ کے بوجھ برابر علم حاصل کیا۔ نیز انکا قول ہے کہ میں نے بجز امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے کسی دوسرے کو جسیم اور ذکی الطبع نہیں دیکھا خلیفہ

آپ کا عہدۂ قضاء

ہارون الرشید رح نے آپ کو رقہ کا قاضی کر دیا تھا پھر آپ کو عہدۂ قضا سے معزول کیا گیا۔ پھر آپ بغداد میں تشریف لے گئے اور خلیفہ ہی کے پاس رہے۔ جب خلیفہ رے کی جانب گیا تو یہ بھی اس کے ہمراہ تھے +

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیفات

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیفات بیشمار ہیں۔ اور انہیں کتابوں پر فقہ حنفی کا دار و مدار ہے منجملہ ان کے مشہور عام کتابیں یہ ہیں:۔ (۱) مبسوط۔ یہ کتاب امام محمد رح کی پہلی تصنیف ہے۔ (۲) جامع صغیر۔ اس کتاب میں امام محمد رح نے قاضی ابو یوسف رح کی روایت سے امام ابوحنیفہؒ کے تمام اقوال لکھے ہیں۔ کل ۱۵۳۲ مسائل ہیں۔ (۳) جامع کبیر۔ اس میں امام ابوحنیفہ رح کے اقوال کے ساتھ قاضی ابو یوسف رح اور امام زفر رح کے اقوال بھی لکھے ہیں۔ ہر مسئلہ کے ساتھ دلیل بھی ہے۔ متاخرین حنفیہ نے اصولِ فقہ کے جو مسائل قائم کئے ہیں زیادہ تر اسی کتاب کی

طرز استدلال وطریق استنباط سے کئے ہیں۔ (۴) زیادات۔ جامع کبیر کے تصنیف کے بعد جو فروع یاد آئے وہ اسمیں درج کئے ✦

(۵) کتاب الحج۔ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ امام ابوحنیفہ کی وفات کے بعد مدینہ منورہ تشریف لےگئے اور تین برس وہاں رہ کر امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے موطا پڑھی۔ اہل مدینہ اکثر مسائل میں امام ابوحنیفہ رح سے اختلاف رکھتے تھے۔ آپ نے مدینہ سے آکر یہ کتاب لکھی۔ اسمیں آپ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے اقوال نقل کر کے حدیث۔ اثر قیاس سے ثابت کرتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رح کا مذہب صحیح ہے اور دوسرونکا غلط ✦

ان کتابوں کے علاوہ اور کتابیں بھی آپ کی مشہور ہیں۔ مثلاً۔ سیر صغیر وکبیر۔ کیانیات جرجانیات۔ رقیات۔ ہرادنیات وغیرہ ✦

آپ کی پیدائش اور وفات کی تاریخ آپ ۱۳۵ھ یا ۱۳۸ھ یا ۱۳۲ھ ہجری المقدس میں پیدا ہوئے اور مضافات رے میں بمقام قریہ رنبویہ ۱۸۹ھ ہجری میں وفات پائی اسی سال امام کسائی نحوی رح نے بھی وفات پائی۔ چنانچہ خلیفہ نے حسرت کے ساتھ کہا۔ میں نے فقہ اور علوم عربیہ کو رے میں دفن کر دیا ✦

امام زفر رحمۃ اللہ علیہ کے حالات

امام زفر رح کا نسب نامہ آپ کا نسب نامہ یہ ہے۔ زفرؒ بن ہذیل بن قیس بن سلیم معد بن عدنان کی نسل سے ہیں حنفی مذہب کے بڑے فقیہ تھے۔ عالم وعابد تھے۔ ابتدا میں آپ کو حدیث کا شوق تھا اور اہل حدیث میں سے تھے۔ پھر ان کو اجتہاد و استنباط مسائل کا ذوق پیدا ہوا۔ اور امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی شاگردی اختیار کی۔ قاضی ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ کے بعد امام صاحب

آپ کا علم وفضل رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردوں میں آپ کا کوئی مثل نہ تھا۔ بصرہ میں قاضی مقرر تھے ✦

آپ کی پیدائش اور وفات کی تاریخ سنہ ۸۰ ہجری المقدس میں پیدا ہوئے اور ماہ شعبان سنہ ۱۵۰ ہجری میں وفات پائی +

شاگردوں کی لیاقت سے اُستاد کی قابلیت کا اندازہ شاگرد کا رُتبہ و اعزاز اُستاد کے لئے باعثِ فخر خیال کیا جاتا ہے اگر یہ فخر صحیح ہے تو اسلام کی تمام تاریخ میں کوئی شخص امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے بڑھ کر اس فخر کا مستحق نہیں ہے۔ کیونکہ جو لوگ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد تھے وہ بڑے بڑے ائمہ مجتہدین کے شیخ اور اُستاد تھے۔ چنانچہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ ہمیشہ کہا کرتے تھے کہ میں نے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے ایک بار شتر علم حاصل کیا ہے۔ (دیکھو تہذیب الاسما و اللغات نووی ج ۷) +

قصیدہ فارسی امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی شان میں

مرحبا حضرتِ نعمانؓ چہ فضائل داری — دلِ عالم بسوئے خویش تو مائل داری
تا چہل سال نخفتی بشب انگاہ گہے — تا بسی سال نخوردی چہ شمائل داری
پنج و پنجاہ حج کعبہ بکردی مبرور — نورِ حق دیدی و صد بار چہا دلداری
ختمِ قرآں بشب و روز بکردی دو بار — بالیقیں نزدِ خدا نیک منازل داری
پنجصد رکعت در ہر شب بحضورِ قلبت — کردی و اشک فشاں واہ چہ حاصل داری
ختمِ مصحف بخدا کردۂ تو ہفت ہزار — مرحبائے کہ بمردی چہ فضائل داری
گہ بغیبت نکشادی لب شیریں خود را — بخدا علم و عمل ہر دو تو کامل داری
بقضا نکبت جانکاہ بداوند بسے — مردی و لیک نکردی چہ خصائل داری
خوش کمالات کہ چو بو یوسفؒ و ہم ابنِ حسن — نیک شاگرد و سخن سنج مسائل داری
من نگویم کہ بجز فقہ ترا نیست کمال — کا نچہ داری بخدا خوشتر و کامل داری
عمل و علم فطانت ادب و زہد ترا ست — قوتِ اخذ مسائل بدلائل داری

مذہب را اگر گفتہ فقط اہل علوم — بل بسے از فقرا پیرو کامل داری
زہ تبحر بحدیث است ترا قربانت — کہ مُدلّل بآحادیث مسائل داری
دعوئے علم حدیث تو نکردم بغلو — پا نہ زوہ بلکہ مسانید دلائل داری
اے ہنر پوش سخن چین ز تعصب بگذر — مکنش ذم اگرت عقل و شمائل داری
بیں بتحقیق و بانصاف چہ خوار زمی گفت — زانکہ ز وبیش نہ تفتیش دلائل داری
تو بچرخ ہنرش کے رسی اے ظاہر بیں — اشہبت دور ز کاخش بمراحل داری
لمعۂ فضل و کمالش بدلت چوں تابد — تہ بتہ زنگ تعصب ہمہ حائل داری
تو چہ دانی عمق لجۂ فقہ نعمانؒ — زورق فہم و فراست بسر ساحل داری
حبّذا بخت ہمایونت صوفی شاد بباش — معتقدانت شمار ارباب فواضل داری

نمازِ حنفی مُدلّل کے اگلے حِصّوں کے دلائل مسائل کا نمونہ

فقہ حنفی کے مسائل کا حدیث کے مطابق ہونا

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بہت سے مسائل احادیث صحیحہ کے مخالف ہیں۔ چنانچہ بعض بے دین تو یہاں تک کہتے ہیں کہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے دیدہ و دانستہ احادیث کی مخالفت کی۔ لیکن جو ذرا سمجھ دار ہیں وہ یہ کہتے ہیں کہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ تک احادیث کا استقصا نہیں کیا گیا تھا۔ اس لئے بہت سی حدیثیں اُن کو نہیں پہنچیں۔ مگر اُن کا یہ خیال بھی سراسر غلط اور لغو اور بے بنیاد ہے۔ گو امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ تک عام طور پر کتابی صورت میں حدیثیں جمع نہیں ہوئی تھیں۔ لیکن امام صاحب رح نے دستور کے مطابق باضابطہ علم حدیث مختلف محدثوں سے حاصل کیا تھا۔ اسی واسطے بڑے بڑے فقیہ اور محدثین آپ کے پیرو ہوئے

اور اُنہوں نے آپ کی تحقیق کو تسلیم کیا۔ چنانچہ وکیع بن الجراح رحمۃ اللہ علیہ جن کی روایتیں صحیح بخاری
میں بکثرت موجود ہیں۔ اور جن کی نسبت امام احمد حنبل رحمۃ اللہ علیہ کہا کرتے تھے کہ میں نے
ان سے بڑھ کر کسی کو حافظ العلم نہیں دیکھا۔ یحییٰ بن سعید بن القطان رحمۃ اللہ علیہ جو فن جرح
وتعدیل کے موجد ہیں۔ امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے جو حافظ الحدیث تھے۔ یہ سب بزرگ امام
صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مسائل کی تقلید کرتے تھے (حافظ ابن حجر رح)۔

خلاصہ یہ کہ فقہ حنفی کا کوئی مفتیٰ بہ مسئلہ حدیث صحیحہ کے خلاف نہیں ہے۔ چنانچہ ہم اس مضمون
کو اس کے حصوں میں نہایت شرح وبسط کے ساتھ لکھیں گے تاکہ ناظرین کو کسی طرح کا
شبہ اور بدگمانی فقہ حنفی کی نسبت نہ رہے۔ اور وہ صدق دل سے امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ
کے جھنڈے تلے آکر درجات عالی حاصل کرے اور باعث نجات اخروی ہو اور عذاب آخرت سے محفوظ رہے۔

نماز حنفی مُدلّل کے حصّوں کی خوبی

ناظرین کتاب ہذا ازمقدمۃ الکتاب کی حوصلہ افزائی اور تسکین خاطر کے لئے نماز حنفی کے باقی حصوں کا نمونہ پیش کیا جاتا ہے تاکہ ناظرین کو معلوم ہو جائے
کہ جو کچھ اس کتاب کا دعویٰ ہے وہ بالکل صحیح اور درست ہے کہ اس کے ہر ایک فقہی مسئلہ کو
احادیث نبویہ سے تطبیق دی گئی ہے جس کی حنفیوں کو سخت ضرورت ہے۔ کیونکہ آج تک
کسی نے ایسی جامع کتاب اس التزام اور اس پابندی کے ساتھ تصنیف نہیں کی۔ الحمد للہ یہ کمی
بھی راقم الحروف کے ہاتھوں پوری ہوئی (اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اس سے منتفع کرے) چنانچہ
بندرہ مشہور ومعروف فقہی مسائل جن کی نسبت مخالفین اور معترضین آئے دن حنفیوں کو
تنگ کیا کرتے ہیں کہ فقہ حنفیہ کے یہ مسائل خلاف احادیث نبویہ ہیں بطور نمونہ مرقوم کئے
جاتے ہیں تاکہ ناظرین ان اعتراضات کے جواب کے دلائل کو بنظر انصاف دیکھ کر اپنے تمام
شکوک وشبہ رفع کرلیں۔ علاوہ ازیں اس کے اگلے حصے جن میں ان احادیث کا بالتفصیل اور بالتشریح
بیان کیا گیا ہے منگوا کر توسیع خیالات اور علمی معلومات کا ذخیرہ فراہم کرکے سعادت دارین اور
نجات اخروی حاصل کریں۔ وَمَا عَلَیْنَا اِلَّا الْبَلَاغُ۔ (مُصنّف)

ایک مثل کے بعد ظہر کے وقت کا باقی رہنا کا ثبوت

(۱) امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ظہر کا وقت دو مثل تک باقی رہتا ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے:۔ عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ کُنَّا مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ فِیْ سَفَرٍ فَاَرَادَ الْمُؤَذِّنُ اَنْ یُّؤَذِّنَ فَقَالَ لَہٗ اَبْرِدْ ثُمَّ اَرَادَ اَنْ یُّؤَذِّنَ فَقَالَ لَہٗ اَبْرِدْ ثُمَّ اَرَادَ اَنْ یُّؤَذِّنَ فَقَالَ لَہٗ اَبْرِدْ حَتّٰی سَاوَی الظِّلُّ التُّلُوْلَ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اِنَّ شِدَّۃَ الْحَرِّ مِنْ فَیْحِ جَہَنَّمَ رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ یعنی ابوذر رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ ہم لوگ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے۔ مؤذن نے ارادہ کیا کہ اذان کہے تو آپ نے ارشاد فرمایا: ذرا ٹھنڈا وقت ہونے دے۔ پھر مؤذن نے ارادہ کیا آپ نے فرمایا اور ٹھنڈا ہونے دے۔ پھر مؤذن نے ارادہ کیا آپ نے پھر فرمایا اور ٹھنڈا ہونے دے یہانتک کہ سایہ ٹیلوں کی برابر ہوگیا۔ پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ آلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ گرمی کی شدت جہنم کی بھاپ سے ہے۔ روایت کیا اسکو بخاری نے۔ وجہ استدلال ظاہر ہے کہ مشاہدہ سے معلوم ہے کہ ٹیلہ کا سایہ جس وقت اُس کے برابر ہوگا تو اور چیزوں کا سایہ ایک مثل سے بہت زیادہ معلوم ہوگا۔ جب اُس وقت اذان ہوگی تو ظاہر ہے کہ عادۃً فراغ صلوٰۃ کے قبل ایک مصطلح سے سایہ تجاوز کر جائے گا۔ اس سے ثابت ہوا کہ ایک مثل کے بعد وقت باقی رہتا ہے اور ایک استدلال حدیث قیراط[1] سے مشہور ہے۔

اندام نہانی کو ہاتھ لگانے سے وضو کے نہ ٹوٹنے کا ثبوت

(۲) امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک وضو کرکے اندام نہانی کو ہاتھ لگانے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ چنانچہ آپ کے دعوے کی یہ حدیث شریف ہے:۔ عَنْ طَلْقِ بْنِ عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ عَنْ مَسِّ الرَّجُلِ ذَکَرَہٗ بَعْدَ مَا یَتَوَضَّأُ قَالَ وَہَلْ ھُوَ اِلَّا بِضْعَۃٌ مِّنْہُ رَوَاہُ اَبُوْدَاؤُدَ وَالتِّرْمِذِیُّ وَالنَّسَائِیُّ وَرَوَی ابْنُ مَاجَۃَ یعنی طلق بن علی

[1] حدیث قیراط وغیرہ کو اپنے موقع پر اس کے کسی حصے میں منفصلاً لکھا گیا ہے۔ (مصنف)

رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ کسی نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ مسئلہ پوچھا کہ کوئی شخص بعد وضو کے اپنے اندام نہانی کو ہاتھ لگائے تو آپ نے فرمایا کہ وہ بھی آدمی ہی کا ایک پارہ گوشت ہے (یعنی ہاتھ لگانے سے کیا ہوگیا) روایت کیا اس کو ابوداؤد اور ترمذی اور نسائی نے۔ اور ابن ماجہ نے اس کے قریب قریب +

اس مضمون کو کسی حصہ میں بڑی شرح وبسط کے ساتھ لکھا گیا ہے۔ (مصنفؒ)

عورت کو چھونے سے وضو کے نہ ٹوٹنے کا ثبوت

(۳۲) امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک عورت کو چھونے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ چنانچہ آپ کے دعوے کی یہ حدیث شریف ہے:۔ (۱) عَنْ عَائِشَۃَ قَالَتْ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ یُقَبِّلُ بَعْضَ اَزْوَاجِہٖ ثُمَّ یُصَلِّیْ وَلَا یَتَوَضَّأُ رَوَاہُ اَبُوْدَاؤدَ وَالتِّرْمِذِیُّ وَالنَّسَائِیُّ وَابْنُ مَاجَۃَ یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی بعض بیبیوں کا بوسہ لے لیتے پھر بدوں تجدید وضو نماز پڑھ لیتے روایت کیا اس کو ابوداؤد اور ترمذی اور نسائی اور ابن ماجہ نے +

(۲) عَنْ عَائِشَۃَ قَالَتْ کُنْتُ اَنَامُ بَیْنَ یَدَیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ وَرِجْلَایَ فِیْ قِبْلَتِہٖ فَاِذَا سَجَدَ غَمَزَنِیْ فَقَبَضْتُ رِجْلِیْ وَاِذَا قَامَ بَسَطْتُّہُمَا قَالَتْ وَالْبُیُوْتُ یَوْمَئِذٍ لَیْسَ فِیْہَا مَصَابِیْحُ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روبرو سوتی رہا کرتی اور میرے پاؤں آپ کی نماز کے رُخ ہوتے تھے جب آپ سجدہ کرتے تو میرا بدن ہاتھ سے دبا دیتے میں اپنے پاؤں سمیٹ لیتی اور جب آپ کھڑے ہوتے تو میں پھر پھیلا لیتی اور حضرت عائشہ رضؓ کہتی ہیں کہ اُن دنوں گھروں میں چراغوں کی عادت نہ تھی۔ روایت کیا اس کو بخاری اور مسلم نے +

پہلی حدیث شریف سے قُبلہ۔ اور دوسری حدیث شریف سے لمس کا غیر ناقض وضو ہونا ظاہر ہے۔ اسکی مفصل بحث کسی اگلے حصے میں کی گئی ہے۔ (مصنفؒ)

چوتھائی سر کے مسح کرنے کا ثبوت

(۴) امام صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے نزدیک چوتھائی سر پر مسح کرنے سے فرض وضو ادا ہو جاتا ہے۔ البتہ سنت پورے سر کا مسح ہے) آپ کے دعوے کی دلیل یہ حدیث شریف ہے:۔ (۱) عَنِ الْمُغِیْرَۃِ بْنِ شُعْبَۃَ قَالَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ فَمَسَحَ بِنَاصِیَتِہٖ اَلْحَدِیْث رَوَاہُ مُسْلِمٌ۔

یعنی مغیرہ بن شعبہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وضو کیا اور اپنے سر کے اگلے حصہ کا مسح کیا۔ روایت کیا اس کو مسلم نے۔

اس حدیث سے ظاہر ہے کہ آپ نے پورے سر کا مسح نہیں کیا بلکہ صرف اگلے حصہ کا کیا۔ اور مسح کے معنی ہیں ہاتھ پھیرنا۔ اور اگر ہاتھ سر پر پھیرنے کے لئے رکھا جائے تو بقدر ربع سر کے ہاتھ کے نیچے آتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اتنے مسح سے بھی وضو کا فرض ادا ہو جاتا ہے۔

وضو میں بسم اللہ کے شرط نہ ہونے کا ثبوت

(۵) امام صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے نزدیک اگر وضو میں بسم اللہ نہ پڑھے تب بھی وضو ہو جاتا ہے البتہ ثواب میں کمی ہو جاتی ہے۔ چنانچہ آپ کے دعوے کی یہ حدیث شریف ہے:۔ (۱) عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَنْ ذَکَرَ اللّٰہَ تَعَالٰی اَوَّلَ وُضُوْئِہٖ طَھُرَ جَسَدُہٗ کُلُّہٗ وَاِذَا لَمْ یَذْکُرِ اللّٰہَ لَمْ یَطْھُرْ مِنْہُ اِلَّا مَوْضِعُ الْوُضُوْءِ اَخْرَجَہٗ رَزِیْنٌ یعنی ابوہریرہ رضی اللہ تعالے عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا کہ جو شخص وضو کے شروع میں اللہ کا نام لے اس کا تو کل بدن پاک ہو جاتا ہے۔ اور اگر اللہ کا نام نہ لے یعنی بسم اللہ نہ کہے تو اس کے صرف اعضائے وضو پاک ہوتے ہیں۔ روایت کیا اس کو رزین نے۔

سب کا اتفاق ہے کہ وضو میں فرض صرف اعضائے وضو کا دھونا ہے نہ تمام اعضائے بدن کا جب بدون بسم اللہ پڑھے ہوئے اعضائے واجب التطہیر طاہر ہو گئے تو اس کا وضو ادا ہو گیا۔

نماز میں بسم اللہ کے آہستہ پڑھنے کا ثبوت

(۶) امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک نماز میں بسم اللہ پکار کر نہ پڑھے۔ چنانچہ آپ کے دعوے کی یہ حدیث صحیح ہے:۔ (۱) عَنْ اَنَسٍ قَالَ صَلَّیْتُ خَلْفَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ وَاَبِیْ بَکْرٍ وَّعُمَرَ وَعُثْمَانَ فَکَانُوْا یَسْتَفْتِحُوْنَ بِالْحَمْدِ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ لَا یَذْکُرُوْنَ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ فِیْ اَوَّلِ قِرَاءَۃٍ وَّلَا فِیْ اٰخِرِھَا رَوَاہُ مُسْلِمٌ یعنی حضرت انس رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالےٰ عنہم کے پیچھے نماز پڑھی سب حضرات الحمد سے شروع کرتے تھے اور بسم اللہ نہ پڑھتے تھے نہ قرأت کے اوّل میں نہ آخر میں۔ روایت کیا اس کو مسلم نے۔

اس سے صاف معلوم ہوا کہ نہ الحمد میں بسم اللہ پکار کر پڑھی جاتی تھی نہ سورت میں۔

امام کے پیچھے سورہ فاتحہ کے نہ پڑھنے کا ثبوت

(۷) امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک امام کے پیچھے کسی نماز میں خواہ سری ہو خواہ جہری نہ الحمد پڑھے اور نہ ہی سورت پڑھے۔ چنانچہ آپ کے دعوے کی یہ حدیث صحیح ہے:۔ (۱) عَنْ اَبِیْ مُوْسَی الْاَشْعَرِیِّ وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ وَاِذَا قَرَاَ فَاَنْصِتُوْا اَلْحَدِیْث رَوَاہُ مُسْلِمٌ وَّاَبُوْ دَاؤُدَ وَالنَّسَائِیُّ وَابْنُ مَاجَۃَ یعنی ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالےٰ عنہ و ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ جب امام نماز میں کچھ پڑھا کرے تو تم خاموش رہا کرو۔[1] روایت کیا اس کو مسلم اور ابوداؤد اور نسائی اور ابن ماجہ نے۔

اس حدیث میں نہ سری کی قید ہے نہ جہری کی نہ الحمد کی نہ سورت کی بلکہ نماز بھی مطلق ہے اور قرأت بھی مطلق۔ اس لئے سب کو شامل ہے پس دلالت مقصود پر واضح ہے اور یہ جو حدیث میں آیا ہے کہ لَا صَلٰوۃَ لِمَنْ لَّمْ یَقْرَاْ بِفَاتِحَۃِ الْکِتَابِ یعنی بدون الحمد کے نماز نہیں ہوتی

[1] امام کے پیچھے سورہ فاتحہ کے نہ پڑھنے کا مفصل بیان کسی اگلے حصے میں بڑی شرح وبسط کے ساتھ لکھا گیا ہے کہ مخالف۔

ابوداؤد محدث نے سفیان سے جو بڑے مجتہد اور محدث ہیں اسکے یہ معنی نقل کئے ہیں لمن یصلی وحدہٗ یعنی اس شخص کیلئے ہے کہ اکیلا نماز پڑھتا ہو نہ اس شخص کیلئے جو امام کے ساتھ پڑھے۔ اور اسکی تائید اس حدیث موقوف سے ہوتی ہے۔ عَنْ اَبِیْ نُعَیْمٍ وَهْبِ بْنِ کَیْسَانَ اَنَّہٗ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰہِ یَقُوْلُ مَنْ صَلّٰی رَکْعَۃً لَمْ یَقْرَأْ فِیْهَا بِاُمِّ الْقُرْاٰنِ فَلَمْ یُصَلِّ اِلَّا وَرَاءَ الْاِمَامِ هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ یعنی ابونعیم وہب بن کیسانؒ سے روایت ہے انہوں نے جابر بن عبداللہ صحابیؓ سے سنا فرماتے تھے کہ جو کوئی ایک رکعت بھی ایسی پڑھے جسمیں الحمد نہ پڑھی ہو تو اسکی نماز ہی نہیں ہوئی مگر یہ کہ اس نے امام کے پیچھے پڑھی ہے روایت کیا اس کو ترمذی نے۔ اور اس حدیث کو انہوں نے حسن صحیح کہا ہے۔

دوسرا جواب دوسرا جواب حدیث لَا صَلٰوۃَ لِمَنْ لَّمْ یَقْرَأْ بِفَاتِحَۃِ الْکِتَابِ کا یہ ہے کہ اس میں قرأت عام ہے حقیقیہ اور حکمیہ کو یعنی خود پڑھے یا امام کے پڑھنے کو اسی کا پڑھنا قرار دیا جائے اور اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے۔ عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ مَنْ کَانَ لَہٗ اِمَامٌ فَقِرَاءَۃُ الْاِمَامِ لَہٗ قِرَاءَۃٌ۔ رَوَاہُ ابْنُ مَاجَۃَ یعنی حضرت جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص کا امام ہو تو امام کی قرأت گویا اسی شخص کی قرأت ہے۔ روایت کیا اس کو ابن ماجہ نے۔

رفع اشکال وتعارض اس تاویل کی نظیر کہ رفع تعارض کے لئے قرأت کو عام لے لیا حقیقی اور حکمی کو حدیث میں موجود ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ نے اس تاویل کی تقریر فرمائی وہ حدیث مختصراً یہ ہے عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَۃَ رض فِیْ اِتْیَانِہِ الطُّوْرَ وَلِقَائِہٖ کَعْبًا قَالَ کَعْبٌ هِیَ اٰخِرُ سَاعَۃٍ مِّنْ یَوْمِ الْجُمُعَۃِ قَبْلَ اَنْ تَغِیْبَ الشَّمْسُ فَقُلْتُ اَلَیْسَ قَدْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لَا یُصَادِفُهَا مُؤْمِنٌ وَّهُوَ فِی الصَّلٰوۃِ وَلَیْسَتْ تِلْكَ السَّاعَۃُ صَلٰوۃً قَالَ اَلَیْسَ قَدْ سَمِعْتَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَنْ صَلّٰی وَجَلَسَ یَنْتَظِرُ الصَّلٰوۃَ فَهُوَ فِیْ صَلٰوۃٍ حَتّٰی تَاْتِیَہُ الصَّلٰوۃُ الَّتِیْ تَلِیْهَا قُلْتُ بَلٰی قَالَ فَهُوَ کَذٰلِكَ رَوَاہُ النَّسَائِیُّ۔ یعنے

ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے اُن کے کوہ طور پر تشریف لیجانے اور حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے ملنے کے قصہ میں روایت ہے کہ کعب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ وہ ساعت قبولیت کی یوم جمعہ کی آخری ساعت ہے آفتاب غروب ہونے سے پہلے ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے کہا کیا تم نے سنا نہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ وہ ساعت قبولیت کسی مومن کو نماز پڑھتے ہوئے ملی اور حالانکہ یہ وقت نماز کا نہیں ہے۔ حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کیا تم نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نہیں سُنا کہ جو شخص نماز پڑھ کر اگلی نماز کے انتظار میں بیٹھا رہے تو وہ اگلی نماز کے آنے تک نماز ہی میں رہتا ہے۔ میں نے کہا ہاں واقعی فرمایا ہے اُنہوں نے فرمایا بس یونہی سمجھ لو۔ روایت کیا اس کو نسائی نے۔

رفع اشکال وتعارض یہ جو ایک حدیث میں آیا ہے کہ لَا تَفْعَلُوْا اِلَّا بِاُمِّ الْقُرْاٰنِ فَاِنَّہٗ لَا صَلٰوۃَ لِمَنْ لَمْ یَقْرَاْ بِھَا یعنی میرے پیچھے اَور کچھ مت پڑھا کرو بجز الحمد کے کیونکہ جو شخص اُس کو نہیں پڑھتا اُس کی نماز نہیں ہوتی۔ اس سے مقتدی پر فاتحہ کا وجوب نہیں ثابت ہوتا کیونکہ اس کے معنی یہ ہو سکتے ہیں کہ چونکہ فاتحہ میں یہ شرف ہے کہ نماز کا وجود یا کمال علی اختلاف الاقوال اس کی قرأت پر موقوف ہے گو وہ قرأت حکمیہ ہی کیوں نہ ہو جیسا اوپر گذرا۔ اس شرف کی وجہ سے اس میں یہ نسبت دوسری سورتوں کے یہ خصوصیت آگئی کہ ہم اسکی قرأت حقیقیہ کی بھی اجازت دیتے ہیں۔ اور گو ما زاد علے الفاتحہ بھی موقوف علیہ وجود یا کمال صلوٰۃ کا ہے علی اختلاف الاقوال لیکن اُس کی کوئی فرد معین موقوف علیہ نہیں اور فاتحہ بالتعیین موقوف علیہ ہے۔ پس غایۃ باقی الباب مفید جواز کو ہے اور نہی سے استنباط ہونا اس کے مناسب بھی ہے۔ اور اول حدیث میں جو انصتوا صیغہ امر کا ہے وہ مفید نہی عن القراءۃ کو ہے۔ پس حسب قاعدہ اذا تعارض المبیح والمحرم ترجح المحرم جواز کو منسوخ کہا جائے گا۔ اب کسی حدیث سے اس مسئلہ پر شبہ نہیں رہا۔

اس مضمون کو ایسی عمدگی اور نہایت شرح وبسط کے ساتھ کسی حصہ میں لکھا گیا ہے کہ منکر کو سوائے تسلیم کے چارہ نہیں۔ ناظرین اس کا دوسرا حصہ ضرور ملاحظہ کریں۔ (مصنف)

رفع یدین کے نہ کرنے کا ثبوت

(۸) امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک رفع یدین صرف تکبیر تحریمہ میں کرے پھر نہ کرے چنانچہ آپ کے دعوے کی یہ حدیث صحیح ہے:۔ (۱) عَنْ عَلْقَمَۃَ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ مَسْعُوْدٍ اَلَا اُصَلِّیْ بِکُمْ صَلٰوۃَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ فَصَلّٰی فَلَمْ یَرْفَعْ یَدَیْہِ اِلَّا فِیْ اَوَّلِ مَرَّۃٍ وَفِی الْبَابِ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ حَدِیْثُ ابْنِ مَسْعُوْدٍ حَدِیْثٌ حَسَنٌ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ یعنی علقمہؓ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا۔ کیا میں تم لوگوں کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز نہ پڑھاؤں پھر نماز پڑھائی اور صرف اوّل بار میں یعنی تکبیر تحریمہ میں رفع یدین کیا۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے۔ اور اس حدیث کو حسن کہا اور یہ بھی کہا کہ اس مضمون کی حدیث حضرت براءؓ سے بھی آئی ہے۔

(۲) عَنِ الْبَرَاءِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کَانَ اِذَا افْتَتَحَ الصَّلٰوۃَ رَفَعَ یَدَیْہِ اِلٰی قَرِیْبٍ مِّنْ اُذُنَیْہِ ثُمَّ لَا یَعُوْدُ رَوَاہُ اَبُوْدَاؤُدَ یعنی حضرت براءؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب نماز شروع فرماتے تو کانوں کے قریب تک رفع یدین کرتے اور پھر نہ کرتے روایت کیا اس کو ابوداؤد نے۔

اس مضمون کو بڑی شرح و تفصیل کے ساتھ کسی حصے میں لکھا گیا ہے۔

آمین کے آہستہ کہنے کا ثبوت

(۹) امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک آمین جہری نماز میں بھی آہستہ کہے چنانچہ آپ کے دعوے کی یہ حدیث صحیح ہے:۔ (۱) عَنْ عَلْقَمَۃَ بْنِ وَائِلٍ عَنْ اَبِیْہِ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ قَرَأَ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْہِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ فَقَالَ اٰمِیْنَ وَخَفَضَ بِہَا صَوْتَہٗ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ یعنی علقمہ بن وائلؓ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غَیْرِ

اَلْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ پڑھ کر پست آواز سے آمین فرمائی روایت کیا اس کو ترمذی نے اور عینی میں ہے کہ اس حدیث کو امام احمد اور ابوداؤد طیالسی اور ابویعلی موصلی اپنے مسانید میں اور طبرانی اپنے معجم میں اور دارقطنی اپنے سنن میں۔ اور حاکم اپنے مستدرک میں ان لفظوں سے لائے ہیں وَاَخْفٰی بِهَا صَوْتَهٗ یعنی پوشیدہ آواز سے آمین فرمائی۔ اور حاکم کتاب القرأۃ میں لفظ خفض لائے ہیں۔ اور حاکم نے اس حدیث کی نسبت یہ بھی کہا ہے صَحِیْحُ الْاِسْنَادِ وَلَمْ یُخَرِّجَاهُ یعنی اسکی سند صحیح ہے اور پھر بھی بخاری و مسلم اس کو نہیں لائے۔ اور ترمذی نے جو اس پر شبہات نقل کئے ہیں علامہ عینی نے سب کا جواب دیا ہے چنانچہ اُس کا خلاصہ حاشیہ نسائی مجتبائی جلد اوّل صفحہ ۱۴۸ میں مذکور ہے +

ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کا ثبوت

(۱۰) امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک قیام میں ہاتھ زیر ناف باندھنے چاہئیں چنانچہ آپ کے دعوے کی یہ حدیث صحیح ہے:- (۱) عَنْ اَبِیْ جُحَیْفَةَ اَنَّ عَلِیًّا قَالَ مِنَ السُّنَّةِ وَضْعُ الْکَفِّ عَلَی الْکَفِّ فِی الصَّلٰوةِ تَحْتَ السُّرَّةِ یعنی ابی جحیفہؓ سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے فرمایا کہ سنت طریقہ یہ ہے کہ نماز میں ناف کے نیچے ہاتھ رکھا جائے۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد نے +

(۲) عَنْ اَبِیْ وَائِلٍ قَالَ قَالَ اَبُوْهُرَیْرَةَ رض اَخْذُ الْکَفِّ عَلَی الْکَفِّ فِی الصَّلٰوةِ تَحْتَ السُّرَّةِ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ یعنی ابووائلؓ سے روایت ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے فرمایا کہ ہاتھ کا پکڑنا ہاتھ سے نماز کے اندر ناف سے نیچے ہے۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد نے +

(۳) عَنْ اَبِیْ جُحَیْفَةَ اَنَّ عَلِیًّا رض قَالَ السُّنَّةُ وَضْعُ الْکَفِّ فِی الصَّلٰوةِ وَیَضَعُهُمَا تَحْتَ السُّرَّةِ۔ اَخْرَجَهٗ رَزِیْنٌ یعنی ابی جحیفہؓ سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے فرمایا کہ سُنّت کا طریقہ یہ ہی چاہئے کہ رکھے دونو ہاتھوں کو نماز میں ناف کے نیچے۔ روایت کیا اسکو رزین نے +

یہ وہی پہلی روایت ہے وہاں ابوداؤد مخرج تھے یہاں رزین ہیں۔ اور دلالت سب حدیثوں کی مطلوب پر ظاہر ہے +

قعدہ اخیرہ کا قعدہ اولے کی طرح بیٹھنے کا ثبوت

(۱۱) امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک قعدہ اخیرہ میں اسی طرح بیٹھیں جس طرح قعدۂ اولی میں بیٹھتے ہیں۔ چنانچہ آپ کے دعوے کی یہ حدیث صحیح ہے :- (۱) عَنْ عَائِشَۃَ رض فِیْ حَدِیْثٍ طَوِیْلٍ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ فِیْ کُلِّ رَکْعَتَیْنِ التَّحِیَّۃَ وَکَانَ یَفْتَرِشُ رِجْلَہُ الْیُسْرٰی وَیَنْصِبُ رِجْلَہُ الْیُمْنٰی رَوَاہُ مُسْلِمٌ یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر دو رکعت پر التحیات پڑھتے تھے اور بائیں پاؤں کو بچھاتے تھے اور داہنے پاؤں کو کھڑا کرتے تھے۔ روایت کیا اس کو مسلم نے۔ اس حدیث میں افتراش کی ہیئت میں آپ کی عادت کا بیان ہے جو اطلاق الفاظ سے دونو قعدوں کو شامل ہے اور اقتران جملہ متضمنہ فی کل رکعتین کا مؤید عموم ہونا مزید براں ہے +

(۲) عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ رض قَالَ قَدِمْتُ الْمَدِیْنَۃَ قُلْتُ لَاَنْظُرَنَّ اِلٰی صَلٰوۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ فَلَمَّا جَلَسَ یَعْنِیْ لِلتَّشَہُّدِ اِفْتَرَشَ رِجْلَہُ الْیُسْرٰی وَوَضَعَ یَدَہُ الْیُسْرٰی یَعْنِیْ عَلٰی فَخِذِہِ الْیُسْرٰی وَنَصَبَ رِجْلَہُ الْیُمْنٰی قَالَ اَبُوْعِیْسٰی ھٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ وَالْعَمَلُ عَلَیْہِ عِنْدَ اَکْثَرِ اَھْلِ الْعِلْمِ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ یعنی وائل بن حجر رض سے روایت ہے کہ میں مدینہ میں آیا تو میں نے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز دیکھونگا۔ پس جب آپ تشہد کے لئے بیٹھے تو بایاں پاؤں بچھایا اور اپنا بایاں ہاتھ بائیں ران پر رکھا اور داہنا پاؤں کھڑا کیا۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے اور اکثر اہل علم کے نزدیک اس پر عمل ہے +

ہر چند کہ فعل کے لئے فی نفسہ عموم نہیں ہوتا مگر جب قرائن موجود ہوں تو عموم ہو سکتا ہے

ہے۔یہاں ایک صحابی کا نماز دیکھنے کے لئے اہتمام کرنا جس کے لئے عادۃً لازم ہے کہ مختلف نمازیں دیکھی ہوں پھر اہتمام سے اُس کا بیان کرنا یہ قرائن ہیں کہ اگر دونو قعدوں کی ہیئت مختلف ہوتی تو موقع ضرورت میں اُس کو بھی بیان کرتے کیونکہ سکوت موہم غلطی ہے اس سے ظاہر یہ ہے کہ دونو قعدوں کی ہیئت یہی تھی ؁

(۳) عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ وَھُوَابْنُ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَ عَنْ اَبِیْہِ قَالَ مِنْ سُنَّۃِ الصَّلٰوۃِ اَنْ تَنْصُبَ الْقَدَمَ وَاسْتِقْبَالُہٗ بِاَصَابِعِھَا الْقِبْلَۃَ وَالْجُلُوْسُ عَلَی الْیُسْرٰی رَوَاہُ النَّسَائِیُّ یعنی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے صاحبزادے اپنے باپ سے یعنی عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے فرمایا کہ سنت نماز کی یہ ہے کہ قدم کو کھڑا کرو اور اُسکی انگلیاں قبلہ کی طرف متوجہ کرو اور بائیں پر بیٹھو روایت کیا اس کو نسائی نے ؁

یہ حدیث چونکہ قولی ہے اور قول میں عموم ہوتا ہے اس لئے اُسکی دلالت میں وہ شبہ بھی نہیں ؁

پہلی اور تیسری رکعت میں اُٹھنے کے وقت نہ بیٹھنے کا ثبوت

(۱۲) امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک پہلی اور تیسری رکعت سے جب اُٹھنے لگے تو سیدھا کھڑا ہو جائے بیٹھے نہیں۔ چنانچہ آپ کے دعوے کی یہ حدیث صحیح ہے۔ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ یَنْھَضُ فِی الصَّلٰوۃِ عَلٰی صُدُوْرِ قَدَمَیْہِ قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی حَدِیْثُ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ عَلَیْہِ الْعَمَلُ عِنْدَ اَھْلِ الْعِلْمِ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ یعنی ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ آلہ وسلم نماز میں اپنے قدموں کے پنجوں پر اُٹھ کھڑے ہوتے تھے۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے اور کہا کہ ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی حدیث پر عمل ہے اہل علم کے نزدیک ؁

اس مضمون کو کسی حصے میں بڑی تفصیل سے لکھا ہے ناظرین اس کا اگلا حصہ منگوا کر ضرور ملاحظہ فرمائیں۔ جس میں ہر ایک بات کو مدلل باحادیث نبویہ اور مکمل مسائل جزئیہ لکھا گیا ہے (ابو البشیر مولوی محمد صالح حنفی نقشبندی مجددی گدی نشین) ؁

فضائے سُنّت فجر کو طلوع آفتاب کے بعد ادا کرنے کا ثبوت

(۱۳) امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جماعت میں ملنے سے جس شخص کی فجر کی سُنّت رہ جائے وہ آفتاب کے نکلنے کے بعد پڑھے۔ چنانچہ آپ کے دعوے کی یہ صحیح حدیث ہے:۔ (۱) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ مَنْ لَّمْ یُصَلِّ رَکْعَتَیِ الْفَجْرِ فَلْیُصَلِّهِمَا بَعْدَ مَا تَطْلُعُ الشَّمْسُ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ یعنی ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ آلہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے فجر کی دو رکعت سُنّت نہ پڑھی ہو وہ ان دونوں کو بعد آفتاب نکلنے کے پڑھے۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے۔ (مزید دلائل کے لئے دیکھیے اگلا حصہ مصنف)

وتر کی تین رکعت ہونے اور قبل الرکوع پڑھنے کا ثبوت

(۱۴) امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک وتر تین رکعت ہیں اور دو رکعت پر سلام نہ پھیرے لیکن دو رکعت پر التحیات کیلئے قعدہ کرے اور قنوت رکوع سے پہلے پڑھے اور قنوت سے پہلے دونوں ہاتھ اُٹھا کر اللہ اکبر کہے۔ چنانچہ آپ کے دعوے کی یہ احادیث صحیح ہیں:۔ (۱) عَنْ اُبَیِّ بْنِ کَعْبٍ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ یَقْرَأُ فِی الْوِتْرِ بِسَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْاَعْلٰی وَفِی الرَّکْعَةِ الثَّانِیَةِ بِقُلْ یٰاَیُّهَا الْکَافِرُوْنَ وَفِی الثَّالِثَةِ بِقُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ وَلَا یُسَلِّمُ اِلَّا فِیْ اٰخِرِهِنَّ اَلْحَدِیْث (۲) عَنْ اُبَیِّ بْنِ کَعْبٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کَانَ یُوْتِرُ بِثَلٰثِ رَکَعَاتٍ وَّیَقْنُتُ قَبْلَ الرُّکُوْعِ (۳) عَنْ سَعْدِ بْنِ هِشَامٍ اَنَّ عَائِشَةَ حَدَّثَتْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کَانَ لَا یُسَلِّمُ فِیْ رَکْعَتَیِ الْوِتْرِ یعنی خلاصہ ان تینوں حدیثوں کا یہ ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ آلہ وسلم وتر کی تین رکعت پڑھتے تھے اور دو رکعت پر سلام نہ پھیرتے تھے، بالکل اخیر میں پھیرتے تھے۔ اور قنوت

قبل رکوع کے پڑھتے تھے۔ روایت کیا ان تینوں حدیثوں کو نسائی نے۔ (۴) عَنْ عَائِشَةَ فِي حَدِيثٍ طَوِيلٍ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ يَقُولُ فِي كُلِّ رَكْعَتَيْنِ التَّحِيَّةَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر دو رکعت پر التحیات پڑھا کرتے تھے۔ روایت کیا اس کو مسلم نے۔ (۵) أَخْرَجَ الْبَيْهَقِيُّ وَغَيْرُهُ عَنِ ابْنِ عُمَرَ وَابْنِ مَسْعُودٍ رَفْعَ الْيَدَيْنِ مَعَ التَّكْبِيرِ فِي الْقُنُوتِ یعنی بیہقی وغیرہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ وابن مسعود رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے قنوت میں اللہ اکبر کے ساتھ رفع یدین کرنا روایت کیا ہے۔

مجموعہ احادیث سے مجموعہ مطالب ظاہر ہے اور مسلم کی حدیث میں لفظ کُلِّ رَكْعَتَيْنِ اپنے عموم سے وتر کی اولیین کو شامل ہونے میں نص صریح ہے۔

نماز فجر میں دعائے قنوت کے نہ پڑھنے کا ثبوت

(۱۵) امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک صبح کی نماز میں قنوت نہ پڑھے چنانچہ آپ کے دعوے کی یہ حدیث صحیح ہے:۔ (۱) عَنْ أَبِي مَالِكٍ الْأَشْجَعِيِّ قَالَ قُلْتُ لِأَبِي يَا أَبَتِ إِنَّكَ قَدْ صَلَّيْتَ خَلْفَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ وَأَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ وَعَلِيٍّ هٰهُنَا بِالْكُوفَةِ نَحْوًا مِنْ خَمْسِ سِنِينَ أَكَانُوا يَقْنُتُونَ قَالَ أَيْ بُنَيَّ مُحْدَثٌ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ یعنی ابو مالک اشجعی سے روایت ہے کہ میں نے اپنے باپ سے کہا کہ آپ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے۔ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے۔ اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے۔ اور پانچ سال تک یہاں کوفہ میں حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی ہے۔ کیا یہ حضرات قنوت پڑھا کرتے تھے (یعنی نماز فجر میں کیونکہ یہ حدیث اسی میں وارد ہے) اُنھوں نے کہا کہ بیٹا یہ بدعت ہے۔ روایت کیا اس کو ترمذی اور نسائی اور ابن ماجہ نے۔ (دوسرا حصہ ضرور ملاحظہ کرو جس میں ان کو تفصیل سے لکھا ہے۔ مصنف)

ارکانِ دین

توضیح العقائد (رکن دین : حصہ اوّل) ۵/۲۵ روپے

اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتوں، کتابوں، رسولوں، یوم آخرت اور تقدیر پر ایمان کی مستند تفصیلات اس میں موجود ہیں۔

کتاب الصلوٰۃ (رکن دین : حصہ دوم) -/۶ روپے ، مجلد ۸/۲۵ روپے

ہر قسم کی ناپاکی سے طہارت، وضو، غسل نیز نمازوں کے اوقات و مسائل اور تمام دنوں اور سال بھر کی نفلی نمازوں کے فضائل و فوائد، باحوالہ

کتاب الزکوٰۃ (رکن دین : حصہ سوم) ۵/۲۵ روپے

زکوٰۃ و عشر کی فرضیت، فضائل و مسائل اور مصارف و فوائد وغیرہ پر تحقیقی کتاب ہے۔ اس کا مطالعہ بڑا مفید ہے۔

کتاب الصیام (رکن دین : حصہ چہارم) مجلد ۱۰/۵۰ روپے

رمضان المبارک اور پورے سال کے ہر قسم کے فرض اور نفل، روزوں کے فضائل و مسائل اور فوائد پر جامع کتاب ہے۔

کتاب الحج (رکن دین : حصہ پنجم) مجلد -/۱۵ روپے

حج و عمرہ اور زیارت مدینہ منورہ کے مستند فضائل و مسائل اور ہر عمل کی شرعی حیثیت اور اسرار محبت بھرے انداز میں تحریر فرمائے ہیں۔

تمام حصے سوال وجواب کے طرز پر آسان زبان میں لکھے ہوئے ہیں۔

ٹائیٹل چار رنگا — طباعت عمدہ ، کاغذ سفید

اسلامی کتب خانہ ○ اقبال روڈ سیالکوٹ